# شوکی!

"شوکی! تم کسی کام کے بھی ہو یا نکمے ہی ہو؟" اندرونی دروازے سے تیز آواز ابھری۔

"آج کل تو بالکل نکمے ہی ہیں امی جان.... کوئی کیس آتا نظر نہیں آتا.... اور بینک میں صرف سو روپے رہ گئے ہیں"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"اوہو! میں کیس کی بات نہیں کر رہی.... وہ تو تمہیں خیر سے ملتے ہی نہیں.... بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ تمہارا اور کیسوں کا تو بیر ہے.... کیس تم سے آنکھیں چرا گئے ہیں.... بلکہ کنی کترا گئے ہیں.... اب ان کیسوں کو کیا رونا.... اٹھو اور کچھ گھر کے کام کاج کرو"۔

"بہت بہتر! آپ حکم فرمائیں"۔ شوکی نے خوش ہو کر کہا۔

"اپنی خالہ کے ہاں سے ذرا فرج اٹھا لاؤ"۔

"پھر وہی کام امی جان.... آپ ہمیں تو کہہ رہی ہیں، کسی کام کے بھی ہو یا بالکل نکمے ہو.... اور خود ایسا کام بتا رہی ہیں"۔ آفتاب نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

www.urdukorner.com

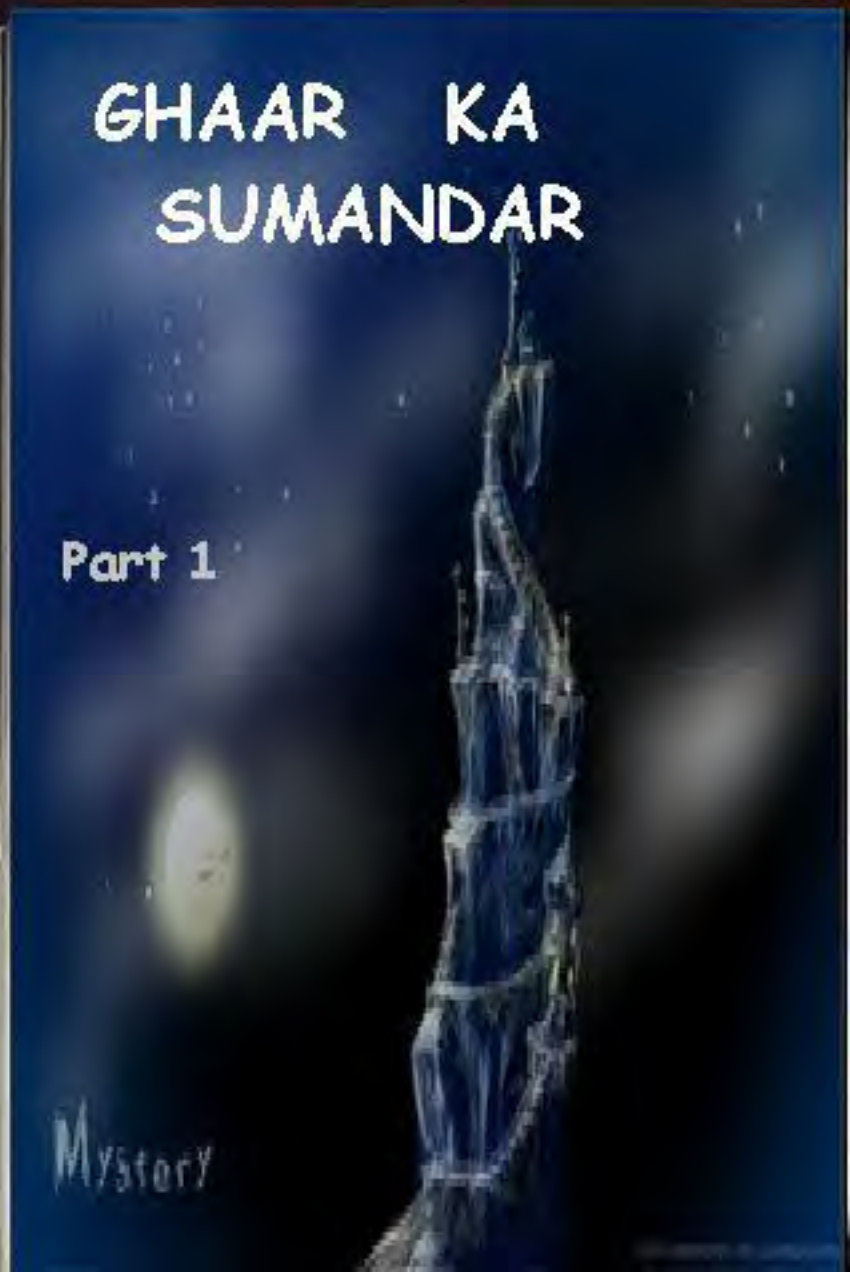

"اوہو بھئی بات تو سن لو.... وہ تمہارے ماموں جان آ رہے ہیں.... ان کے لئے فرج کی ضرورت تو ہو گی"۔ ان کی والدہ فوراً بولیں۔

"کیوں امی جان.... یہ کیا بات ہوئی.... ماموں جان کو فرج کی کیا ضرورت پیش آئے گی؟" اشفاق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ضرورت انہیں نہیں.... ہمیں پیش آئے گی.... آخر انہیں یہ بھی تو دکھانا ہے کہ ہمارے پاس فرج ہے"۔

"کیوں.... یہ کیوں دکھانا ہے انہیں.... اور پھر یہ تو ویسے بھی غلط ہے.... خالہ جان کی چیز کو ہم اپنی چیز کیوں ظاہر کریں"۔ اخلاق نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"اوہو.... تم لوگ تو بال کی کھال اتارنے لگتے ہو.... حد ہو گئی.... اب تم لوگوں کو کون سمجھائے"۔

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"لیجئے.... آ گیا کیس"۔ رفعت نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ ضروری نہیں کہ یہ کوئی کیس ہو.... یہ انکل جلالی نور کا فون بھی ہو سکتا ہے"۔ شوکی نے برا سا منہ بنایا۔

"اف.... کس قدر خوفناک نام لے دیا.... انکل کاشان کا نام نہیں لے سکتے تھے آپ"۔ آفتاب کانپ گیا۔

"حد ہو گئی.... یعنی فون کی گھنٹی بجے جا رہی ہے اور یہ باتیں



بگھارے جا رہے ہیں.... فون بند ہو جائے گا.... پھر ہاتھ ملو گے اور سوچتے رہو گے کہ نہ جانے کس کا فون آیا ہو گا"۔ ان کی والدہ نے تلملائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوہ ہاں.... واقعی.... یہ تو ہے"۔ شوکی نے کہا اور جلدی سے ریسیور اٹھا لیا۔

"شوکی برادرز پلیز"۔ اس نے باوقار لہجے میں کہا۔

"شکریہ"۔ دوسری طرف سے کہا گیا.... لیکن لہجہ غیر ملکیوں کا سا تھا۔

"کس بات کا؟" شوکی بولا۔

"کیا کس بات کا؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"شکریہ کس بات کا ادا کیا ہے آپ نے؟"

"یہ بتانے کا کہ یہ شوکی برادرز کا دفتر ہے"۔

"چلئے پھر.... جواب میں آپ بھی شکریہ قبول فرمایئے"۔

"بہت بہت.... بہت بہت شکریہ"۔ آواز آئی۔

"اب آپ شکریے کے چکر میں ہی پڑے رہیں گے یا بات بھی بتائیں گے"۔

"اوہ ہاں کیوں نہیں.... میرا نام فونڈا ہے"۔ "اس نے کہا۔ کیا اب میں بھی شکریہ ادا کروں"۔ "نہیں.... اس کی ضرورت نہیں.... آپ سے ایک چھوٹا سا کام ہے، لیکن میں اس چھوٹے سے

www.urdukorner.com

کام کے آپ کو پانچ ہزار روپے دے سکتا ہوں"۔

"یہ کر کے آپ بہت اچھا کریں گے"۔ شوکی نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب.... کیا کر کے اچھا کریں گے"۔

"پانچ ہزار روپے دے کر.... اس لئے کہ اس وقت ہمارا بینک بیلنس صرف ایک سو روپے ہے"۔

"اوہ! تب تو آپ کو پیسے کی بہت ضرورت ہے"۔

"جی بس! یہی سمجھ لیں"۔

"اچھا ٹھیک ہے.... آپ میرے ہاں آئیں گے یا میں آپ کے ہاں آؤں"۔

"کام بتائیں پہلے"۔

"آپ کے پاس کچھ مدت کے لئے ایک امانت رکھوانا چاہتا ہوں.... صرف اتنے سے کام کے آپ کو پانچ ہزار روپے دے رہا ہوں"۔

"تب آپ اپنے پانچ ہزار اپنے پاس رکھئے.... ہم اتنے سے کام کے پانچ ہزار روپے نہیں لے دے سکتے.... آپ شوق سے وہ امانت بغیر کسی معاوضے کے ہمارے پاس رکھوا سکتے ہیں"۔

"لک.... کیا کہہ رہے ہو شوکی.... بنک میں صرف سو روپے ہیں"۔ ان کی والدہ نے سرگوشی کی۔



شوکی مسکرا دیا.... ادھر اس شخص نے کہا۔

"یہ تو نہیں ہو سکتا"۔

"کیا نہیں ہو سکتا؟"

"بغیر معاوضہ میں وہ چیز آپ کے پاس نہیں رکھواؤں گا.... کیونکہ آخر آپ کو اس کی حفاظت بھی کرنا پڑے گی"۔

"کیا مطلب.... کیا وہ کوئی ایسی چیز ہے.... جس کو کچھ لوگ ہم سے حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں؟"

"فی الحال یہ بات میرے علاوہ کسی کو معلوم نہیں کہ میں وہ چیز آپ لوگوں کے حوالے کر رہا ہوں.... لیکن اگر کچھ لوگوں کو یہ بات کسی طرح معلوم ہو گئی تو وہ آپ سے وہ چیز حاصل کرنے کی کوشش ضرور کریں گے.... اسی لئے میں یہ بات راز میں رکھوں گا"۔

"تب ہم پانچ ہزار لینے کا حق رکھتے ہیں"۔ شوکی نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"شکریہ.... آپ آ رہے ہیں یا میں آؤں"۔

"جیسے آپ پسند کریں"۔ شوکی نے کہا۔

"میرے آنے میں خطرہ ہے.... کیونکہ مجھے وہ چیز ساتھ لانا پڑے گی"۔

"ٹھیک ہے.... ہم آ جاتے ہیں.... لیکن پہلے آپ یہ وضاحت کر دیں.... وہ کوئی غیر قانونی چیز تو نہیں ہے"۔

www.urdukorner.com

"غیر قانونی سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"مطلب یہ کہ ہیروئن' چرس یا کوئی اور نشہ آور چیز.... یا کوئی ایسی چیز.... جس پر ہمارے ملک کی پولیس ہاتھ ڈال سکتی ہو"۔

"نہیں وہ ایسی چیز نہیں ہے"۔ اس نے کہا۔

"پتا لکھوایئے.... ہم آ جاتے ہیں.... پانچ ہزار اور وہ چیز تیار رکھئے"۔

"دونوں چیزیں تیار ملیں گی.... میرا نام فونڈا ہے.... ۴۵ جیک روڈ پر آ جائیں"۔

"اچھی بات ہے.... لیکن ایک بات سن لیں"۔

"اور وہ کیا؟"

"اگر آپ ہمارے خلاف کوئی چکر چلانے کے موڈ میں ہیں تو یہ چکر الٹا آپ کے حق میں مضر ثابت ہو گا.... نقصان میں آپ رہیں گے' ہم نہیں"۔

"ایسی کوئی بات نہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

فون کا ریسیور رکھ کر شوکی نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا۔

"امی جان.... فرج والا کام ہم بعد میں کر لیں گے.... پہلے ذرا پانچ ہزار اور وہ چیز اس شخص سے وصول کر لیں.... میرا خیال ہے.... وہ بہت جلدی میں ہے.... اگرچہ اس نے اپنی پوری کوشش کی ہے کہ



آواز سے یہ ظاہر نہ ہو کہ وہ جلدی میں ہے"۔

"ٹھیک ہے.... کوئی بات نہیں.... فرج کا کیا ہے.... وہ تو میں کسی اور سے بھی منگوا سکتی ہوں"۔

"نہیں.... کسی سے منگوانے کی ضرورت نہیں"۔ شوکی نے کہا' پھر باہر کا رخ کرتے ہوئے بولا۔

"آؤ بھئی"۔

اور پھر وہ ٹیکسی میں جیک روڈ پہنچے.... ۴۵ نمبر تلاش کرنے میں انہیں بالکل کوئی دقت نہیں ہوئی.... نیچے اترتے ہوئے شوکی نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"آپ کو چند منٹ انتظار کرنا پڑے گا"۔

"کیا مطلب؟" ڈرائیور نے چونک کر کہا۔

"ہم پیسے ابھی اندر سے بھجواتے ہیں"۔

"اوہ اچھا.... کوئی بات نہیں.... لیکن اگر آپ پسند کریں تو میں پیسے پھر لے لوں گا"۔

"پھر کیسے لے لیں گے"۔

"میں آپ کے بازار میں ہی رہتا ہوں.... لیکن آپ مجھے نہیں جانتے"۔

"اوہ اچھا.... ٹھیک ہے.... لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ اپنا بل لے کر ہی جائیں"۔

www.urdukorner.com

"جی اچھا... میں ٹھہر جاتا ہوں"۔

اور پھر انہوں نے آگے بڑھ کر دستک دی... دروازہ کھلا' پینتیس سال کی عمر کا ایک شخص نظر آیا۔

"مسٹر فونڈا"

"یس... آپ شوکی برادرز ہیں؟"

"جی ہاں!" شوکی بولا

"اندر آ جایئے"۔

"لیکن ہمیں ٹیکسی کا بل ادا کرنا ہے... مہربانی فرما کر ان پانچ ہزار میں سے بل ادا کر دیں... جو آپ ہمیں دینے والے ہیں"۔

"آپ اندر چلیں... میں بل ادا کر کے آتا ہوں"۔

"اوہ اچھا"۔ وہ اندر کی طرف بڑھ گئے... ایک منٹ بعد فونڈا اندر داخل ہوا اور انہیں ایک اندرونی کمرے میں لے آیا... ویسے یہ مکان چھوٹا سا تھا۔

"یہ رہا وہ پیکٹ... اور یہ رہے آپ کے پانچ ہزار"۔

"اس میں سے بل کی رقم نکال لی آپ نے"۔

"نہیں... اس کی ضرورت نہیں"۔

"ضرورت ہے... آپ پچاس روپے ٹیکسی کا بل نکال لیں"۔

"میرے پاس وقت کم ہے... میں پچاس روپے اپنی امانت کے ساتھ آپ سے لے لوں گا... اس وقت میں جلدی میں ہوں... صرف



اس امانت کی وجہ سے رکا ہوا تھا"۔

"اچھی بات ہے... اب آپ اس کی طرف سے بے فکر ہو جائیں"۔

"آپ اس امانت کی ایک رسید مجھے لکھ دیں... تاکہ میں خود نہ آ سکوں تو کسی کو بھیج کر منگا لوں... وہ یہ رسید آپ کو دکھا کر امانت وصول کر سکتا ہے"۔

"ٹھیک ہے" شوکی بولا اور رسید دی۔

"اب آپ جا سکتے ہیں"۔

"آؤ بھئی چلیں"۔

"میں آپ پر بھروسہ کر رہا ہوں... آپ میری امانت بالکل اس طرح میرے حوالے کریں گے' اس کو کھول کر نہیں دیکھیں گے"۔

"ٹھیک ہے... آپ فکر نہ کریں"۔

اور وہ وہاں سے نکل آئے... اسی وقت ایک خالی ٹیکسی پاس سے گزری... شوکی نے اسے رکنے کا اشارہ کیا... جونہی وہ رکی... وہ اس میں بیٹھ گئے... ابھی ٹیکسی وہاں سے روانہ ہوئی ہی تھی کہ ایک بڑی گاڑی ۱۱۴ نمبر مکان کے سامنے رکی اور اس میں سے دس کے قریب آدمی اترے... شوکی کا رنگ اڑ گیا... باقی بھی پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے... انہوں نے دیکھا... ان میں سے ایک ۱۱۴ نمبر کے دروازے پر دستک دے رہا تھا... ان کے دل دھک دھک کرنے لگے... لیکن وہ ٹیکسی

ڈرائیور کے سامنے کوئی بات نہیں کر سکتے تھے... اور نہ وہاں رک سکتے تھے... اس لئے کہ اس شخص کی امانت ان کے پاس تھی... اب وہ سب سے پہلے اس امانت کو محفوظ جگہ پر رکھ دینا چاہتے تھے... تمام راستے وہ خاموش رہے... آخر اپنے گھر کے سامنے اترے' بل ادا کیا اور جلدی سے اندر داخل ہو گئے... شوکی نے فوراً دروازہ بند کر لیا۔

"مم... میں... میں بے تحاشا خوف محسوس کر رہا ہوں... شاید وہ اس آدمی فونڈا سے یہ پیکٹ ہی وصول کرنے آئے تھے"۔

"اگر بات یہی ہے... تب ہم پھنس گئے ہیں... ہم فونڈا کو اپنے نام پتے کی رسید دے آئے ہیں"۔

"اوہ ہاں... خوفناک... خطرناک اور ہیبت ناک صورت حال ہے... آؤ جلدی کرو"۔ یہ کہتے ہی شوکی نے فوراً دروازہ کھول کر باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

"شوکی... تم پھر کہاں بھاگے جا رہے ہو... تم کسی کام کے بھی ہو یا بالکل نکمے ہو... فرج تو..."

لیکن اتنی دیر میں ہی وہ سڑک پر پہنچ چکے تھے... دائیں طرف سے ایک ٹیکسی آتی نظر آئی۔

"میرا خیال ہے... اس ٹیکسی کو گزر جانے دیں... کہیں ہمارے خلاف کوئی چکر نہ شروع ہو گیا ہو؟" رفعت نے جلدی سے کہا۔

"لیکن اس طرح ہو سکتا ہے... ہمیں ٹیکسی ملنے میں دیر ہو



جائے۔

"تو ہم یہاں رکیں ہی کیوں... پیدل مارچ شروع کر دیتے ہیں... ایک گلی میں سے دوسری سڑک پر نکل جاتے ہیں... وہاں سے کوئی ٹیکسی پکڑ لیں گے"۔

"یہ زیادہ مناسب رہے گا"۔

وہ گلی پار کر کے دوسری سڑک پر آ گئے... اور پھر جلد ہی انہیں ٹیکسی مل گئی... ٹیکسی ڈرائیور کو پتا بتا کر وہ پرسکون انداز میں بیٹھ گئے... لیکن ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے... جلد ہی وہ ایک جگہ ٹیکسی سے اتر آئے... بل ادا کیا تو ٹیکسی وہاں سے روانہ ہو گئی... اس کے نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد وہ آگے بڑھے اور کچھ دیر تک پیدل چلتے رہے' پھر ایک دروازے پر دستک دی... جلد ہی کرنل فارانی نے دروازہ کھولا۔

"آہا شوکی برادرز... آ جاؤ اندر"۔

"جی ہاں! اندر آنے کے لئے تو ہم آئے ہیں... ویسے آپ دروازہ اندر سے بند کر لیں"۔ شوکی نے کہا۔

"کیوں... کیا کوئی خطرہ ہے"۔

"خطرہ... خطرے کی کیا بات ہے... وہ کب نہیں ہوتا انکل"۔ آفتاب مسکرایا۔

"کیا بات ہے بھئی... عجیب انداز سے بات کر رہے ہو"۔ کرنل

www.urdukorner.com

فارانی نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے انکل"۔

"اچھا"۔ انہوں نے کہا اور دروازہ اندر سے بند کر کے انہیں اندر لے آئے۔

"آج آپ ہمیں چائے نہیں پلائیں گے انکل"۔

کرنل فارانی نے انہیں گھور کر دیکھا۔۔۔ پھر مسکراتے ہوئے بولے۔

"ضرور کیوں نہیں۔۔۔ لیکن آج سے پہلے تو تم نے کبھی چائے کی فرمائش نہیں کی بلکہ میں پلانے کی کوشش کرتا ہوں تو بھی نہیں پیتے"۔

"جی ہاں۔۔۔ بس۔۔۔ موڈ کی بات ہے"۔

"کچھ چھپا رہے ہو شوکی"۔

"جی نہیں۔۔۔ ابھی تو کچھ نہیں چھپایا"۔ اس نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔ ابھی تو کچھ نہیں چھپایا۔۔۔ یہ کیا بات ہوئی"۔

"آپ بس چائے پلا دیں"۔

"اچھا بیٹھو۔۔۔ میں ابھی چائے بنا کر لاتا ہوں"۔

اور پھر وہ چلے گئے۔۔۔ وہ دنیا میں اکیلے تھے۔۔۔ ان کے بیوی بچے فوت ہو چکے تھے۔۔۔ اس لئے ہر کام خود کرتے تھے۔۔۔ پندرہ منٹ بعد وہ چائے بنا لائے۔۔۔ چائے پی کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بہت بہت شکریہ انکل"۔



"ارے ارے۔۔۔ بس۔۔۔ چل بھی دیئے۔۔۔ کیا صرف چائے پینے آئے تھے۔۔۔ اتنی دور"۔

"یہ بات نہیں انکل۔۔۔ چائے پینے تو نہیں آئے تھے۔۔۔ لیکن اب ایک کام کا خیال آ گیا ہے۔۔۔ پہلے ود کرنا پڑے گا"۔

"اچھا بھئی۔۔۔ تم جانو۔۔۔ تمہارا کام"۔

وہ باہر نکل آئے۔۔۔ ایک اور ٹیکسی پکڑی اور ایک بار پھر ۱۳ جیکب روڈ پہنچے۔۔۔ لیکن فونڈا کے گھر سے کچھ دور ہی اتر گئے۔۔۔ ٹیکسی کے چلے جانے کے بعد وہ پیدل اس گھر کے دروازے کے پاس پہنچے۔۔۔ لیکن وہاں رکے نہیں۔۔۔ آگے بڑھتے چلے گئے۔۔۔ وہ بڑی گاڑی اب وہاں نہیں تھی۔۔۔ البتہ گھر کا دروازہ کھلا تھا۔

"کیا خیال ہے۔۔۔ دستک دے کر دیکھا جائے"۔ شوکی بولا۔

"ہرگز نہیں۔۔۔ میں اس کو مناسب نہیں سمجھتا"۔ آفتاب نے کہا۔

"تب پھر ہمیں فونڈا کی خیریت کس طرح معلوم ہو گی"۔

"ہو سکتا ہے۔۔۔ ان دس میں سے کوئی ایک آس پاس موجود ہو اور دروازے کی نگرانی کر رہا ہو۔۔۔ اس صورت میں ہم خطرے میں گھر جائیں گے"۔

"تب پھر کیا کریں۔۔۔ ہم نے فونڈا کا فون نمبر بھی تو نہیں لیا تھا۔۔۔ ورنہ پہلے ہم فون کر کے معلوم کرتے"۔

www.urdukorner.com

"میرا خیال ہے.... ہم گھر چلتے ہیں.... ہمیں کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہیے"۔ رفعت نے کہا۔

"بالکل ٹھیک.... میں رفعت کی تائید کرتا ہوں"۔ اشفاق نے فوراً کہا۔

"اچھی بات ہے.... آؤ پھر چلیں"۔

اب انہوں نے ایک اور ٹیکسی پکڑی.... اور گھر پہنچے.... دفتر کے سامنے وہ ٹیکسی سے اترے.... بل ادا کیا اور آگے بڑھے.... دروازے پر دباؤ ڈالا تو وہ کھلتا چلا گیا۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا.... دروازہ تو اندر سے بند نہیں ہے"۔ شوکی نے کانپ کر کہا۔

"خطرہ.... میرے کان کھڑے ہو گئے ہیں"۔ اخلاق نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اف مالک.... آؤ.... گھر کی طرف چلتے ہیں"۔

وہ چکر کاٹ کر دوسری طرف آئے.... یہ دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔

"اف مالک!" شوکی بولا اور پھر تو انہوں نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی۔

اچانک انہیں ایک زوردار جھٹکا لگا.... اور پھر آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔

☆○☆



# دستک

شوکی کے والد اور والدہ کرسیوں سے بری طرح بندھے ہوئے تھے.... ان کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر رومال باندھ دیئے گئے تھے.... لیکن باندھنے والے انہیں کہیں بھی نظر نہ آئے۔

"کیا وہ لوگ جا چکے ہیں.... جنہوں نے آپ لوگوں کو باندھا ہے"۔ شوکی بولا۔

"اوہ.... اوہ"۔ ان کے والد نے بولنا چاہا.... لیکن بولتے کس طرح.... منہ پر تو کپڑا ٹھونسا ہوا تھا.... انہوں نے جلدی سے دونوں کو کھولا۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے"۔

"وہ.... وہ کون تھے؟"

"ہمیں کیا پتا"۔ مشتاق احمد نے جھلا کر کہا۔

"وہ کیا پوچھ رہے تھے؟"

"تم لوگوں کے بارے میں پوچھ رہے تھے.... تم ہمیں کچھ بتا کر تو گئے نہیں تھے.... ہم انہیں کیا بتاتے، ہمیں باندھنے کے بعد انہوں نے

www.urdukorner.com

سارے گھر کی تلاشی لی"۔

"تن نہیں"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

سارا گھر الٹ پلٹ پڑا تھا۔۔۔ انہوں نے فوراً دروازے اندر سے بند کیے۔۔۔ دفتر والا دروازہ بھی بند کیا اور پھر انسپکٹر کاشان کے نمبر ڈائل کیے۔۔۔ اس کی آواز سنتے ہی شوکی نے کہا۔

"انکل۔۔۔ ہم لوگ زبردست خطرے میں ہیں۔۔۔ آپ فوراً یہاں آئیں۔۔۔ اور اپنے ساتھی ماتحتوں کی اچھی بھلی تعداد لے کر آئیں۔۔۔ دوسرے یہ کہ ۱۱۱ جیک روڈ کو بھی اپنے ماتحتوں سے چیک کروائیں"۔

"پکڑ گیا ہے بھئی"۔

"بس آپ آ جائیں۔۔۔ ورنہ پتا نہیں کیا ہو جائے گا"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ ہم آ رہے ہیں"۔

وہ انتظار کرنے لگے۔۔۔ آخر دروازے پر دستک ہوئی۔۔۔ لیکن یہ انداز انسپکٹر کاشان کا نہیں تھا"۔

"آفتاب۔۔۔ فوراً چھت پر جا کر دیکھو۔۔۔ باہر کون لوگ ہیں"۔

آفتاب نے دبے پاؤں دوڑ لگا دی۔۔۔ اسی وقت دستک پھر ہوئی۔۔۔ انہوں نے جھکا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔۔۔ شوکی نے پھر پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائل کیے۔۔۔ دوسری طرف سے انسپکٹر کاشان کے کسی ماتحت نے ریسیور اٹھایا۔

"شوکی بات کر رہا ہوں۔۔۔ انسپکٹر صاحب سے بات کرائیں"۔



"وہ آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ لیکن یہ سن لیں کہ خطرہ ہمارے سر پر پہنچ چکا ہے"۔

"کیا مطلب؟" دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا اور شوکی نے ریسیور رکھ دیا۔

اسی وقت دستک تیسری بار ہوئی اور ادھر آفتاب نیچے آتا نظر آیا۔

"کیوں۔۔۔ کون ہے باہر"۔

"وہی بڑی گاڑی۔۔۔ اور دس آدمی"۔

"نن۔۔۔ نہیں"۔ وہ کانپ گئے"۔

ساتھ ہی شوکی نے گھڑی کی طرف دیکھا۔۔۔ انسپکٹر کاشان کے آنے میں دس منٹ باقی تھے۔۔۔ ان لوگوں کو دس منٹ تک روکنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔۔۔ تاہم شوکی دروازے کی طرف قدم اٹھاتا چلا گیا۔

اسی وقت دستک چوتھی بار ہوئی۔

"کون ہے باہر"۔

"دروازہ کھول دو۔۔۔ ورنہ ہم توڑ دیں گے"۔

"وجہ۔۔۔ کیوں توڑ دیں گے۔۔۔ کیا ہمارے ملک میں کوئی قانون نہیں ہے"۔ شوکی نے برا سا منہ بنایا۔

"ہم تمہارے ملک کے قانون کو نہیں مانتے"۔

www.urdukorner.com

"ہمارے ملک میں کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں.... یہاں کے قانون کو نہیں مانتے.... جانتے ہیں.... اس کی کیا سزا ہے"۔

"پتا نہیں.... تم دروازہ کھولو.... ورنہ ہم توڑنے کا عمل شروع کرتے ہیں"۔

ذرا ٹھہرو.... توڑنے کی ضرورت نہیں.... ہمارے پاس اس کی مرمت کے لئے فالتو پیسے نہیں ہیں.... ہاں اگر مرمت کروا کے دینے کا وعدہ کرو تو ضرور توڑ دو"۔ شوکی نے خوش ہو کر کہا۔

"زیادہ باتیں نہ بناؤ.... تم نہیں جانتے.... ہم کون ہیں.... اور نہ تم یہ جانتے ہو کہ تم لوگ کس مصیبت میں پھنس چکے ہو"۔

"تو پھر آپ مہربانی کر کے بتا دیں نا"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"بعد میں بتائیں گے.... پہلے دروازہ کھولو"۔

"پہلے آپ یہ بتائیں.... ہمارے والد اور والدہ کو آپ لوگوں نے باندھا تھا؟"

"ہاں باندھا تھا"۔

"ہم ان سے زیادتی کا بدلہ آپ سے لیں گے' اس بات کو لکھ لیں آپ"۔

"ہمارے پاس لکھنے کا وقت نہیں.... دروازہ کھول دو"۔

"اچھی بات ہے.... آفتاب دروازہ کھول دو"۔



"آپ نے پیروں میں مہندی لگا رکھی ہے کیا بھائی.... کہ آپ دروازہ نہیں کھول سکتے"۔

"اوہو.... کیا بدتمیزی ہے.... اشفاق تم دروازہ کھول دو"۔

"میں کیوں کھولوں.... آپ کیوں نہیں کھول دیتے"۔ اشفاق بولا۔

"ہم سمجھ گئے.... تم دروازہ نہیں کھولو گے.... چلو بھئی.... توڑ دو دروازہ"۔

اچانک گھرر گھرر کی آواز سنائی دینے لگی.... گویا کسی مشین کے ذریعے دروازہ کھولنے کی تیاری کر لی گئی تھی۔

"یہ.... یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں.... کیا یہی شرافت ہے؟" اخلاق نے چلا کر کہا۔

"نہیں.... یہ شرافت نہیں.... لیاقت ہے"۔ باہر سے ہنس کر کہا گیا۔

"آپ کا مطلب ہے.... دروازہ کاٹنے والا شخص لیاقت ہے"۔ رفعت بول اٹھی۔

"شوکی نے گھڑی کی طرف دیکھا.... ابھی پورے پانچ منٹ باقی تھے.... انہیں پانچ منٹ بہت مشکل محسوس ہو رہے تھے۔۔

"اب وہ اس جگہ سے ہٹ گئے اور سیڑھیوں پر آ گئے.... زینے کا دروازہ بند کر دیا گیا.... مطلب یہ کہ اگر وہ صدر دروازہ کاٹ بھی

ڈالتے تو اندر آنے کے بعد انہیں زینے کا دروازہ کاٹنا پڑتا... اور اس طرح انہیں پھر کچھ اور وقت لگتا۔

"میری پریشانی بڑھتی جا رہی ہے... کیوں نہ ہم چھتیں پھلانگ کر سڑک کے دوسری طرف نکل جائیں"۔ آفتاب نے کہا۔

"اس طرف سڑک پر بھی مجرم موجود ہوں گے"۔

"ہوں خیر... اب جو سمجھ میں آتا ہے کریں"۔

"آخر یہ چکر کیا ہے شوکی؟" مشتاق احمد بولے۔

"یہ چکر ہے... ایک امانت کا... اب اس امانت کی حفاظت کے چکر میں کہیں ہمارا سارا گھر نہ لوٹ پھوٹ جائے... ہمارے پاس تو مرمت کے لئے اتنے پیسے بھی نہیں ہوں گے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

اور پھر انہوں نے بیرونی دروازہ اندر کی طرف دھڑام سے گرنے کی آواز سنی۔

"وہ مارا... یہ دروازہ تو گیا"۔ باہر سے کسی نے نعرہ لگایا۔

"لیجئے... اب وہ گھر کا چکر لگا کر سیدھے زینے کی طرف آئیں گے"۔

"اور ہمارے پاس کتنے منٹ ہیں؟"

"دو منٹ اور لگیں گے انکل کاشان کے یہاں آنے میں"۔

"امید ہے... زینے والا دروازہ... دو منٹ میں نہیں کھلے گا"۔



"ان شاء اللہ"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

ایک منٹ بعد اس دروازے کو دھڑدھڑایا گیا۔

"تو تم اب اس دروازے کے دوسری طرف ہو"۔ کسی نے تیز آواز میں کہا۔

"جی ہاں! یہی بات ہے... اگر آپ کو کوئی اعتراض ہو تو ہم چھت پر چلے جاتے ہیں"۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا... ہماری مانو... دروازہ کھول دو... ہم تم سے نرم سلوک کریں گے... ورنہ بہت سختی سے پیش آئیں گے"۔

"اچھی بات ہے... لیکن پہلے یہ بتا دیں کہ کس قدر نرم سلوک کریں گے"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"بے ہودہ... بدتمیز"۔ باہر سے کسی نے چلا کر کہا۔

"یہ الفاظ آپ نے کس کی شان میں ادا فرمائے"۔ اشفاق نے خوش ہو کر کہا۔

"تم لوگوں کی... اور کس کی... یہ لوگ دروازہ نہیں کھولیں گے... کاٹ دو اس کو بھی"۔

"لیکن خیال رہے... مرمت آپ ہی کرا کر دیں گے... ہمارے پاس پہلے ہی آج کل بہت کم پیسے ہیں"۔

"فکر نہ کرو... ہم تو تمہاری بھی مرمت کریں گے"۔ باہر سے

www.urdukorner.com

غرا کر کہا گیا۔

"ہم میں تو خیر اس قدر ٹوٹ پھوٹ واقع نہیں ہوئی"۔

عین اس وقت پولیس کی گاڑیوں کا شور سنائی دیا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ پولیس۔۔۔ تو تم نے پولیس کو فون کر دیا تھا"۔

"اب ہم اور کیا کرتے۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ مرتے کیا نہ کرتے"۔ شوکی بولا۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ پھر ملاقات ہو گی۔۔۔ لیکن اس ملاقات کو تم یاد رکھو گے"۔

"چلئے خیر کوئی بات نہیں۔۔۔ ملاقات کو یاد رکھنے میں کوئی حرج نہیں"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

اور پھر باہر خاموشی چھا گئی۔۔۔ اس کے دو منٹ بعد انسپکٹر کاشان کی آواز گونجی۔

"شوکی تم لوگ کہاں ہو۔۔۔ ہم آ گئے ہیں"۔

"کیا واقعی انکل؟"

"کیوں۔۔۔ یہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"کک۔۔۔ کہیں دشمن آپ کی آواز میں بات نہ کر رہا ہو"۔

"ارے نہیں۔۔۔ یہ میں ہوں۔۔۔ وہ بھاگ نکلے۔۔۔ ہمیں نہیں معلوم تھا۔۔۔ وہ یہاں موجود ہوں گے۔۔۔ ورنہ پولیس کی گاڑیاں دور چھوڑ دیتے اور یہاں تک پیدل آتے"۔



"یہ اچھا نہیں ہوا انکل۔۔۔ ان کی گرفتاری بہت ضروری تھی"۔

یہ کہتے ہوئے شوکی نے دروازہ کھول دیا۔

"السلام علیکم"۔ انسپکٹر کاشان نے فوراً کہا۔

"وعلیکم السلام"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔۔۔ پھر شوکی نے کہا۔

"آپ بیرونی دروازے کا حشر دیکھ ہی چکے ہیں"۔

"ہاں بانکل۔۔۔ کیا یہ ان لوگوں نے کیا ہے۔۔۔ جو ابھی ابھی فرار ہوئے ہیں؟"

"تو اور کیا انکل ہم نے کیا ہے یہ سب۔۔۔ اور اس سے پہلے انہوں نے ہمارے والدین کو کرسیوں سے باندھا۔۔۔ ان کے منہ میں کپڑا ٹھونسا۔۔۔ سارے گھر کی تلاشی لی اور چلے گئے۔۔۔ اس وقت ہم گھر میں نہیں تھے۔۔۔ پھر ہم گھر آئے تو وہ لوگ پھر آ دھمکے۔۔۔ اور لگے دروازہ توڑنے۔۔۔ وہ تو شکر ہے۔۔۔ میں آپ کو ان کی آمد سے پہلے ہی فون کر چکا تھا۔۔۔ ورنہ وہ تو اس دروازے تک پہنچ چکے تھے۔۔۔ اور اگر چند منٹ اور آپ نہ آتے تو وہ یہ دروازہ بھی توڑ دیتے"۔

"لیکن بھئی۔۔۔ یہ لوگ تم سے چاہتے کیا ہیں؟"

"یہ بہت مشکل سوال ہے انکل۔۔۔ اور آپ کو پتا ہی ہے۔۔۔ ہم لوگ مشکل سوالات کے جوابات دیتے ہوئے بہت گھبراتے ہیں۔۔۔ ویسے کیا ۱۱۱ جیک روڈ کی طرف آپ کسی کو روانہ کر چکے ہیں"۔

"ہاں! جب ہم ادھر کے لئے نکلے تھے۔۔۔ اسی وقت ماتحت اس

www.urdukorner.com

طرف کے لئے روانہ ہو گئے تھے"۔

"مہربانی فرما کر پولیس اسٹیشن فون کر کے معلوم کریں.... وہاں سے کوئی رپورٹ ملی ہے یا نہیں"۔

"اچھی بات ہے.... لیکن تم نے بتایا نہیں کہ یہ چکر کیا ہے؟"

"پہلے آپ فون کر کے رپورٹ لے لیں"۔

"اچھی بات ہے"۔ یہ کہہ کر انسپکٹر کاشان فون کی طرف بڑھ گیا.... اس کے چہرے پر الجھن صاف نظر آ رہی تھی.... سلسلہ ملتے ہی اس نے کہا۔

"انسپکٹر کاشان بات کر رہا ہوں"۔

پھر دوسری طرف کی بات سنتا چلا گیا.... انہوں نے دیکھا.... اس کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا تھا.... آخر اس نے ریسیور رکھ دیا.... ان کی طرف مڑا' چند لمحے تک انہیں ٹک ٹکی باندھ کر دیکھتا رہا.... آخر بولا۔

"وہاں ایک عدد لاش موجود ہے.... اس شخص کو بہت بے دردی سے قتل کیا گیا ہے.... یوں لگتا ہے.... جیسے کوئی بہت پرانی دشمنی نکالی گئی ہے.... آخر یہ چکر کیا ہے شوکی.... تمہیں کس طرح پتا تھا کہ اس گھر میں کوئی واردات ہو چکی ہے"۔

"کیا آپ وہاں جائیں گے انکل"۔

"ہاں! جانا ہی پڑے گا.... [illegible] تو میں



تمہارے بلانے پر آ گیا ہوں.... ورنہ آج کل یہ علاقہ انسپکٹر جلالی نور کا ہے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... آیئے پھر چلیں.... اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہاں دو ماتحت چھوڑ دیں یا پھر ہمارے والدین کو کسی محفوظ جگہ بھجوا دیں"۔

"یہ زیادہ مناسب رہے گا شوکی.... وہ یہاں پھر آ سکتے ہیں.... اور دو آدمی کس طرح ان کا مقابلہ کریں گے.... میں ان دونوں کو فی الحال اپنے گھر بھیج دیتا ہوں.... میرا گھر پولیس اسٹیشن کے ساتھ ہی ہے.... یہ وہاں ہر طرح سے محفوظ رہیں گے"۔

"بہت بہت مہربانی انکل"۔

ان دونوں کو اس طرف روانہ کر کے وہ ۱۸۳ جیکب روڈ کی طرف روانہ ہوئے.... ایسے میں انسپکٹر کاشان نے کہا۔

"یار شوکی.... اب بتاؤ.... یہ سب کیا چکر ہے"۔

"سچ بات تو یہ ہے انکل کہ ہمیں نہیں معلوم.... چکر کیا ہے.... لیکن میں تفصیل سنا سکتا ہوں"۔

"خیر.... تم تفصیل ہی سناؤ"۔

"ایک شخص نے فون کیا تھا.... وہ ہمیں ایک امانت سونپنا چاہتا تھا.... اس نے پتا ۱۸۳ جیکب روڈ بتایا.... وہ کافی جلدی میں تھا.... ہم فوراً وہاں پہنچے.... اس نے ایک پیکٹ ہمارے حوالے کیا.... اور اس کی

www.urdukorner.com

حفاظت کرنے کا معاوضہ ہمیں پانچ ہزار ادا کیا۔۔۔ اس نے کہا تھا کہ کچھ مدت بعد وہ اپنی امانت ہم سے واپس لے لے گا۔۔۔ جب ہم وہاں سے نکل کر ٹیکسی میں بیٹھ رہے تھے انکل۔۔۔ اس وقت ایک بڑی گاڑی اس دروازے پر آ کر رکی اور اس میں سے دس کے قریب آدمی اترے۔۔۔ بس یہ دیکھ کر ہم خوف زدہ ہو گئے"۔

"پھر۔۔۔ پھر تم نے کیا کیا شوکی؟" انسپکٹر کاشان بے چین ہو گیا۔

"اس شخص نے ہم سے امانت کی رسید لکھوائی تھی۔۔۔ تاکہ وہ خود نہ آ سکے تو کسی کے ذریعے منگوا سکے۔۔۔ ہم نے سوچا۔۔۔ اب اس پر حملہ کرنے والے وہ رسید حاصل کر لیں گے اور سیدھے ہماری طرف آئیں گے۔۔۔ لہٰذا ہم گھر جانے سے پہلے ایک اور جگہ چلے گئے۔۔۔ وہ امانت وہاں چھپائی اور گھر آ گئے۔۔۔ لیکن حملہ آور وہاں پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔۔۔ البتہ وہ ہمارے والدین کو باندھ کر گھر کی تلاشی لے کر جا چکے تھے۔۔۔ اور دروازہ کھلا چھوڑ گئے تھے۔۔۔ کھلے دروازے دیکھ کر ہم بے تحاشا اندر کی طرف دوڑ پڑے، لیکن دروازے اندر سے بند کرنا نہیں بھولے تھے۔۔۔ پھر ہم نے آپ کو فون کر دیا۔۔۔ اسی وقت وہ لوگ پھر آ دھمکے۔۔۔ اور اگر آپ وقت پر نہ آ جاتے تو نہ جانے کیا ہوتا"۔

"وہ کیا چیز ہے"۔ یہ نہ پوچھیں انکل۔۔۔ اس لئے کہ وہ امانت ہے۔۔۔ اور وہ ہمیں جوں کی توں واپس کرنا ہے"۔

"لیکن شوکی۔۔۔ اب تم واپس کیسے کرو گے۔۔۔ وہ تو مارا جا چکا



ہے"۔

"یہ ضروری نہیں کہ مارا جانے والا وہی ہو"۔

"تو ابھی دیکھ لیتے ہیں شوکی"۔

آخر وہ ۱۸۴ جیک روڈ پر پہنچ گئے۔۔۔ یہ گھر اب پولیس کے گھیرے میں تھا۔۔۔ کچھ راہگیر دور کھڑے اس سمت میں دیکھ رہے تھے۔۔۔ انسپکٹر کاشان کو دیکھ کر ماتحتوں نے اسے سلام کیا۔۔۔ پھر انہیں اندر کی طرف لے چلے۔

اندر اسی کمرے میں۔۔۔ جس میں اس نے امانت ان کے حوالے کی تھی۔۔۔ اس کے جسم کے ٹکڑے پڑے تھے۔۔۔ پورا کمرہ خون کے لوتھڑوں سے داغ دار ہو چکا تھا۔۔۔ وہ لاش فونڈا ہی کی تھی۔۔۔ کوئی ٹکڑا کہیں پڑا تھا تو کوئی کہیں۔۔۔ اس قدر خوفناک قتل کی واردات انہوں نے زندگی میں پہلی بار دیکھی تھی۔۔۔ اور کمرے کے عین درمیان میں ایک خنجر پڑا تھا۔۔۔ خنجر کے دستے پر ایک انسانی کھوپڑی بنی ہوئی تھی۔۔۔ یعنی دستہ پیتل کا تھا اور اس پر کھوپڑی ابھری نظر آ رہی تھی۔

"اف مالک! اسے تو حد درجہ بے دردی سے مارا گیا ہے"۔ انسپکٹر کاشان کانپ گیا۔

"اس خنجر پر انگلیوں کے نشانات ضرور مل جائیں گے انکل۔۔۔ اس کمرے میں بھی خون آلود انگلیوں کے نشانات موجود ہیں۔۔۔ جس کا مطلب ہے۔۔۔ ان لوگوں کو اس بات کی بالکل پروا نہیں تھی کہ ان کی

انگلیوں کے نشانات پولیس کے ہاتھ لگ جائیں گے"۔

"ہاں شوکی..... میں سمجھتا ہوں..... تم فکر نہ کرو..... لیکن اب تم سخت خطرے میں ہو..... وہ امانت فوراً میرے حوالے کر دو..... تاکہ ہم اس کو کھول کر دیکھ لیں..... اب ظاہر ہے' اس نے اس قسم کی تو کوئی ہدایت نہیں دی تھی..... کہ اگر اس کی موت واقع ہو جائے تو یہ امانت فلاں شخص کو دے دینا"۔

"ہاں! اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی..... لہٰذا ہم اس کو کھول کر دیکھ سکتے ہیں..... اور پھر حالات کے مطابق قدم اٹھا سکتے ہیں"۔

"تب پھر پہلے ہم اپنا کام مکمل کر لیں"۔ یہ کہہ کر وہ ماتحتوں کی طرف بڑھ گیا..... عین اس وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی' وہ (illegible) طرح چونکے..... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر انسپکٹر کاشان فون کی طرف بڑھ گئے..... جونہی اس نے ریسیور اٹھایا' ایک کھردری آواز سنائی دی۔

"شوکی صاحب"۔

"شوکی..... تمہارا فون ہے"۔ اس نے کہا۔

"مم..... میرا..... کسی کو کیا پتا کہ ہم یہاں ہیں"۔

"او..... بات کر لو"۔

شوکی کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا..... اس نے کانپتے ہاتھوں سے ریسیور لے لیا۔



"شوکی بات کر رہا ہوں..... السلام علیکم"۔

"اس کمرے کی حالت تم نے دیکھی"۔

شوکی کو ایک دھچکا سا لگا..... دوسری طرف فونڈا کا قاتل موجود تھا..... آخر اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! دیکھ چکے ہیں"۔

"کیا تم چاہتے ہو..... تمہارا انجام بھی ایسا ہی ہو؟"

"یہ کوئی انسان کیسے چاہ سکتا ہے"۔

"تب پھر اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ وہ پیکٹ ہمارے حوالے کر دو..... جو فونڈا نے تمہارے پاس رکھوایا ہے"۔

"او..... وہ پیکٹ..... اچھا..... وہ ہم آپ کو کہاں پہنچائیں"۔ شوکی بولا۔

"چالاک بننے کی کوشش کی تو فونڈا سے بھی زیادہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاؤ گے..... پیکٹ کہاں ہے..... بس تم اتنا بتا دو..... باقی کام ہم خود کر لیں گے"۔

"افسوس! میں یہ نہیں بتا سکتا کہ پیکٹ کہاں ہے..... ہاں آپ بتا دیں..... پیکٹ کہاں پہنچانا ہے"۔

"اچھا شوکی..... اب تمہارا برا وقت آ گیا ہے"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا..... انسپکٹر کاشان فوراً آگے بڑھا..... ایک نمبر ڈائل کیا اور بولا۔

"ابھی ابھی اس نمبر پر فون کہاں سے کیا گیا تھا؟"

"ایک پبلک فون بوتھ سے سر"۔

"فون بوتھ کہاں ہے؟"

"جیک روڈ پر"۔

"کیا!!!" وہ چلا اٹھا۔۔۔ آنکھوں میں خوف جاگ اٹھا۔

"کک۔۔۔ کیا ہوا سر"۔ ایکس چینج میں بیٹھا شخص گھبرا گیا۔

"کک۔۔۔ کچھ نہیں"۔ یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"وہ کہیں دور سے بات نہیں کر رہا تھا۔۔۔ جیک روڈ کے فون بوتھ میں تھا۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔۔۔ وہ لوگ ہمارے آس پاس ہی ہیں"۔

"تب تو ہم سب خطرے میں ہیں"۔ آفتاب کا رنگ اڑ گیا۔

"ہاں! لیکن تم فکر نہ کرو"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر کاشان نے پولیس اسٹیشن فون کیا۔۔۔ چند ہدایات دیں۔۔۔ ماتحت اپنا کام کرنے میں مصروف رہے۔۔۔ جلد ہی وہاں پولیس کی کئی گاڑیاں آ گئیں۔

"چلو شوکی۔۔۔ یہاں ہمارا کام ختم ہو چکا ہے۔۔۔ تم میرے ساتھ ہی پولیس اسٹیشن چلو گے"۔

"یہ ٹھیک ہے انکل۔۔۔ لیکن کب تک"۔

"بھئی فی الحال تو چلو"۔ وہ مشکل سے مسکرایا۔



"آپ بھی بہت فکرمند لگتے ہیں"۔

"ہاں شوکی۔۔۔ میں ان لوگوں کی دلیری پر حیرت زدہ ہوں۔۔۔ ایک تو ان لوگوں نے انگلیوں کے نشانات بڑی دلیری سے یہاں چھوڑے ہیں۔۔۔ پھر بہت نزدیک سے فون کیا ہے۔۔۔ آخر یہ کون لوگ ہیں؟"

"جو کوئی بھی ہیں۔۔۔ بہت خطرناک ہیں۔۔۔ ان کا مطالبہ ہے۔۔۔ وہ پیکٹ میں ان کے حوالے کر دوں"۔

"وہ ایک قتل کر چکے ہیں شوکی۔۔۔ اگر بات صرف پیکٹ کی ہوتی تو ہم شاید ان کے حوالے کرنے کے بارے میں سوچ سکتے تھے۔۔۔ وہ بھی اس کو کھول کر دیکھنے کے بعد۔۔۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس پیکٹ میں ہمارے ملک کی کوئی چیز ہو۔۔۔ اور ہم کسی قیمت پر نہ دے سکیں"۔

"جی ہاں انکل۔۔۔ میں یہی کہنے والا تھا"۔ شوکی نے فوراً کہا۔

"اب انسپکٹر کاشان نے تمام پولیس والوں کو ہدایات دیں۔۔۔ انہیں احساس دلایا کہ باہر کس حد تک خطرہ ہے۔۔۔ لہٰذا وہ بالکل چوکس ہو کر یہاں سے روانہ ہوں گے اور سیدھے پولیس اسٹیشن پہنچیں گے۔۔۔ ان ہدایات کے بعد وہ گاڑیوں میں بیٹھ گئے اور یہ قافلہ پولیس اسٹیشن کی طرف روانہ ہوا۔۔۔ ان کا کسی نے تعاقب نہیں کیا۔۔۔ نہ حملہ ہوا۔

"وہ ایسے ہی گیدڑ بھبکی دے رہا تھا"۔ انسپکٹر کاشان مسکرایا۔

"نہیں انکل۔۔۔ ارے ہاں۔۔۔ آپ ذرا گھر تو فون کر لیں"۔

www.urdukorner.com

...ی کو اچانک خیال آیا۔

"یوں.... کیا بات ہے"۔

"میں اپنی امی جان اور ابا جان سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں.... وہ حملہ آوروں کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتے ہیں.... پہلے ہم نے فوندا کے گھر جانے کی جلدی میں اس طرف توجہ نہیں دی تھی"۔

"اوہ ہاں.... یہ بات ٹھیک ہے"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر کاشان نے گھر کے نمبر ملائے.... سلسلہ ملتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"یہ انسپکٹر کاشان کا گھر ہے.... آپ کو کس سے بات کرنا ہے؟"

انسپکٹر کاشان کے جسم کو ایک زبردست جھٹکا لگا.... وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا.... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

☆○☆

www.urdukorner.com



## دھم.... دھم.... دھم

"کک.... کیا ہوا انکل؟"

"وہ.... وہ لوگ اب میرے گھر میں موجود ہیں.... فوندا کے قاتل"۔

"نن نہیں"۔ وہ ایک ساتھ چلائے۔

"تو چلیں"۔

"لیکن انکل.... آپ کو پہلے ان سے فون پر بات کرنی چاہیے"۔

"میں کیا کہوں.... میرے تو ہوش اڑ گئے ہیں"۔

"حوصلہ رکھیں.... آپ فون پر ان سے بات تو کریں"۔

"اچھا"۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا اور پھر نمبر ملائے.... دوسری طرف سے پھر وہی الفاظ ادا کیے گئے۔

"یہ انسپکٹر کاشان کا گھر ہے.... آپ کس سے بات کرنا چاہتے ہیں"۔

"آپ سے"۔ اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"میں انسپکٹر کاشان بات کر رہا ہوں"۔

"اوہ! اب سمجھا.... تو انسپکٹر صاحب ہیں.... خیر.... فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

"دیکھو.... کسی فرد کو ہاتھ نہ لگانا.... تم چاہتے کیا ہو.... یہ بتاؤ"۔

"میں اب نہیں بتاؤں گا.... اس لئے کہ آپ لوگ جانتے ہیں"۔

"اچھا.... تم پیکٹ کی بات کر رہے ہو"۔

"نہیں تو.... میں نے تو اب پیکٹ کا لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا"۔

"اچھا ٹھیک ہے.... ہم پیکٹ لے کر آ رہے ہیں"۔

"نہیں.... تم لوگوں کو یہ بتانا ہو گا کہ پیکٹ کہاں ہے.... ہم وہاں سے خود پیکٹ وصول کریں گے.... اور اس طرف کا تو تم رخ بھی نہیں کرو گے.... اگر رخ کیا تو پھر یہاں ایک فرد بھی زندہ نہیں ملے گا.... ہر شخص کے جسم میں انسانی کھوپڑیوں والا خنجر پیوست ہو گا"۔

"نہیں نہیں.... خدا کے لئے کوئی غلط قدم نہ اٹھانا.... میں ابھی شوکی سے پوچھ کر بتاتا ہوں.... پیکٹ کہاں موجود ہے؟" یہ کہہ کر اس نے ریسیور پر ہاتھ رکھ دیا۔

اور شوکی برادرز کی طرف مڑا۔

"اب جب کہ شوکی.... امانت رکھوانے والا مر چکا ہے.... اور ہم



ان حالات میں گھر چکے ہیں.... تم بتا دو.... پیکٹ کہاں ہے"۔

"اچھی بات ہے انکل.... ہم اس پیکٹ کے لئے اتنا بڑا خطرہ کیوں مول لیں.... میں بتا دیتا ہوں"۔

"ایک منٹ بھائی جان.... اگر اس پیکٹ میں ہمارے ملک کا کوئی راز ہوا تو؟" آفتاب نے فوراً کہا۔

انہیں ایک جھٹکا سا لگا' اس بات کو وہ بھول ہی گئے تھے۔

"اس صورت میں ہم وہ پیکٹ ان کے حوالے نہیں کر سکتے"۔ انسپکٹر کاشان نے پرسکون آواز میں کہا۔

"تب پھر پہلے یہ فیصلہ ہو جانا چاہیے کہ اس پیکٹ میں کوئی ملکی راز تو نہیں ہے.... ہمارے ملک کی کوئی قیمتی چیز تو نہیں ہے"۔ آفتاب بولا۔

"ہاں! یہ بہت ضروری ہے"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر کاشان نے ریسیور پر سے ہاتھ اٹھا لیا.... وہی کھردری آواز سنائی دی۔

"ہاں انسپکٹر کاشان.... کیا پتا چلا؟"

"اس سے پہلے کہ ہم آپ کو بتائیں.... پیکٹ کہاں ہے.... ایک بات آپ ہمیں بتا دیں"۔

"اور وہ کیا؟"

"اس پیکٹ میں ہے کیا؟"

"واہ! یہ کسی کو کیسے بتایا جا سکتا ہے"۔ کھردری آواز میں ہنسی شامل ہو گئی۔

"اچھا تو پھر صرف اتنا بتا دیں.... کہ اس پیکٹ میں ہمارے ملک کا کوئی راز تو نہیں ہے.... یا ہمارے ملک کی کوئی قیمتی چیز تو نہیں ہے"۔

"نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں"۔

"اچھا! ایک منٹ ٹھہریں"۔

اب وہ پھر ان کی طرف مڑا۔

"اس کا کہنا ہے کہ اس میں ملک کی کوئی چیز نہیں ہے"۔

"لیکن انکل.... اس کی بات کا کیا اعتبار.... یہ لوگ بھلا کیوں سچ بولیں گے"۔

"ہاں! یہ بات بھی ہے.... تب پھر ہم کیا کریں"۔ انسپکٹر کاشان نے گھبرا کر کہا۔

"میرا خیال ہے.... ہم آئی جی صاحب کے سامنے یہ معاملہ کیوں نہ رکھ دیں"۔ آفتاب بولا۔

"یہ مناسب رہے گا"۔

"ایک بات یاد رکھئے.... معاملہ جب اوپر پہنچ جائے گا تو پھر پیکٹ کے بارے میں ان لوگوں کو کسی صورت میں نہیں بتایا جا سکے گا.... حکام پہلے یہ دیکھیں گے کہ اس میں ہے کیا اور دشمن یہی نہیں چاہتا کہ ہمیں پتا چلے.... اس میں کیا ہے؟"



"ہاں واقعی.... یہ بات بھی ہے"۔ شوکی نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"لیکن.... کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا.... اگر ہم نے آئی جی صاحب کے علم میں لائے بغیر کوئی قدم اٹھایا.... یا پیکٹ ان کے حوالے کر دیا اور بعد میں پتا چلا کہ اس پیکٹ میں کس قدر اہم چیز تھی.... تو پھر کیا ہو گا.... یہ سوچ لیں.... ہم پر غداری کا مقدمہ چلے گا"۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"میرا خیال ہے.... ہم آئی جی صاحب سے بات کر لیتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے.... لیکن پہلے تو اس شخص کو جواب دینا ہو گا"۔ رفعت نے منہ بنایا۔

"میں دیکھتا ہوں"۔ انسپکٹر کاشان نے کہا اور ریسیور سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"سنئے مسٹر.... ہم آپ کی زبان پر اعتبار نہیں کر سکتے.... ہم یہ معاملہ اپنے آئی جی صاحب کے سامنے رکھ رہے ہیں"۔

"جیسے تم لوگوں کی مرضی.... لیکن اس صورت میں تم وہ پیکٹ ہمارے حوالے کرنے کے قابل نہیں رہ جاؤ گے.... پیکٹ پھر تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے گا.... اور شوکی کے والدین.... اور تمہارے بیوی بچے تمہارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے.... میرا خیال ہے.... تمہاری ابھی ابھی شادی ہوئی ہے"۔

"نن نہیں"۔ انسپکٹر کاشان کانپ گیا۔

"تم لوگوں کے حق میں بہتر یہی ہے کہ تم پہلی فرصت میں ہمیں بتا دو.... کہ پیکٹ کہاں ہے.... یقین جانو' جونہی تم بتاؤ گے.... ہم اس گھر سے نکل کر اس طرف روانہ ہو جائیں گے.... اور ان لوگوں سے کوئی غرض نہیں رکھیں گے"۔

"اچھا میں پھر مشورہ کرتا ہوں".... دو منٹ بعد فون کروں گا"۔

"ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے.... اس طرف کوئی آتا نظر آیا تو ہم ان تینوں کے ٹکڑے اڑا دیں گے "جس طرح فونڈا کے اڑائے تھے"۔

"نن نہیں.... مسٹر سنئے.... ویسے آپ کا نام کیا ہے"۔

"میرا نام کیکڑا ہے.... کیوں.... نام سن کر خوشی ہوئی یا نہیں"۔

"کہ نہیں سکتا"۔ انسپکٹر کاشان نے جھلا کر کہا اور فون بند کر دیا.... اب اس نے فوراً آئی جی صاحب کے نمبر ملائے.... سلسلہ ملتے ہی وہ بولا۔

"سر.... ایک بہت سنگین مسئلہ ہے"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"شوکی صاحب وضاحت کریں گے"۔ اس نے گھبرا کر کہا اور ریسیور اسے تھما دیا.... وہ آئی جی سے کھل کر بات نہیں کر سکتا تھا"۔

"ہاں شوکی.... کہو.... کیا بات ہے.... اور دیکھو.... میرے پاس وقت بہت کم ہے.... مجھے ایک بہت اہم میٹنگ میں جانا ہے.... جب کہ



تیار ہونے کے لئے میرے پاس صرف پانچ منٹ باقی ہیں.... تم ان پانچ منٹ میں سے صرف نصف منٹ لے سکتے ہو"۔

"او کے سر.... میں کوشش کروں گا کہ نصف منٹ سے بھی پہلے اپنی بات ختم کر دوں"۔ یہ کہہ کر اس نے جلدی جلدی فونڈا کے فون آنے سے لے کر اس وقت تک کی کہانی سنا دی۔

"یہ.... یہ تم کیا کہہ رہے ہو شوکی.... ان لوگوں نے فونڈا کے جسم کے ٹکڑے کر ڈالے"۔

"ہاں سر.... اس میں ایک فیصد بھی غلط بیانی نہیں ہے"۔

"اور اب انسپکٹر کاشان کے گھر پر ان کا قبضہ ہے.... تمہارے والدین اور مسز کاشان ان کے قبضے میں ہیں اور وہ اس پیکٹ کا پتا چاہتے ہیں"۔

"ہاں! اب آپ حکم فرمائیں.... ہم کیا کریں"۔

"تم کچھ نہیں کرو گے.... جہاں ہو.... وہیں ٹھہرو.... میں میٹنگ میں جانے کا پروگرام کینسل کرتا ہوں.... اور ان لوگوں سے خود بات کرتا ہوں.... بلکہ تم انسپکٹر کاشان کے ساتھ میرے دفتر میں ہی آ جاؤ"۔

"یس سر بہتر"۔ اس نے کہا۔

اور پھر وہ آئی جی صاحب کے دفتر پہنچ گئے.... انہوں نے دیکھا.... وہ اندر بت بنے بیٹھے تھے۔

"کک.... کیا ہوا سر؟" انسپکٹر کاشان نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ..... یہ شوکی نے ہمیں کس مشکل میں ڈال دیا"۔ وہ بولے۔

"کیا کوئی اور بات ہو گئی سر"۔

"اس نے الٹی میٹم دیا ہے کہ اگر تین منٹ کے اندر اندر پیکٹ کا پتا نہ بتایا گیا تو وہ ان تینوں افراد کے جسموں کو ٹکڑوں میں بدل دیں گے"۔

"نن نہیں"۔ وہ چلائے۔

"اب اگر اس پیکٹ میں کوئی سرکاری راز ہے..... یا ملک کی کوئی اہم چیز ہے..... اور ہم نے پیکٹ ان کے حوالے کر دیا تو..... تو کیا ہو گا شوکی"۔

"سر..... مم..... میں..... میں کیا بتا سکتا ہوں..... کہ کیا ہو گا..... مجھے تو فی الحال یہ بات معلوم ہے کہ پیکٹ نہ دینے کی صورت میں کیا ہو گا"۔

"اچھا شوکی..... پہلے تو تم مجھے بتاؤ..... پیکٹ کہاں ہے..... ہم وہاں پہلے ہی اپنے آدمی روانہ کر دیتے ہیں"۔

"اوہ ہاں! یہ بالکل ٹھیک رہے گا سر"۔ انسپکٹر کاشان اچھل پڑا۔

"پیکٹ کرنل فارانی صاحب کے گھر میں موجود ہے..... آتش دان پر رکھے گل دان کے اندر"۔

"آئی جی صاحب نے فوراً ایک فون کیا اور کرنل فارانی کا پتا نوٹ کرواتے ہی کہا۔



"جس قدر جلد ممکن ہو..... اس گھر کو گھیرے میں لے لو..... کوئی اندر داخل نہ ہو..... میں بھی آ رہا ہوں"۔

"او کے سر"۔

اس کے بعد انہوں نے گھڑی کی طرف دیکھا..... تین منٹ پورے ہونے میں نصف منٹ باقی تھا..... لہٰذا انہوں نے نمبر ملائے اور بولے۔

"سنئے جناب! ہم آپ کو پیکٹ کا پتا بتا رہے ہیں"۔

"عقل مندی کر رہے ہیں یہ بتا کر"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"پیکٹ کرنل درانی کے گھر میں ہے..... پتا لکھ لیں"۔

"ہاں لکھوائیے..... اور یہ بھی بتائیں..... اس گھر میں پیکٹ کہاں ہے"۔

"آتش دان میں رکھے گل دان میں"۔ انہوں نے کہا اور پھر پتا لکھوا دیا۔

اس سے ایک منٹ پہلے محکمہ سراغرسانی کے کارکن کرنل فارانی کے گھر کی طرف روانہ ہو چکے تھے..... فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے۔

"میں بھی وہیں جا رہا ہوں..... انسپکٹر کاشان آپ بھی چلیں..... اور ہاں شوکی برادرز تم لوگ میرا خیال ہے دفتر میں ہی موجود رہو"۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہو گا سر کہ ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں"۔

"اچھا چلو"۔

وہ تیز رفتاری کے ریکارڈ قائم کرتے ہوئے آخرکار کرنل فارانی کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے... ان کے ماتحت کوٹھی کو گھیرے میں لئے کھڑے تھے... انسپکٹر کاشان نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"آپ کے آنے کے بعد یہاں کوئی آیا تو نہیں؟"

"جی نہیں... بالکل کوئی نہیں آیا"۔

"اندر سے کوئی باہر تو نہیں نکلا"۔

"جی نہیں"۔

"بہت خوب... تب تو یہاں خیریت ہے... میرت ہے... حملہ آوروں نے اس طرف کا رخ کیوں نہیں کیا؟"

"یہ کہہ کر آئی جی صاحب نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی... ایک منٹ بعد اندر سے کھردری آواز سنائی دی۔

"ہم سے جھوٹ بولا گیا ہے... ہم اندر موجود ہیں... کرنل فارانی اس وقت ہمارے قبضے میں ہے... آتش دان پر رکھے گل دان میں سے ہمیں وہ پیکٹ نہیں ملا... اب آپ لوگ بتائیں... پیکٹ کہاں ہے... ورنہ ہم کرنل فارانی کو اڑا دیں گے"۔

وہ سکتے میں آ گئے... آئی جی صاحب نے شوکی کی طرف دیکھا۔

"میں نے غلط بیانی نہیں کی تھی سر... میں نے پیکٹ گل دان میں ہی چھپایا تھا"۔



"تب پھر وہ اس میں سے ملا کیوں نہیں"۔

"یہ بات ہم کس طرح بتا سکتے ہیں"۔

"مسٹر... جو بھی تمہارا نام ہے... تم کرنل فارانی سے پوچھو... ہو سکتا ہے... انہوں نے ہمیں پیکٹ رکھتے دیکھ لیا ہو... اور پھر وہاں سے نکال کر کہیں اور رکھ دیا ہو"۔

"اوہ اچھا... ہم نے یہ بات ابھی تک کرنل صاحب سے نہیں پوچھی... اب پوچھتے ہیں"۔

قدموں کی آواز سنائی دی... گویا وہ اندر جا رہے تھے... ایک منٹ بعد آواز پھر ابھری۔

"کرنل فارانی یہ بات تسلیم کر رہے ہیں کہ انہوں نے شوکی برادرز کو پیکٹ گل دان میں رکھتے دیکھ لیا تھا... انہیں وہ جگہ غیر محفوظ محسوس ہوئی... لہٰذا ان کے جانے کے بعد انہوں نے پیکٹ وہاں سے نکال لیا۔

"بہت خوب! تب تو تمہارا یہ کہنا غلط ہو گیا کہ تم سے غلط بیانی کی گئی ہے"۔ آئی جی صاحب نے منہ بنایا۔

"ہاں! اب ہمارا پروگرام سنیں... آپ لوگ یہاں سے رخصت ہو جائیں... ہم کرنل صاحب سے صرف وہ پیکٹ حاصل کریں گے... اور انہیں کچھ نہیں کہیں گے، اگر انہوں نے پیکٹ ہمارے حوالے کیا تو پھر ضرور بات ان کے حق میں مضر ثابت ہو گی... اور اگر

یہاں سے رخصت نہ ہوئے.... تو بھی کرنل صاحب کے حق میں یہ بات خطرناک ہو گی.... اگر آپ کرنل کی زندگی چاہتے ہیں تو یہاں سے چلے جائیں"۔

"اچھی بات ہے.... ہم جا رہے ہیں"۔ آئی جی صاحب نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

انہوں نے شوکی برادرز اور اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور گاڑی کی طرف بڑھ گئے.... سب وہاں سے دور ہٹ آئے۔

"اف مالک! یہ سب کیا ہے.... آخر وہ ہم سے پہلے کرنل صاحب کے ہاں کس طرح پہنچ گئے"۔ آئی جی صاحب نے پریشان آواز میں کہا۔

"آپ کے آدمیوں سے سستی ہو گئی ہو گی سر.... کہ ان لوگوں نے آندھی اور طوفان کی طرح سفر کیا ہو گا"۔

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے.... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں"۔

"ناکہ بندی"۔ انسپکٹر کاشان نے فوراً کہا۔

"اوہ ہاں! یہ یہاں سے نکل کر بچ کر نہ جائیں"۔ آئی جی بولے۔

جلد ہی انہوں نے وائرلیس کے ذریعے احکامات نشر کر دیے۔

"پندرہ منٹ کے اندر اندر مکمل طور پر ناکہ بندی کر دی جائے



گی.... لیکن بھئی.... ان لوگوں کی کوئی گاڑی تو باہر کھڑی ہوئی ہے نہیں.... وہ جائیں گے کیسے؟" آئی جی صاحب نے چونک کر کہا۔

"اوہ.... ان کی گاڑی کی ایک جھلک ہم فونڈا کے گھر کے باہر دیکھ چکے ہیں.... ایسا لگتا ہے.... ان کا ڈرائیور انہیں کرنل صاحب کے دروازے پر اتارتے ہی آگے کہیں چلا گیا.... اب وہ وہاں ان کا انتظار کر رہا ہو گا"۔

"او.... انسپکٹر کاشان، شوکی کو جیپ میں بٹھا کر تیزی سے آس پاس کا چکر لگا ڈالو.... اگر ان کی گاڑی ہمیں نظر آ جاتی ہے.... تو پھر یہ لوگ نہیں جا سکیں گے"۔

"او کے سر.... آؤ شوکی تم بھی آ جاؤ"۔ انسپکٹر کاشان نے کہا۔

اب جیپ میں آس پاس کا چکر شروع ہوا.... لیکن ان کی بڑی گاڑی انہیں کہیں بھی نظر نہ آ سکی۔

"انکل کاشان! یہ لوگ عقل سے پیدل نہیں ہیں"۔

"ہاں! یہ بات تو اب میں نے بھی محسوس کر لی ہے.... بلکہ یہ ضرورت سے زیادہ چالاک ہیں"۔

"ہمیں اب کرنل صاحب کی کوٹھی سے زیادہ فاصلے پر نہیں رہنا چاہیے.... وہ لوگ آخر باہر تو نکلیں گے"۔

"زیادہ نزدیک بھی نہیں جا سکتے.... اس طرح وہ کرنل صاحب کو نقصان پہنچا سکتے ہیں"۔

"پتا نہیں... بے چارے انکل کا کیا ہوا ہو گا؟"

"اور انہیں اس حالت کو پہنچانے والے تم ہو شوکی"۔

"لیکن انکل... اس میں ہمارا کیا قصور"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

انسپکٹر کاشان سر ہلا کر رہ گیا... پھر کافی دیر گزر گئی... کرنل کی کوٹھی سے کوئی لٹکتا نظر نہ آیا... وہ بھی چکر کاٹ کر آئی جی کے پاس آ گئے تھے۔

وہ کرنل کے دروازے پر آئے... دستک دی تو جواب میں کوئی آواز سنائی نہ دی۔

"اب کیا کریں آخر ہم کب تک ان کے نکلنے کا انتظار کرتے رہیں گے"۔

"چلئے پھر... ایک بار پھر دستک دے کر دیکھ لیتے ہیں"۔

"اندر کوئی ہے؟" انسپکٹر کاشان نے چلا کر کہا۔

کوئی جواب نہ ملا... آخر سیڑھی لگائی گئی... اور اس کے ماتحت اس سیڑھی کے ذریعے اندر اتر گئے... پھر انہوں نے دروازہ کھول دیا... حملہ آوروں میں سے اندر کوئی نہیں تھا... پورا گھر الٹ پلٹ دیا گیا تھا... کرنل فارانی تو بستر پر بالکل بے ہوش پڑے تھے... ان کے ناک اور کانوں سے خون رس رہا تھا... ان کی حالت دیکھ کر وہ گھبرا گئے... نبض دیکھی تو چل رہی تھی... لہٰذا فوراً ڈاکٹر کو فون کیا گیا... کوٹھی کا جائزہ لیا گیا تو پتا چلا کہ وہ چھتوں کے راستے فرار ہوئے ہیں...



کافی دور ایک گھر کے افراد نے انہیں بتایا کہ وہ پستول دکھا کر ان کے گھر سے باہر نکلے تھے۔

"تت... تو... تو کیا وہ پیکٹ لے گئے؟" شوکی نے کانپ کر کہا۔

"حالات تو یہی بتا رہے ہیں"۔

ڈاکٹر نے آ کر کرنل صاحب کا معائنہ کیا... انجکشن دیئے... مرہم پٹی کی... ایک گھنٹے کے انتظار کے بعد آخرکار انہوں نے آنکھیں کھول دیں... چند لمحے تک تو وہ خالی خالی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھتے رہے پھر دھیمے انداز میں مسکرا دیئے۔

"ہمیں افسوس ہے انکل... یہ سب ہماری وجہ سے ہوا"۔

"نہیں... یہ میری وجہ سے ہوا"۔ وہ بولے۔

"جی... کیا مطلب"۔

"جب تم آئے تھے تو تمہارے چہروں پر عجیب سے تاثرات تھے... پھر تم نے آج تک کبھی چائے کی فرمائش نہیں کی... بلکہ میرے کہنے کے باوجود تم کبھی چائے نہیں پیتے... لیکن آج تم نے خود چائے کی فرمائش کی تھی... لہٰذا میں نے جان لیا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے... اس لئے میں نے تمہیں وہ پیکٹ رکھتے دیکھ لیا تھا... اور تم لوگوں کے جانے کے بعد اس کو وہاں سے نکال کر دیکھا تھا... پھر میں نے سوچا... کہیں کچھ لوگ اس پیکٹ کی تلاش میں نہ آ جائیں... لہٰذا میں نے پیکٹ کو کہیں اور چھپا دیا... جب وہ لوگ یہاں آ دھمکے... اس وقت

مجھے بہت خوشی ہوئی.... کیونکہ انہوں نے اندر آتے ہی پہلے تو مجھے جکڑ لیا.... پھر آتش دان پر رکھے گل دان کو دیکھا بھالا.... لیکن پیکٹ وہاں کہاں تھا.... اب انہوں نے مجھ پر سختی شروع کی.... میں نے ہونٹ سی لئے.... اور آخر میں بے ہوش ہو گیا.... انہوں نے میرے سر پر بھی چوٹیں ماری تھیں.... ان چوٹوں سے میرے ناک اور کانوں سے خون بہنے لگا.... پتا نہیں.... وہ کس انداز کی چوٹیں تھیں.... خاص طریقے سے وہ ہاتھ چلا رہا تھا.... اس وقت آپ لوگ پہنچ گئے.... ورنہ سر پر چوٹیں مارنے کا سلسلہ نہ جانے کب تک جاری رہتا.... اس کے بعد میں بے ہوش ہو گیا.... مجھے نہیں معلوم.... انہوں نے مجھے ہوش میں لانے کی کوئی کوشش کی یا نہیں"۔

"گویا آپ نے انہیں پیکٹ کا پتا نہیں بتایا تھا"۔ شوکی نے پرجوش انداز میں کہا۔

"بالکل نہیں"۔ وہ بولے۔

"وہ مارا.... تب تو پیکٹ وہیں ہو گا.... جہاں آپ نے اس کو چھپایا تھا"۔

"ہاں بالکل.... وہ اس تک نہیں پہنچ سکتے تھے' میرے گھر میں کچھ خفیہ جگہیں ہیں"۔

"تب پھر آپ ہمیں بتائیں.... پیکٹ کہاں ہے.... اب ہم جلد از جلد اس کو دیکھ لینا چاہتے ہیں.... تاکہ یہ جھگڑا ختم ہو جائے"۔



"بہت بہتر.... میرے سیف میں ایک خفیہ خانہ ہے.... اس کا تالا بھی خفیہ ہے.... میں ابھی کھول کر پیکٹ نکال کر دیتا ہوں"۔

"کیا آپ اس حالت میں اٹھ سکیں گے"۔

"ہاں کیوں نہیں.... آپ فکر نہ کریں"۔

وہ اٹھے اور اسی کمرے میں رکھے سیف تک گئے.... انہوں نے سیف کا دروازہ کھولا.... پھر اندر موجود خفیہ خانے کو کھولا.... دوسرے ہی لمحے ان کے ہاتھ میں پیکٹ نظر آیا.... اور عین اس لمحے انہوں نے یہ آوازیں سنیں۔

"دھم.... دھم.... دھم"۔

☆○☆

www.urdukorner.com

# بے آواز پستول

دھم... دھم... دھم کی یہ آوازیں کچھ لوگوں کے کودنے کی تھیں... اور یہ آوازیں چھت کی طرف سے آئی تھیں... جب تک وہ کچھ سمجھتے... یا سنبھلتے... ان کے گرد آٹھ کے قریب آدمی آ کھڑے ہوئے... ان کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں... اور ان کے رخ ان کی طرف تھے۔

"ہم میں سے ایک دروازے پر موجود ہے... اور دوسرا چھت پر... کہو... کیسی رہی؟"

"لیکن... تم لوگ تو چلے گئے تھے"۔

"جس محلے دار نے آپ کو یہ بتایا کہ ہم لوگ اس کے گھر سے ہو کر گئے ہیں... اس نے غلط بتایا تھا اور ایسا بتانے کے لئے اسے ہم نے ہی کہا تھا... اس لئے کہ اس کے بیوی بچے اس وقت ہماری زد میں تھے... اگر وہ یہ کہتا کہ ہم لوگ ابھی تک اس کے گھر موجود ہیں... تو اس کے بیوی بچے اسے زندہ نہ ملتے... پھر آپ لوگوں کو ہم نے کرنل صاحب کے گھر میں داخل ہوتے چھت پر سے دیکھ لیا... اور ہم واپس



یہاں آ گئے... اس لئے کہ واپس آنا کچھ مشکل نہیں تھا... اب یہ پیکٹ آپ ہمیں دے دیں... یہ آپ کے کام کا نہیں... البتہ ہم اس سے بہت کام لے سکتے ہیں"۔ یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا... پیکٹ ابھی تک کرنل کے ہاتھ میں تھا... انہوں نے ایک نظر سب پر ڈالی اور پھر اچانک پیکٹ کو سیف میں پھینک کر دروازے کو ایک ٹھوکر رسید کر دی... دروازہ گھٹ سے بند ہو گیا۔

"یہ آپ نے کیا کیا کرنل؟" کھردری آواز والے نے کہا۔

"وہی... جو مجھے کرنا چاہیے تھا"۔

"لیکن اس کام کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا"۔

"کیا مطلب... انسپکٹر کاشان نے چونک کر کہا۔

"باہر والے اب اندر نہیں آ سکتے... اندر والے ہماری زد پر ہیں... پیکٹ تو اب ہم اس سیف سے ویسے بھی نکال لیں گے... اور پھر ہم اسی راستے سے نکل جائیں گے... یعنی اسی پڑوسی کے گھر سے... وہاں ابھی ہم اپنے ایک آدمی کو چھوڑ آئے ہیں... اور گھر کے افراد اس کی زد پر ہیں"۔

"آخر اس پیکٹ میں کیا ہے... آپ لوگ کون ہیں... کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے"۔ آئی جی بولے۔

"سچ بات تو یہ ہے آئی جی صاحب... کہ پیکٹ میں کیا ہے... یہ بات ہمیں بھی نہیں معلوم"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"بس.... ہمیں تو صرف اتنا حکم ملا تھا.... کہ ۱۴ چیک روڈ پر رہائش پذیر ایک شخص کے قبضے میں ایک پیکٹ ہے.... وہ ہر قیمت پر اس سے حاصل کرنا ہے.... جب ہم وہاں پہنچے تو وہ احمق انسان پیکٹ شوکی برادرز کے حوالے کر چکا تھا.... اس کی جیب میں وہ رسید تھی جو اس نے شوکی برادرز سے لکھوائی تھی.... لہٰذا ہم ان کے گھر پہنچ گئے.... لیکن یہ لوگ وہاں سے اپنے گھر نہیں پہنچے تھے.... لہٰذا یہ پیکٹ ہم وہاں بھی تلاش نہیں کر سکے.... یہ ہے کہانی"۔

"لیکن.... تم لوگوں کو فوجا کو جان سے مارنے کی کیا ضرورت تھی.... جب کہ اس کی جیب سے وہ کاغذ تمہیں مل گیا تھا"۔

"اپنے راستے میں آنے والوں کو ہلاک کرنا ہمارا شوق ہے.... اور یہ جو آپ ہمارے چہرے دیکھ رہے ہیں.... یہ ہمارے اصل چہرے نہیں ہیں.... میک اپ میں ہیں ہم.... لہٰذا آپ لوگ ہمیں تلاش کرنے کی کوشش نہ کریں"۔

"اگر چہرے چھپانے کی ضرورت تم لوگ محسوس کرتے ہو تو انگلیوں کے نشانات کیوں چھوڑتے پھر رہے ہو"۔ شوکی نے جل بھن کر کہا۔

"ہاہاہا.... وہ نشانات.... ہماری انگلیوں پر ایسے دستانے ہیں.... نظر نہ آنے والے دستانے.... جلد کی رنگت کے دستانے.... جن پر انگلیوں



پر پائی جانے والی لکیروں جیسی لکیریں ہیں.... وہ نشانات ان لکیروں کے تھے.... نہ کہ ہمارے ہاتھوں کی انگلیوں کے.... ابھی جب ہم یہاں سے پیکٹ لے کر رخصت ہو جائیں گے.... تو آپ لوگوں کے پاس ہمارا کوئی ریکارڈ نہیں رہے گا"۔

"ہوں.... خیر.... دیکھا جائے گا.... ہم تم لوگوں کو اب جانے ہی کیوں دیں گے"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"اور آپ ہماری گاڑی تلاش کرتے رہے ہیں.... ہم اتنے عام لوگ نہیں ہیں.... جو ایسی غلطیاں کرتے پھریں.... بلکہ آپ لوگ تو ہمارے مقابلے میں بالکل بچے ہیں"۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا۔

"تم لوگوں نے ابھی تک سیف پر اپنا کام شروع نہیں کیا"۔

"باس"۔

جلد ہی ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک الیکٹرک کٹر نظر آیا.... اس کا سوئچ الیکٹرک بورڈ میں لگا کر اس نے سیف کاٹنا شروع کر دیا.... ان کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی.... حالات پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ اب یہ لوگ اس پیکٹ کو لے جانے میں کامیاب ہو جائیں گے اور وہ سب کے سب ہاتھ ملتے رہ جائیں گے.... آخرکار سیف میں اتنا بڑا سوراخ ہو گیا کہ اس میں سے ہاتھ اندر ڈالا جا سکے.... سوئچ آف کر کے انہوں نے سوراخ والی جگہ کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کیا.... اور پھر

ہاتھ اندر ڈال کر پیکٹ نکال لیا۔

"بہت محنت کرنا پڑی اس کے لئے.... اچھا جناب.... اب ہم آپ لوگوں سے رخصت ہوتے ہیں.... مہربانی فرما کر آپ لوگ ایک طرف ہو جائیں"۔

"جانے سے پہلے کم از کم اتنا بتا دیں.... اس پیکٹ میں کیا ہے"۔

"ہم بتا چکے ہیں.... کم از کم ہمیں نہیں معلوم.... ہمیں تو بس حکم ہوا اور ہم حرکت میں آ گئے.... ویسے بھی ہم اس چکر میں نہیں پڑتے کہ ہمیں فلاں حکم کیوں ملا ہے.... ہم تو بس عمل کرنا جانتے ہیں"۔

"ہوں.... ٹھیک ہے.... ہم نے بھی اپنی پوری کوشش کی.... ہم اور کر ہی کیا سکتے ہیں"۔

اچانک آفتاب نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور پیکٹ باس کے ہاتھ سے اچک کر دوڑ پڑا.... اس نے یہ کام اس قدر تیزی سے کیا کہ وہ سب دھک سے رہ گئے.... اور جب تک ہوش میں آتے' وہ دوسرے کمرے میں جا کر دروازہ بند کر چکا تھا.... یہ اس مکان کی دوسری منزل تھی.... اب آفتاب نے چیخ کر کہا۔

"انکل کاشان! اپنے ماتحتوں کو فوراً نیچے بھیجیں.... میں کھڑکی کے ذریعے پیکٹ نیچے پھینک رہا ہوں.... بلکہ یہ لیجئے.... میں نے نیچے



پھینک دیا"۔ یہ کہہ کر اس نے کمرے میں پڑا ایک خالی ڈبہ نیچے پھینک دیا۔

"دوڑو.... نیچے.... پولیس والوں سے پہلے پہنچو"۔ غنڈوں کے انچارج نے پوری قوت سے چلا کر کہا۔

"تم لوگ بھی دوڑ پڑو.... منہ کیا دیکھ رہے ہو"۔ آئی جی چلائے۔

ادھر آفتاب بہت تیزی سے ایک کام کر رہا تھا.... جلد ہی اس نے کوئی چیز نیچے پھینک دی اور پھر دروازے پر آ کر بولا۔

"سر.... آپ کمرے کے باہر موجود ہیں؟"

"ہاں تو اور کہاں ہونا چاہیے مجھے"۔ آئی جی صاحب کی جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا میں دروازہ کھول سکتا ہوں"۔

"نہیں.... ابھی تم اندر ہی رہو"۔

"لیکن ان لوگوں کے اوپر آنے میں اب دیر نہیں لگے گی.... مجھے ان سے پہلے ادھر ادھر ہونا ہے"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"ان بدمعاشوں میں سے تو یہاں کوئی نہیں ہے"۔

"نہیں.... سب کے سب نیچے جا چکے ہیں.... انسپکٹر کاشان اور ان کے سب ماتحت بھی نیچے دوڑ لگا گئے ہیں"۔

"بہت بہت شکریہ..... تب مجھے دروازہ کھول کر باہر آ جانا چاہیے..... اس لئے کہ میں نے اصل پیکٹ نیچے نہیں پھینکا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔

"کیا مطلب؟" وہ اچھل پڑے..... آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

"مطلب یہ کہ ایک نقلی پیکٹ بنا کر نیچے پھینک دیا تھا"۔

"لیکن اندر داخل ہوتے ہی تم نے پیکٹ کیسے بنا لیا؟"

"پہلے خالی ڈبہ نیچے پھینکا تھا..... پھر جلدی جلدی پیکٹ بنایا اور پھینک دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے..... اصل پیکٹ کہاں ہے؟"

"مم..... میرے پاس"۔

"آؤ آفتاب! اب ہم یہاں نہیں ٹھہر سکتے"۔

"لیکن سر..... نکلنے کا راستا ایک ہی ہے..... ہمیں سڑک کی طرف سے ہی جانا ہو گا"۔

"تب پھر کیا کریں؟"

"اب وہ کھلی جگہ پر ہیں..... آپ انسپکٹر کاشان کو حکم دیں..... انہیں شوٹ کر دیا جائے"۔

"اوہ ہاں..... واقعی..... آئی جی تو تمہیں ہونا چاہیے تھا"۔ وہ خوش ہو کر بولے۔



اور پھر انہوں نے کھڑکی میں سے سر نکال کر بلند آواز میں کہا۔

"انسپکٹر کاشان..... پیکٹ کی فکر چھوڑو..... پیکٹ اوپر ہے..... تم دروازے پر آ کر مورچہ سنبھال لو..... اور تمہارے ماتحت بھی..... دشمنوں کو بھون ڈالو..... لیکن خیال رہے..... کوئی را گیر زد میں نہ آ جائے"۔

انسپکٹر کاشان نے یہ الفاظ سنے اور اپنے ماتحتوں کو حکم دیتا ہوا دروازے کی طرف دوڑ پڑا..... ادھر غنڈوں نے بھی یہ بات سن لی..... وہ ابھی تک نقلی پیکٹ تلاش نہیں کر پائے تھے..... وہ بھی نہ جانے کہاں گرا تھا..... کہ ان میں سے کسی کو مل نہیں سکا تھا..... اس دوران شوکی برادرز بھی ادھر ادھر ہو گئے تھے..... اور جب انہوں نے سنا کہ پیکٹ اوپر ہے تو وہ اس مکان سے دور ہوتے چلے گئے..... تاکہ دشمن ان پر قابو پا کر پھر سے پیکٹ وصول کرنے کی دھمکی دینے کے قابل نہ ہو جائے۔

اور پھر وہاں فائرنگ شروع ہو گئی..... دونوں طرف سے دھڑا دھڑ گولیاں چلنے لگیں..... آئی جی صاحب نے وائرلیس کے ذریعے مزید فورس منگوا لی..... جس کے آنے میں صرف چند منٹ لگے..... اور پھر حملہ آور چاروں طرف سے گھر گئے..... پندرہ منٹ بعد وہ سب شدید زخمی حالت میں گرفتار کر لئے گئے..... ان کا اسلحہ ان سے لے لیا گیا۔

"آفتاب! تمہارا کارنامہ زندگی بھر یاد رہے گا"۔ آئی جی نے تعریف کی۔

"شکریہ انکل"۔ اس نے شرما کر کہا۔

"اب ہم فوراً دفتر چلیں گے..... تاکہ اس پیکٹ کو کھولا جا سکے"۔

پولیس کی گاڑیوں میں وہ دفتر روانہ ہوئے..... ان کے آگے پیچھے بھی پولیس کی گاڑیاں تھیں..... کیونکہ ان کے قبضے میں ایک بہت اہم چیز آ چکی تھی..... اور اس چیز کو واپس لینے کی کوشش ہو سکتی تھی..... ظاہر ہے..... ان دس آدمیوں کو بھیجنے والا بھی تو کوئی تھا..... جسے یہ لوگ باس کہہ کر پکارتے تھے..... ان لوگوں کو بھی ساتھ ہی دفتر لایا گیا تاکہ پوچھ گچھ کی جا سکے..... اور پھر وہ سب آئی جی کے دفتر میں جمع ہو گئے۔

"لاؤ بھئی..... اب ذرا پیکٹ تو کھولیں"۔

آفتاب نے اپنے کپڑوں کے اندر سے پیکٹ نکال کر دے دیا..... پیکٹ کتاب سائز کا تھا..... اور اس پر کاغذ بھی خوب اچھی طرح لپٹے ہوئے تھے..... آئی جی صاحب نے کاغذ اتارنا شروع کیے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی..... انہوں نے فوراً ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"ہیلو!" ایک بہت مدھم سی آواز ان کے کانوں میں آئی..... لیکن انہیں یوں لگا جیسے آواز تیر کی طرح کان میں چبھی ہو۔

"کون؟" وہ بولے۔

"جن دس آدمیوں کو آپ نے گرفتار کیا ہے..... ان کا باپ"۔

"اوہ اچھا..... تو وہ آپ کے بیٹے ہیں"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔ اس نے کہا۔



"ان کا معاملہ تو اب عدالت میں ہی حل ہو گا"۔

"عدالت میں جانے سے پہلے اگر آپ میری بات سن لیں گے تو فائدے..... بلکہ بہت فائدے میں"۔ اس نے کہا۔

"کیا مطلب؟" آئی جی چونکے۔

"آپ اس پیکٹ کے بدلے میں کیا چاہتے"۔

"جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ پیکٹ میں کیا ہے..... میں کچھ نہیں کہہ سکتا"۔ وہ بولے۔

"نہیں..... میں کہہ سکتا"۔ اس نے کہا۔

"یہ آپ جملہ بار بار درمیان میں کیوں چھوڑ دیتے ہیں"۔

"میں اتنے ہی جملے بولتا ہوں..... ہاں تو میں اس پیکٹ کے آپ کو ایک کروڑ دے سکتا ہوں"۔ اس نے کہا۔

"کیا کہا"۔ وہ حیرت زدہ رہ گئے

"کیوں..... اتنی بڑی رقم سن کر منہ میں پانی"۔

"نن نہیں..... یہ بات نہیں..... میرے منہ میں پانی نہیں آیا"۔

"پانچ کروڑ کے بارے میں کیا خیال ہے"۔

"نہیں..... ہرگز نہیں"۔ وہ چلائے۔

"میں پہلے ہی جانتا..... آپ نہیں مانیں..... خیر..... دس کروڑ"۔ وہ ہنسا۔

"بھئی مذاق نہ کریں پہلے یہ بتائیں..... آخر اس پیکٹ میں ہے

کیا؟"

"افسوس! یہ بات تو خود مجھے بھی نہیں معلوم"۔

"کیا مطلب.... اگر آپ کو یہ بات معلوم نہیں.... تو آپ کو کیسے پتا چلے گا کہ جو پیکٹ ہم نے آپ کے حوالے کیا ہے.... وہ وہی ہے جس کی آپ لوگوں کو تلاش ہے"۔

"اس پیکٹ کی ایک پہچان"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ اچھا.... اور وہ پہچان کیا ہے؟"

"نہیں بتا سکتا.... ہاں تو دس کروڑ"۔

"نہیں.... نہیں نہیں"۔

"بیس کروڑ"۔

"ہرگز نہیں.... تم مجھے خرید نہیں سکتے"۔

"او کے پچاس کروڑ.... یعنی آدھا ارب"۔

"ناممکن.... ایک ارب میں بھی نہیں.... اور سو ارب میں بھی نہیں.... ہاں اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں ہمارے مطلب کی کوئی چیز نہیں' ہمارے ملک کا کوئی راز نہیں.... تو میں حکومت کے خزانے میں اضافہ کرنے کے لئے سودا ضرور کر سکتا ہوں.... اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں لوں گا"۔

"مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ آپ یہ کہیں.... خیر.... میں ایک رخی چال چلنے کا عادی نہیں' کئی کئی رخ سے چال چلتا.... آپ اپنے گھر



ایک فون"۔

"لک.... کیا مطلب؟" آئی جی صاحب زور سے اچھلے.... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"پہلے ایک فون"۔ وہ ہنسا۔

انہوں نے فون بند کر دیا.... اور جلدی جلدی گھر کے نمبر ڈائل کئے.... ان کی پیشانی پر پسینہ آ گیا تھا.... گھنٹی بجتے ہی کسی نے ریسیور اٹھا لیا اور ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

"یہ آئی جی صاحب کا گھر ہے.... آپ کو کس سے بات کرنا ہے؟"

ان کا دل بیٹھنے لگا.... کیونکہ یہ آواز ان کے گھر کے کسی فرد کی ہرگز نہیں تھی۔

"تم کون ہو.... آئی جی انوار عالم بات کر رہا ہوں"۔

"اوہ سر.... یہ آپ ہیں.... ہم ہیں آپ کے خادم.... ہمارے باس نے غالباً آپ کو ابھی ابھی فون کیا ہے اور آپ نے ان کی بات کی تصدیق کرنے کے لئے گھر فون کیا ہے.... آپ کے دونوں گارڈ اس وقت ہمارے سامنے ہتھے چڑھے ہیں.... آپ کے بیوی بچوں کو تو باندھنے کی ضرورت ہی نہیں.... وہ تو بھیگی بلی بنے' کمرے کے کونے میں بیٹھے بری طرح کانپ رہے ہیں.... اب ہمارے لئے کیا حکم ہے"۔

"ان میں سے کسی کے جسم پر اگر خراش بھی آئی تو میں تم

لوگوں سے نبٹ لوں گا"۔

"آپ خراش کی بات کرتے ہیں آئی جی صاحب.... اگر ہمارے باس حکم دے دیں نا.... تو ہم ان کے اتنے ٹکڑے کریں گے کہ آپ گن نہیں پائیں گے.... بس حکم کی دیر ہے.... آپ پہلے باس سے بات کریں.... ہم پر رعب ڈال کر آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا"۔

"اچھی بات ہے"۔ انہوں نے اپنی آواز پر قابو پاتے ہوئے کہا اور فون بند کر دیا.... فوراً ہی گھنٹی بجی.... انہوں نے پھر ریسیور اٹھا لیا.... باس کہہ رہا تھا۔

"ایک طرف پچاس کروڑ.... دوسری طرف آپ کے بیوی بچے.... دونوں چیزوں سے ہاتھ دھو کر اگر آپ پیکٹ ہی اپنے پاس رکھنا چاہتے.... تو آپ کی مرضی' لیکن یہ پیکٹ آپ کے کسی کام کا نہیں.... چلئے.... یہ گارنٹی دیتا.... کہ اس میں آپ کے ملک کا کوئی راز نہیں"۔

"تمہاری زبان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا.... پہلے ہم اس پیکٹ کو کھول کر دیکھیں گے.... پھر فیصلہ کریں گے.... دوسرے یہ کہ تم بہت جھوٹے ہو"۔

"میں اور جھوٹا.... اس کا ثبوت"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"ابھی ابھی تم نے خود کہا تھا کہ تمہیں نہیں معلوم.... اس پیکٹ میں کیا ہے.... تب پھر تمہیں یہ کیسے معلوم کہ اس میں ہمارے ملک کا کوئی راز نہیں ہے"۔



"یہ تو معلوم.... یہ نہیں معلوم کہ کیا"۔ اس نے کہا۔

"ہم پہلے پیکٹ کھول کر دیکھیں گے.... بس"۔

"گویا تم اپنے بیوی بچوں کی جانیں قربان کر رہے ہو"۔

"میں اپنے فرض سے غداری نہیں کر سکتا.... اب جو تم کرنا چاہو.... کر لو"۔

"یہ کہنا آسان.... اک بات اور.... پیکٹ تو ہم پھر بھی حاصل کر لیں"۔

"دیکھا جائے گا.... کوشش کر لو"۔ انہوں نے کہا.... پھر کمرے میں موجود ایک ایس پی سے بولے۔

"آپ فوراً میرے گھر کے گرد گھیرا ڈال دیں.... ان میں سے کوئی بچ کر نہ جائے.... میرے بیوی بچے زندہ بچتے ہیں یا نہیں.... لیکن یہ لوگ جانے نہیں چاہئیں"۔

"آپ فکر نہ کریں سر.... ایسا ہی ہو گا"۔

ایس پی فوراً کمرے سے نکل گئے.... اب وہ پرسکون انداز میں پیکٹ کی طرف متوجہ ہوئے.... عین اس لمحے بم کا ایک دھماکا ہوا.... ساری عمارت ہل گئی.... وہ سب بوکھلا کر اٹھے اور باہر کی طرف دوڑ پڑے.... اس حالت میں بھی آئی جی صاحب پیکٹ کو اپنے میز کی دراز میں رکھنا اور دراز کو تالا لگانا نہیں بھولے تھے.... پھر وہ بھی باہر نکل آئے.... عمارت کے ایک طرف آگ لگ چکی تھی.... اور ایک کمرہ بری

طرح سے ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا تھا..... ملازمین بھگدڑ کا شکار ہو چکے تھے..... ملبے کا ڈھیر ہو جانے والے کمرے میں عملے کے آدمی بھی موجود تھے جو یقیناً ملبے میں دبے ہوئے تھے..... اس بات نے لوگوں پر اور بھی گھبراہٹ طاری کر دی..... ایسے میں فائر بریگیڈ والے پہنچ گئے..... انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا..... شوکی برادرز اور انسپکٹر کاشان ایک دوسرے کے نزدیک آتے چلے گئے..... ایسے میں انہوں نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں..... آئی جی صاحب کہیں نظر نہ آئے۔

"آئی جی صاحب نظر نہیں آ رہے..... کہیں وہ کمرے میں ہی تو نہیں رہ گئے؟" شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

"دھماکے کے فوراً بعد وہ کمرے سے نہیں نکلے تھے..... البتہ صرف آدھے منٹ بعد میں نے انہیں نکلتے دیکھا تھا"۔ انسپکٹر کاشان نے کہا۔

"تب پھر..... وہ کہاں ہیں؟" آفتاب بولا۔

انہوں نے ادھر ادھر غور سے دیکھنا شروع کیا..... لیکن وہ کہیں نظر نہ آ سکے..... اب تو ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

"انکل..... جب وہ باہر نکلے..... ان کے ہاتھ میں پیکٹ تھا یا نہیں"۔

"میں نے دیکھا نہیں"۔ انسپکٹر کاشان نے فوراً کہا۔

"اوہ اوہ"۔ شوکی نے بوکھلا کر کہا اور پھر ان کے کمرے کی طرف



دوڑ لگا دی..... باقی بھی دوڑ پڑے..... کمرے میں میز کی دراز کو تالا لگا ہوا تھا۔

"پیکٹ اگر اس دراز میں ہے..... تب تو ٹھیک ہے..... ورنہ پھر پیکٹ وہ ساتھ لے گئے ہیں..... اور یہ انہوں نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے"۔

"پہلے تالا کھولا جائے"۔ انسپکٹر کاشان بولے۔

ایک ماسٹر کی سے تالا کھولا گیا..... پیکٹ کو اندر دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی۔

"خدا کا شکر ہے..... یہ موجود ہے"۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں"۔ انہوں نے ایک پرسکون آواز سنی"۔

دروازے کی طرف نظریں اٹھائیں تو ایک خوبصورت نوجوان کھڑا مسکرا رہا تھا..... اس کی مسکراہٹ انہیں بہت عجیب سی لگی..... یوں وہ غیر ملکی تھا..... آنکھیں بالکل نیلی تھیں اور رنگ سرخ و سفید..... شوکی نے اس کی آواز سننے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ دراز بند کر دی..... ایسا کرتے ہی اس کا تالا خود بخود لگ گیا..... چابی اس کے ہاتھ میں تھی وہ اس نے فوراً ایک خفیہ جیب میں ڈال دی۔

"آپ..... آپ کون ہیں..... اس وقت یہاں آئی جی صاحب نہیں ہیں"۔

"جانتا ہوں"۔ اس نے فوراً کہا۔

"تب پھر آپ اندر آکر کیا کریں گے؟"

"مجھے آپ لوگوں سے کام ہے"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔

"یہ..... یہ فروخت کرنا چاہتے ہیں آپ"۔ آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں! یہ تو میں بالکل مفت آپ کو دے سکتا ہوں..... آئی جی صاحب کی تلاشی لینے پر پیکٹ ان کے پاس سے برآمد نہیں ہوا..... جس کا مطلب یہ ہے کہ پیکٹ اس کمرے میں ہے..... بھلا کہاں ہے وہ؟"

"آپ نے آئی جی صاحب سے نہیں پوچھا"۔

"نہیں..... دھماکا ہونے پر وہ گھبرا کر باہر نکلے تھے..... اگر پیکٹ ان کے پاس ہوتا تو ہمیں مل چکا ہوتا..... لیکن وہ دفتر سے خالی ہاتھ باہر آئے تھے..... لہٰذا کہاں ہے پیکٹ؟"

"آخر آپ لوگ اس پیکٹ کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑ گئے ہیں..... آپ کو اس کی ایسی کیا ضرورت ہے..... اس میں ہے کیا؟" شوکی چیخ پڑا۔

"چیخنے اور چلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا..... اس طرف تم لوگوں کی مدد کے لئے کوئی نہیں آئے گا' اس لئے کہ سب لوگ تو ملبے کے نیچے سے لاشیں نکالنے میں مصروف ہیں"۔



"اوہ ہاں! لاشیں..... ان کو تو ہم بھول ہی گئے تھے..... ایک پیکٹ کی خاطر آپ نے کتنے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا..... اپنے دس ساتھیوں کو لہولہان کرا دیا..... حیرت ہے"۔

"میں ادھر ادھر کی باتیں سننے کا عادی نہیں..... صرف پیکٹ کی بات کرو..... اگر تم نے فوراً نہ بتایا تو میں فائر کر دوں گا اور اس کے بعد جو کچھ ہو گا..... اس کے ذمے دار تم خود ہو گے..... میں فائر اس خیال سے نہیں کروں گا کہ آواز پیدا ہو گی اور لوگ اس طرف متوجہ ہو جائیں گے..... اس خیال میں نہ رہنا..... میرا پستول بالکل بے آواز ہے"۔

"اوہو اچھا..... اچھا کیا آپ نے یہ اہم بات بتا دی..... ورنہ ہم تو مارے جاتے خوش فہمی میں"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"پیکٹ کہاں ہے..... اگر اب ادھر ادھر کا جواب ملا تو فائر ہو گا"۔ اس نے سرد آواز میں کہا۔

ان کی نظریں اس کی انگلی پر جم گئیں..... وہ جان گئے تھے کہ اب وہ فائر کئے بغیر نہیں مانے گا۔

"بولو"۔ وہ چیخا۔

انہوں نے ہونٹ مضبوطی سے بھینچ لئے۔

"یہ کیا..... تم نے ہونٹ کیوں بھینچ لئے"۔

آفتاب نے اس طرح ہاتھ کھڑا کیا جیسے سکول میں بچے کچھ کہنے

کی اجازت مانگنے کے لئے کھڑا کرتے ہیں۔

"ہاں کہو.... کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"آپ نے ہی تو کہا ہے کہ اگر ہم نے پیکٹ کے بارے میں ادھر ادھر کی کوئی بات کی تو فائر ہو گا.... لہٰذا ہم نہیں کر رہے ادھر ادھر کی بات"۔

"حد ہو گئی.... ارے بے وقوفو.... یہ تو بتا سکتے ہو نا کہ پیکٹ کہاں ہے"۔

"اوہ! تو آپ بس یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں"۔ آفتاب نے دانت نکالے۔

"ہاں ہاں ہاں"۔ وہ جھلا کر بولا۔

"افسوس! ہم یہ نہیں بتا سکتے"۔

"تو پھر یہ لو"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔

☆○☆

www.urdukorner.com



# کیا مطلب!

آئی جی انوار عالم جونہی کمرے سے نکل کر اس طرف بڑھے.... جہاں آگ لگی تھی.... ایک سخت نوکدار چیز ان کی پسلیوں میں چبھنے لگی۔

"آئی جی صاحب! یہ پستول کی نال ہے.... چپ چاپ اس سفید کار کی طرف چلیں.... سب لوگ آگ کی طرف متوجہ ہیں.... آپ کی طرف کوئی نہیں دیکھ رہا"۔

"اچھا!" ان کے منہ سے نکلا.... پستول ان کی پسلیوں میں چبھونے والا بہت خوفناک شکل و صورت کا آدمی تھا اور تھا بھی بہت لمبے چوڑے جسم کا مالک۔

جونہی وہ کار میں بیٹھے' کار چل پڑی۔

"تلاشی لو ان کی.... پیکٹ ان کے پاس ہو گا"۔ اسی آدمی نے کہا.... جس نے پستول سے کام لیا تھا.... کار میں اس کے علاوہ دو اور آدمی تھے.... چلتی کار میں ان کی خوب اچھی طرح تلاشی لی گئی۔

"پیکٹ ان کے پاس نہیں ہے جناب"۔

"کیوں سر... پیکٹ کہاں ہے؟"

"اب وہ گیا... تم لوگوں کے ہاتھ نہیں لگے گا"۔ انہوں نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ کہا۔

"یہ تو خیر نہیں ہو گا"۔ وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب... کیا نہیں ہو گا"۔

"پیکٹ ہم حاصل کر کے رہیں گے... چاہے کچھ ہو جائے"۔

"چاہے کچھ ہو جائے... کیا مطلب"۔

"مطلب یہ کہ ہم پیکٹ کے لئے کچھ بھی کر سکتے ہیں... کسی حد تک بھی جا سکتے ہیں... کیا اب تک آپ کو اتنا اندازہ بھی نہیں ہوا... کیا پچاس کروڑ کی پیش کش بھی آپ کے ذہن میں نہیں"۔

"ہے... ہے کیوں نہیں... یہ بات تو معلوم ہو گئی کہ اس پیکٹ کی اہمیت آپ لوگوں کے نزدیک بہت زیادہ ہے... لیکن... اس پیکٹ میں ہے کیا... یہ ہمیں ابھی تک معلوم نہیں"۔

"یہ بات تو خود ہمیں بھی معلوم نہیں ہے"۔ اس نے منہ بنایا۔

"تب پھر کیوں اس کے لئے دیوانے ہو رہے ہو؟"

"حکم... ہم تو حکم کے غلام ہیں... پیکٹ کے لئے دیوانہ کوئی اور ہو رہا ہے"۔

"اور اس کا نام کیا ہے؟"

"باس! ہم بس اتنا ہی جانتے ہیں"۔



"وہ کہاں رہتا ہے"۔

"ہم نہیں جانتے... ہم سے تو وہ فون پر رابطہ کرتا ہے اور بس"۔

"اچھی بات ہے... میں یقین کر لیتا ہوں... تم اس پیکٹ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے... ... اب اگر میں تمہارے حوالے کوئی جعلی پیکٹ کر دوں... آپ کو آخر کس طرح پتا چلے گا... کہ پیکٹ اصلی ہے یا نقلی... میری سمجھ میں تو اب تک یہ بات بھی نہیں آئی"۔

"یہ ہمارا کام ہے... آپ کا نہیں... جب آپ ہمیں کوئی نقلی پیکٹ دیں گے... ہم اسی وقت بتا دیں گے کہ پیکٹ نقلی ہے اور اصلی دیں گے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ اصلی ہے"۔

"خیر... فی الحال تو میرے پاس پیکٹ ہے نہیں"۔

"آپ کو ہم یرغمال بنائیں گے... جب تک ہمیں پیکٹ نہیں دیا جائے گا... ہم آپ کو رہا نہیں کریں گے"۔

"جیسے تمہاری مرضی... میرے بیوی بچوں کا کیا حال ہے"۔

"اس طرف دو کارکن بھیجے گئے ہیں... میرا خیال ہے... وہ بالکل خیریت سے ہیں"۔

"خدا کا شکر ہے"۔

"ہمارے باس غیر متعلق لوگوں کو مروانے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے... ہاں متعلقہ لوگوں کو فوراً ختم کرنا اس کا مشغلہ ہے... جیسا کہ

آپ کو فونڈا کے بارے میں معلوم ہو چکا ہو گا"۔

"ہاں! اس بے چارے کے ٹکڑے کر دیئے گئے.... لیکن یہ فونڈا کون تھا.... پیکٹ اس کے پاس کہاں سے آیا؟"

"یہ فونڈا ہی تو سارے فساد کی جڑ ہے.... اصل حرام زدگی اس نے کی تھی.... اسی لئے اس کا یہ انجام کیا گیا"۔

"آخر اس نے کیا کیا تھا؟"

"ان باتوں سے آپ کا دور بھی تعلق نہیں"۔ اس نے برا سا منہ بنایا.... اور ساتھ ہی آئی جی صاحب کے منہ پر ایک سیاہ کپڑا ڈال دیا گیا.... اب وہ دیکھنے کے قابل بھی نہیں رہ گئے تھے.... کار پندرہ بیس منٹ تک چلتی رہی.... اور آخرکار ایک عمارت کے اندر داخل ہو گئی.... پھاٹک بند ہونے کے بعد انہیں کار سے نکالا گیا۔

"تو یہ ہے.... آپ کے باس کا ہیڈ کوارٹر؟"

"آپ بالکل غلط سمجھے.... باس نے تو اس عمارت کی شکل تک نہیں دیکھی ہو گی.... اس نے تو اپنے کارکنوں کو بس یہ ہدایت دی تھی کہ شہر میں ایک اچھی سی عمارت کرائے پر لے لو.... جہاں تم سب جمع ہوا کرو گے اور وہیں تمہیں میرے احکامات ملا کریں گے"۔

"اوہ اچھا.... پھر بھی یہ ہیڈ کوارٹر تو ہو گیا"۔

"یہی کہہ لیں"۔ اس نے منہ بنایا۔

پھر انہیں اندرونی حصے میں لایا گیا.... عمارت میں بہت کمرے



تھے.... انہیں ایک کمرے میں بند کر دیا گیا.... عین اس وقت عمارت میں کہیں فون کی گھنٹی بجی.... آئی جی صاحب کے کانوں میں بھی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

ان میں سے ایک فون کی طرف بڑھا.... ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے باس کی آواز سنائی دی۔

"آئی جی انوار عالم اس عمارت میں؟"

"یس سر.... وہ یہاں لائے جا چکے ہیں"۔

"او کے.... اب میں ان لوگوں کو دیکھوں.... پیکٹ ہمارے حوالے کرتے یا نہیں"۔

"یہ لوگ بہت ضدی واقع ہوئے ہیں باس"۔

"دیکھتے.... ویسے تو شاید اس وقت تک پیکٹ ہمارے ہاتھ لگ بھی چکا.... کیونکہ دھماکے کے فوراً بعد ایک طرف تو تم لوگوں نے آئی جی صاحب کو قابو کیا.... دوسری طرف ان کے کمرے کی تلاشی کے لئے بھی ہمارے ساتھی حرکت میں"۔

"بہت خوب باس.... آپ کا بھی جواب نہیں"۔

"چاپلوسی نہیں.... کئی بار تو کہہ چکا.... مجھے اپنی تعریف اچھی نہیں"۔

"اوہ.... سوری سر"۔

"اوہ ہاں! تم لوگ شوکی برادرز کو بھی یہیں اٹھا.... یہ لوگ بہت

پر پرزے نکال رہے... ان کی وجہ سے اب تک پیکٹ نہیں... ورنہ کبھی کا مل گیا... اس کم بخت فونڈا کو بھی پیکٹ انیس کے حوالے کرنا"۔

"ابھی لیجئے باس... ان لوگوں کو یہاں تک لانا کیا مشکل ہے... ویسے میرا خیال ہے... پیکٹ اب تک انہی کے پاس ہے"۔

"بس تم انیس اٹھا... پھر میں بات"۔

"او کے باس"۔

اسی وقت عمارت سے ایک بڑی گاڑی نکلی... اس کا رنگ گہرا نیلا تھا... گاڑی سیدھی محکمہ سراغرسانی کے دفتر کی طرف روانہ ہوں۔ دفتر سے کچھ فاصلے پر گاڑی روک دی گئی... دو آدمی اندر ہی بیٹھے رہ گئے... باقی لوگ اتر کر اندر کی طرف کر چل پڑے۔

وہاں ابھی تک امدادی کارروائیاں جاری تھیں... انہوں نے ادھر ادھر گھوم پھر کر دیکھا... شوکی برادرز وہاں کہیں بھی نظر نہ آئے... ان میں سے ایک نے آئی جی صاحب کے کمرے میں جھانک کر دیکھا... وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔

"وہ لوگ تو یہاں کہیں بھی نہیں"۔

"تب وہ اپنے گھر میں ملیں گے"۔

"آؤ... جلدی کرو"۔

وہ پھر گاڑی میں بیٹھ گئے اور شوکی برادرز کے گھر کے پاس جا کر



رکے... گھر کے دروازے پر انہیں تالا نظر آیا۔

"بہت چالاک ہیں یہ لوگ' باہر تالا لگا کر اندر دبک گئے ہیں"۔

ان میں سے ایک نے کہا اور پھر بے آواز فائر کر کے تالا کھول لیا... دوسرے لمحے وہ اندر داخل ہو گئے... انہوں نے مکان کا چپہ چپہ چھان مارا... لیکن وہ اندر کہیں بھی نظر نہ آئے۔

"حیرت ہے... وہ تو یہاں بھی نہیں ہیں"۔

"اب... اب ہم باس کو کیا جواب دیں گے"۔

"ہمارا اس میں کیا قصور... جونہی اس نے حکم دیا... ہم وہاں سے روانہ ہو گئے... اب وہ اس سے پہلے ہی وہاں سے کسی طرف نکل گئے ہوں تو اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"ہوں... ٹھیک ہے... آؤ پھر ہیڈ کوارٹر چلتے ہیں"۔

وہ واپس ہیڈ کوارٹر میں آ گئے... آدھ گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی۔

"ہاں! کیا رہا... شوکی برادرز یہاں آ"۔

"نہیں سر... وہ نہیں ملے... ہمارے وہاں جانے سے پہلے ہی وہ ادھر ادھر ہو چکے تھے"۔

"انہیں سارے شہر میں تلاش... تم میں جو سب سے پہلے ان تک پہنچے... میری طرف سے ایک لاکھ روپے کے انعام کا حق دار"۔

"جی... باس... کیا فرمایا... ایک لاکھ روپے کا حق دار"۔

"ہاں"۔

"باس! آخر اس پیکٹ میں کیا چیز ہے"۔

"سچ جاننا چاہتے؟"

"یس باس"۔ وہ بولے۔

"میں خود بھی نہیں جانتا.... اس میں کیا"۔

"کیا!!!.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"میں غلط نہیں.... سو فیصد درست بات کرتا"۔

"تب پھر آپ کو اس پیکٹ کی کیا ضرورت ہے؟"

"اوپر کا.... اوپر والوں کی ضرورت"۔

"اور اس پیکٹ کی پہچان کیا ہے؟"

"پہچان نہیں بتائی جا سکتی.... وہ یہاں صرف میں جانتا.... اور مجھے یہی ہدایات ہیں کہ یہ بات کسی کو نہ بتائی"۔

"بہت خوب.... چلئے خیر.... آپ کو تو معلوم ہے نا.... اور ہمیں کیا چاہیے.... اب ہم سب الگ الگ اس پیکٹ کی تلاش میں نکلتے ہیں سر"۔

"ٹھیک.... بالکل ٹھیک.... میں جلد از جلد خوش خبری سننا"۔ باس بولا۔

"آپ فکر نہ کریں باس"۔ ایک بولا۔

اور پھر وہ سب کے سب اس عمارت سے نکل گئے.... صرف عمارت کے چوکیدار باقی رہ گئے.... ایک چوکیدار اندر تھا.... دوسرا



باہر.... ایسے میں اندر والے چوکیدار کے کان میں تیز چیخ کی آواز سنائی دی.... اس کے کان کھڑے ہو گئے.... وہ اس کمرے کی طرف دوڑ پڑا.... جس میں آئی جی کو بند کیا گیا تھا.... اس نے فوراً دروازہ کھول دیا.... اندر کمرے کے فرش پر آئی جی بالکل بے ہوش پڑے نظر آئے۔

"ہائیں.... انہیں کیا ہوا"۔ یہ کہہ کر وہ اندر داخل ہو گیا.... پھر آئی جی صاحب کی ایک لات اس کی ٹھوڑی پر لگی.... وہ دوسری طرف الٹ گیا.... اور ساکت ہو گیا.... آئی جی فوراً اٹھے اور اس کی رائفل قبضہ میں کرتے ہی اس کا ایک بٹ اس کے سر پر رسید کر دیا.... اب اس کے ہوش میں آنے کے کوئی امکانات نہیں رہے تھے.... انہوں نے فوراً بیرونی دروازے کا رخ کیا.... یک دم دروازہ کھولتے ہوئے انہوں نے باہر دو تین فائر کر دیئے.... دروازے پر کھڑا چوکیدار تیورا کر گرا.... انہوں نے اس کا جسم اندر گھسیٹ لیا.... اور دروازہ بند کر دیا۔

اب وہ فون کی طرف دوڑے.... لیکن پھر خیال آیا.... انہیں تو عمارت کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے.... وہ بتائیں گے کیا.... لہٰذا وہ چھت پر چڑھ گئے اور باہر کا جائزہ لینے کے بعد نیچے اتر آئے.... دفتر فون کیا.... وہاں ایک ڈی ایس پی سے بات ہوئی.... انہوں نے اپنے بارے میں جلدی جلدی بتایا۔

آدھ گھنٹے بعد پولیس وہاں آ گئی.... لیکن سادہ لباس میں.... اور ایک ایک دو دو کر کے وہ سب عمارت میں آ گئے.... دونوں چوکیدار

مارے جا چکے تھے۔۔۔ انہیں ایک طرف ڈال دیا گیا۔۔۔ اس کے ملنے سے ملتا جلتا ایک شخص اس جیسے لباس میں بطور چوکیدار کھڑا کر دیا گیا۔۔۔ تاکہ جب وہ لوگ واپس آئیں تو انہیں باہر ہی کوئی شک نہ ہو۔۔۔ اب وہ ان کا انتظار کرنے لگے۔۔۔ اور آخرکار ایک ایک کر کے ان کی آمد شروع ہوئی۔۔۔ وہ شوکی برادرز کی تلاش میں بری طرح ناکام ہو کر لوٹ رہے تھے۔۔۔ جو اندر آتا گیا۔۔۔ پولیس والے اسے قابو میں کرتے گئے۔۔۔ اس طرح ایک ایک کر کے سب وہاں پہنچ گئے۔۔۔ ایسے میں فون کی گھنٹی بجی۔

"ہاں! کیا رہا؟"

"کس کا کیا رہا؟" وہ بولے۔

"یہ۔۔۔ یہ آواز"۔ وہ چونک اٹھا۔

"یہ آواز اس آئی جی کی ہے۔۔۔ جس کو تمہارے آدمیوں نے قید کر دیا تھا۔۔۔ اب میں الحمدللہ آزاد ہوں۔۔۔ اور تمہارے سب ساتھی ہماری قید میں ہیں اور تم ابھی تک پیکٹ بھی تلاش نہیں کر سکے"۔

"تت۔۔۔ تو۔۔۔ تو کیا پیکٹ آپ کے پاس؟" اس نے چونک کر کہا۔

"ہم کیوں بتائیں۔۔۔ کہ پیکٹ کس کے پاس ہے"۔

"اچھا خیر۔۔۔ میں دیکھ لوں"۔

"بزدل نہیں ہو تو یہاں کیوں نہیں آ جاتے اور آ کر خود پیکٹ



حاصل کر لیتے"۔

"اگر مجھے یقین ہو کہ پیکٹ اس عمارت میں ہے تم لوگوں کے پاس۔۔۔ تو ضرور آؤں۔۔۔ ورنہ یہاں آ کر کیا کروں"۔ اس نے کہا۔

"کیوں۔۔۔ کیا اپنے آدمیوں کو چھڑانے کا کوئی شوق نہیں ہے تمہیں"۔

"انہیں بہت جلد رہا کرا لیا جائے"۔

"او کے۔۔۔ جو تم کر سکتے ہو۔۔۔ کر لو"۔ یہ کہہ کر انہوں فون کا ریسیور رکھ دیا اور اپنے ماتحتوں سے بولے۔

"ان لوگوں سے سوالات کرنے کا وقت ہے۔۔۔ اب ہمیں جلد از جلد یہ معلوم کرنا ہے کہ اس پیکٹ میں آخر کیا ہے"۔

"او کے سر۔۔۔ ابھی انہیں اس کمرے میں حاضر کر دیتے ہیں"۔

باس کے بندھے ہوئے ساتھی اس کمرے میں لائے گئے۔۔۔ ان کے منہ کھلے تھے۔

"ہاں بھئی۔۔۔ اب تم فر فر جواب دو۔۔۔ جو جواب نہیں دے گا۔۔۔ اس کے سر پر رائفل کا بٹ مارا جائے گا۔۔۔ پھر جواب نہیں دے گا۔۔۔ پھر بٹ مارا جائے گا۔۔۔ پہلا سوال۔۔۔ تم لوگ کب سے اس باس کے لئے کام کر رہے ہو؟"

"کئی سالوں سے"۔

"اور اس عمارت میں بھی کئی سالوں سے رہ رہے ہو؟"

"جی ہاں! یہ ہم نے کرائے پر لے رکھی ہے"۔

"اچھی بات ہے.... باس تم سے اب تک کیا کام لیتا رہا ہے؟"

"مختلف قسم کے کام.... فلاں فائل اڑا لو.... فلاں آدمی اغوا کر لو.... فلاں آدمی کو دولت کے ذریعے خرید لو.... اور اس سے یہ کام لو.... وہ کام لو.... بس اس قسم کے کام وہ لیتا رہتا ہے"۔

"اور کبھی وہ تمہارے سامنے آیا؟"

"نہیں.... بالکل نہیں"۔ ایک نے کہا۔

"بس وہ فون پر رابطہ کرتا ہے"۔

"اور تم.... تم اس سے کس طرح رابطہ کرتے ہو؟"

"ہم نہیں کر سکتے.... وہی فون کرتا ہے"۔

"اوہ اچھا خیر.... اس پیکٹ کے بارے میں تم سے کیا پوچھوں کہ اس کے بارے میں تو تمہارے باس کو بھی پتا نہیں.... ہاں فونڈا کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟"

"اس معاملے سے پہلے ہم اس کا نام تک نہیں جانتے تھے.... باس نے ہی بتایا تھا کہ ۱۱۴ جیک روڈ پر ایک شخص فونڈا نامی رہتا ہے.... اس کے قبضے میں ابھی ابھی ایک پیکٹ آیا ہے.... وہ پیکٹ ہر قیمت پر اس سے حاصل کرنا ہے.... بس ہم اسی وقت روانہ ہو گئے تھے.... لیکن.... جب ہم وہاں گئے تو وہ پیکٹ اس سے کچھ دیر پہلے ہی شوکی برادرز کے حوالے کر چکا تھا.... اس کی جیب سے شوکی برادرز کے نام کی



چٹ برآمد ہوئی تھی.... اس طرح ہم ان کے پیچھے لگے.... لیکن وہ گھر پر نہیں ملے تھے"۔

"ہوں اب کچھ بات سمجھ میں آتی ہے"۔

پھر پرسوچ انداز میں بولے۔

"لیکن تم لوگوں نے فونڈا کو کیوں ہلاک کیا؟"

"باس کا حکم تھا.... پیکٹ اس سے وصول کرنے کے بعد اسے زندہ نہ چھوڑا جائے"۔

"لیکن پیکٹ تو تم اس سے وصول کر ہی نہیں سکے تھے"۔

"یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ پیکٹ اب اس کے پاس نہیں ہے"۔

"ہوں.... یہ تو ہے"۔

پھر ان میں سے ایک آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولے۔

"لیکن آخر پیکٹ فونڈا کے پاس کہاں سے آیا تھا؟"

"ہم بتا چکے ہیں.... ہمیں بالکل معلوم نہیں"۔ ایک نے کہا۔

"ان لوگوں کو حوالات پہنچا دو.... ان کی سخت حفاظت کی ضرورت ہے.... مزید پولیس منگوا لی جائے.... دشمن انہیں حوالات سے چھڑانے کی کوشش کرے گا"۔ ڈی آئی جی انوار عالم نے فکرمند لہجے میں کہا۔

"آپ فکر نہ کریں سر"۔

اور پھر انہیں وہاں سے لے جایا گیا۔

آئی جی صاحب وہاں سے سیدھے اپنے گھر پہنچے۔

لیکن یہ دیکھ کر ان کی سٹی گم ہو گئی کہ وہ ایس پی اور اس کے ماتحت دروازے کے اندر کی طرف بے ہوش پڑے تھے۔

انہوں نے آن کی آن میں سارا گھر چھان مارا لیکن ان کے بیوی اور بچے غائب تھے۔

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے.... ایسے میں فون کی گھنٹی نے ان کے ہوش اڑا دیئے۔

☆○☆

www.urdukorner.com



# کھوڑا سنگالی

گولی انسپکٹر کاشان کے کندھے کو چھوتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی.... اس کے منہ سے چیخ نکل گئی.... ساتھ ہی وہ سب گر کر ادھر ادھر لڑھک گئے.... لیکن وہاں بچنے کے لئے اوٹ لینے کے لئے تھا ہی کیا.... لہٰذا وہ اب بھی اس کی زد پر تھے۔

"کیوں اپنی جان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو.... بتاؤ پیکٹ کہاں ہے.... ورنہ بھون کر رکھ دوں گا"۔

"کیا آپ بھی ان لوگوں کے ساتھی ہیں.... جو اس وقت پیکٹ کے لئے خون خرابہ کرنے پر تل گئے ہیں"۔ شوکی نے پرسکون آواز میں پوچھا۔

"میں کسی کا ساتھی نہیں.... ہاں میں اپنا ساتھی ضرور ہوں"۔

"اچھی بات ہے.... کہ آپ اپنے ساتھی تو ہیں.... اگر آپ ان کے ساتھی نہیں ہیں.... تو پھر پیکٹ کا پتا آپ کو کیسے چلا؟" اس نے پوچھا۔

"میں بہت دیر سے یہ آنکھ مچولی دیکھ رہا ہوں.... دراصل میں

فونڈا کا دوست تھا..... اس سے ملنے کے لئے اس کے گھر کے پاس پہنچا ہی تھا کہ میں نے تم لوگوں کو اس کے گھر سے نکلتے دیکھا اور اسی وقت وہ بڑی گاڑی وہاں آگئی..... اس میں سے دس آدمی اتر کر مکان کے اندر چلے گئے..... میں گھبرا گیا..... میں تم لوگوں کو بھی اچھی طرح جانتا تھا..... لہٰذا میں نے دور رہ کر جائزہ لینے کا فیصلہ کیا..... ایسے میں وہ دس آدمی باہر نکلے..... ان میں سے ایک دو کے کپڑوں پر تازہ خون دیکھ کر میں کانپ گیا..... خود میں نے خیال کیا کہ ان لوگوں نے شاید فونڈا کو مارا پیٹا اور زخمی کیا ہے..... اور یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اسے جان سے مار گئے ہوں گے..... بہرحال ان کے جانے کے فوراً بعد میں اندر داخل ہوا اور فوراً باہر نکل آیا..... کیونکہ اندر ٹھہرنے کا مطلب یہ تھا کہ میں اس کا قاتل ہوں..... میں وہاں سے دور ہٹ گیا..... پھر پولیس وہاں پہنچ گئی..... میں نے سوچا..... وہاں ٹھہرنا تو غلط ہو گا..... کیوں نہ میں شوکی برادرز سے معلوم کروں کہ معاملہ کیا ہے..... لہٰذا ان کے گھر پہنچا..... وہاں سے بھی میں نے ان لوگوں کو نکلتے دیکھا..... اب مجھ سے رہا نہ گیا..... اور میں نے ان کا تعاقب کیا..... لیکن بہت احتیاط سے..... کیونکہ کھیل خونی ہو چکا تھا..... پہلے وہ لوگ فونڈا کے ٹکڑے کر چکے تھے..... اور اپنے راستے میں آنے والے کسی بھی شخص کے ساتھ بھی وہ ایسا ہی سلوک کر سکتے تھے..... ان کا تعاقب کرتا میں ایک عمارت تک پہنچا..... ابھی دور کھڑا نگرانی کر ہی رہا تھا کہ یہ پھر باہر نکلتے نظر آئے..... پھر یہ



محکمہ سراغرسانی کی عمارت میں آئے..... یہاں انہوں نے بم دھماکا کیا..... میں اب بھی دور کھڑا تھا..... ایسے میں..... میں نے میں تم لوگوں کو آئی جی صاحب کے کمرے سے نکلتے دیکھا..... آئی جی صاحب بھی نکلے تھے..... لیکن انہیں وہ دس اغوا کر لے گئے"۔

"کیا کہا..... انہیں وہی دس لے گئے؟" شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! پھر میں نے تم لوگوں کو اس کمرے میں داخل ہوتے دیکھا اور میں بھی دروازے کے پاس چلا گیا..... تم لوگوں کی باتیں سننے کے بعد مجھے پتا چلا کہ یہ کسی پیکٹ کا چکر ہے..... میں نے سوچا..... بہتے دریا میں کیوں نہ ہاتھ دھو لئے جائیں..... اس پیکٹ کو میں کیوں نہ حاصل کر لوں..... قیمت اچھی مل جائے گی"۔

"آپ بے وقوف ہیں..... خود کو بلاوجہ اس خونی کھیل میں شامل کر لیا..... یہاں تک کہ پولیس انسپکٹر پر فائر تک کر دیا..... یہ زخمی ہو گئے ہیں..... ہوش کے ناخن لیں..... پستول جیب میں رکھ لیں..... انسپکٹر صاحب کی مرہم پٹی ضروری ہے..... ابھی تو آپ پر کم فرد جرم لگے گی..... لیکن اگر آپ نے پستول نہ پھینکا تو پھر آپ زیادہ مجرم بن جائیں گے"۔ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ غلط سمجھے..... میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں..... میں تو ایک خفیہ ایجنسی کا ایجنٹ ہوں..... اور میرا تو اپنا ایک گروہ ہے..... ابھی میں نے اپنے گروہ کو اشارہ نہیں کیا..... ورنہ میرے ساتھی تو ان لوگوں کو

ویسے ہی کہا جائیں گے"۔

"کن.... کن لوگوں کو"۔

"جو پیکٹ کے چکر میں ہیں"۔

"کیا آپ کا گروہ آدم خوروں کا ہے؟" آفتاب نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"نہیں.... آدم خوروں کا نہیں.... آدمی کے شکاریوں کا ضرور ہے"۔

"کیا کہا تم نے.... تم کیا ہو.... کسی گروہ کے سرغنہ ہو.... کیا نام ہے تمہارا؟"

"انسپکٹر صاحب.... بے ہوش جائیں گے.... میرا نام نہ پوچھیں"۔

"نہیں.... بتاؤ نام"۔

"اچھی بات ہے.... خادم کو کھوڑا سنگالی کہتے ہیں"۔

"نن نہیں"۔ انسپکٹر کاشان خوف زدہ ہو گئے۔

"کک.... کیا ہوا انکل.... ہم نے تو یہ نام پہلی بار سنا ہے"۔

"لیکن میں یہ نام اکثر سنتا رہا ہوں.... یہ واقعی مشہور بدمعاش ہے"۔

"اچھا! تب تو یہ جان کر خوشی ہوئی.... مشہور بدمعاش صاحب.... اب آپ پستول جیب میں رکھ لیں.... ہم آپ کی طرف صلح کا ہاتھ



بڑھاتے ہیں"۔

"کیا مطلب.... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ پیکٹ کی رقم آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں"۔ کھوڑا سنگالی نے کہا۔

"نہیں.... پیکٹ میں کوئی رقم نہیں ہے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"غلط سمجھے تم لوگ.... میرا مطلب تھا.... پیکٹ میں ان لوگوں کو فروخت کر دوں گا.... اس طرح ملنے والی رقم کی بات کر رہا ہوں"۔

"ہمیں رقم کا کوئی لالچ نہیں.... اس پیکٹ کے بارے میں ابھی تک کچھ معلوم نہیں.... کیا خبر اس میں کوئی ملکی راز ہو.... ملک کی کوئی امانت ہو.... یا کوئی ایسا راز ہو جس سے ہمارے ملک کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہو.... ان تمام حالتوں میں پیکٹ کسی کے حوالے نہیں کیا جا سکتا"۔

"لیکن تم میرے حوالے تو کرو گے نا"۔ وہ مسکرایا۔

"تم بھی مسٹر کھوڑے سنگالی کوشش کر لو"۔ انسپکٹر کاشان نے منہ بنایا۔

اس نے ایک اور فائر جھونک مارا.... دوسری گولی انسپکٹر کاشان کے دوسرے کندھے میں لگی.... اس کی دل دوز چیخ نکل گئی.... ایسے میں دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی.... کھوڑا گھبرا گیا.... غالباً" چیخ کی آواز باہر سن لی گئی تھی.... کھوڑے نے پستول فوراً جیب میں رکھ لیا اور باہر نکل گیا.... اسی وقت دفتر کے لوگ اندر آ گئے۔

"ارے باپ رے.... یہاں کیا ہوا؟"

"یہاں گولیاں چلیں.... انسپکٹر کاشان کو دیکھ نہیں رہے.... آپ کے اندر آنے سے چند سیکنڈ پہلے حملہ آور باہر نکلا ہے"۔

"اور یہ کمرہ برآمدے کے عین موڑ پر واقعہ ہے نا.... وہ نکلتے ہی مڑ گیا.... جب کہ ہم دوسری طرف سے آئے.... وہ بھی چیخ کی آواز سن کر"۔

"میں جان بوجھ کر بلند آواز میں چیخا تھا"۔

"آپ نے اچھا کیا انکل.... ورنہ آج ہم سب کی چٹنی بن گئی تھی.... کھوڑا سنگالی تو کسی کو نہ چھوڑتا"۔

"کیا کہا.... کھوڑا سنگالی.... وہ تھا حملہ آور"۔ ایک آفیسر اچھل پڑا.... آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"اس نے اپنا نام یہی بتایا تھا.... اب ہمیں نہیں معلوم.... وہ خود تھا یا کھوڑے کا نام حملہ آور نے استعمال کیا تھا"۔

"آخر یہ سب ہے کیا.... کیا وہ دھماکا بھی کھوڑے نے کیا تھا"۔

"نہیں.... دھماکا کرنے والے دوسرے تھے.... وہ آئی جی صاحب کو اغوا کر کے لے گئے ہیں"۔ شوکی نے کہا۔

"کیا کہا.... آئی جی صاحب کو اغوا کر لیا گیا"۔ کئی خوف زدہ آوازیں ابھریں۔

"ہاں کھوڑے نے یہی بتایا ہے.... ہم نے انہیں اغوا ہوتے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا.... ویسے یہ بات درست ہی ہو گی' اس لئے کہ



جونہی دھماکا ہوا' ہم باہر نکل آئے تھے.... اور جب ہم نے آئی جی صاحب کو تلاش کرنے کے لئے ادھر ادھر دیکھا تو کہیں بھی نظر نہیں آئے تھے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... پتا نہیں کیا چکر چل رہا ہے"۔ کوئی بولا۔

اسی وقت دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی.... سب دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

"باہر سڑک پر ایک لاش"۔ کوئی چلا اٹھا۔

اب یہ لوگ باہر کی طرف دوڑ پڑے.... ایسے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی.... لیکن ان لوگوں نے کوئی توجہ نہ دی.... سب کے سب سڑک کی طرف دوڑ رہے تھے.... پھر ان کے قدم رک گئے.... انہوں نے دیکھا.... وہاں کھوڑا سنگالی کی لاش پڑی تھی.... کسی نے اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا تھا.... عین اس لمحے محکمہ سراغ رسانی کی عمارت سے پولیس کی ایک بڑی گاڑی باہر نکلی اور ایک سمت میں بلا کی رفتار سے روانہ ہو گئی.... کوئی دفتر سے سڑک کی طرف آیا تو اس نے کہا۔

"آئی جی صاحب کی طرف سے فون ملا ہے.... انہوں نے کسی عمارت میں پولیس کو بلایا ہے"۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے.... انہوں نے کوئی کام دکھا دیا"۔ شوکی خوش ہو کر بولا۔

"ارے! ہم انکل کاشان کو بھول گئے.... وہ وہیں.... کمرے میں رہ گئے.... انہیں ڈاکٹر کی ضرورت ہے"۔ شوکی نے جلدی جلدی کہا.... اور انہوں نے واپس دوڑ لگا دی.... آئی جی کے کمرے میں حالات جوں کے توں تھے.... شوکی نے ڈاکٹر کو فون کیا.... انسپکٹر کاشان اس وقت تک بے ہوش ہو چکا تھا.... انہوں نے مل کر اسے اندر صوفے پر لٹایا.... جلد ہی ڈاکٹر وہاں پہنچ گیا اور اس نے اپنا کام شروع کر دیا.... تھوڑی دیر بعد اس نے بتایا۔

"گولیاں گوشت پھاڑتی ہوئی نکل گئی ہیں.... زخم زیادہ گہرے ہیں.... انہیں ہسپتال لے جانا پڑے گا"۔

"ٹھیک ہے.... پھر لے جائیں"۔

"ڈاکٹر اسے لے گیا.... وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"اب ہم کیا کریں؟"

"آئی جی صاحب کے آنے تک ہمیں یہیں ٹھہرنا چاہیے.... دروازہ اندر سے بند کر لیتے ہیں"۔ شوکی نے کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

شوکی نے دروازہ اندر سے بند کر دیا.... ایک بار پھر شوکی نے ماسٹر کی سے دراز کھولی.... پیکٹ اندر موجود تھا.... اس کو دیکھ کر انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"اس قدر کوشش کے باوجود پیکٹ ابھی تک دشمن نہیں چھین



سکے.... یہ سب اللہ کی مہربانی ہے"۔

"باس آرام سے نہیں بیٹھا ہو گا.... کھوڑے منگالی کی لاش کا یہی مطلب ہے.... اور وہ کسی وقت بھی یہاں آ سکتا ہے"۔

"جونہی وہ یہاں آئے گا.... گرفتار کر لیا جائے گا"۔

عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

"کک.... کون؟" آفتاب نے کانپ کر کہا۔

"دروازہ کھولو.... اندر کون ہے.... دروازہ اندر سے بند کیوں کیا گیا ہے؟"

"ہم شوکی برادرز ہیں.... آئی جی صاحب کے آنے تک ہم دروازہ نہیں کھولیں گے' ویسے آپ کون ہیں"۔

"سیکرٹری وزارت دفاع.... اعجاز کامرانی"۔ باہر سے بھنا کر کہا گیا۔

"دیکھئے جناب! اگر آپ کو آئی جی صاحب سے کام ہے.... تو وہ اندر نہیں ہیں.... لہٰذا آپ کے اندر آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا"۔ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"بدتمیز.... میں کہہ رہا ہوں.... دروازہ کھولو.... اور تم باتیں بنا رہے ہو.... پہلی فرصت میں دروازہ کھولو"۔

انہوں نے ایک بار پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... پھر شوکی نے کہا۔

"ہمیں افسوس ہے جناب.... باہر موجود کوئی شخص بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ سیکرٹری وزارت دفاع اعجاز کامرانی ہے.... اب ہمیں کیا معلوم.... باہر کون ہے' کون نہیں"۔

"لیکن تم ہوتے کون ہو.... کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر کے بیٹھنے والے.... کیا تمہارا تعلق اس دفتر سے ہے.... یا تم آئی جی صاحب کے رشتے دار ہو؟" باہر سے جل بھن کر کہا گیا۔

"دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں"۔ شوکی مسکرایا۔

"اوہ.... تب پھر.... کون ہو تم"۔

"بتا چکے ہیں.... شوکی برادرز ہیں.... آئی جی صاحب ہمیں اپنا دوست خیال کرتے ہیں"۔

"ہوں گے.... دروازہ کھولو"۔ اعجاز کامرانی نے بارعب آواز میں کہا۔

"آپ کچھ دیر انتظار نہیں کر لیتے"۔

"نہیں.... ہرگز نہیں.... اگر تم نے فوری طور پر دروازہ نہ کھولا تو میں دروازہ توڑ دینے کا حکم دوں گا.... اور اس کے بعد تم لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے گا"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔

"خیر تو ہے سر.... آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں"۔ ایک بھاری بھرکم آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی.... وہ کانپ گئے.... آواز جلالی نور کی



تھی۔

"اوہ! انسپکٹر جلالی نور.... آپ.... آپ یہاں کیسے؟"

"دفتر میں بم دھماکے کی اطلاع ملی تھی.... حالات معلوم کرنے چلا آیا.... لیکن آپ اور یہاں؟"

"مجھے آئی جی صاحب سے کچھ کام تھا.... لیکن یہاں عجیب گڑبڑ ہے"۔

"گڑبڑ.... کیسی گڑبڑ سر؟"

"آئی جی صاحب تو اندر ہیں نہیں.... کچھ اور لوگ اندر گھسے ہوئے ہیں.... انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر رکھا ہے.... اور میرے کہنے پر بھی انہوں نے دروازہ نہیں کھولا.... اپنا نام شوکی برادرز بتاتے ہیں"۔

"کیا!!!" جلالی نور چلا اٹھا۔

"کیوں.... آپ کو کیا ہوا؟"

"کیا واقعی سر.... انہوں نے اپنا نام شوکی برادرز بتایا ہے؟" جلالی نور نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"ہاں! بالکل.... کیوں.... کیا آپ ان لوگوں کو جانتے ہیں.... یہ کون ہیں.... اور آئی جی صاحب کے دفتر میں ان لوگوں کا کیا کام؟"

"یہ لوگ بہت فضول لوگ ہیں سر.... ہر معاملے میں ٹانگ اڑانا ان کا محبوب مشغلہ ہے"۔ جلالی نور نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب انسپکٹر جلالی نور.... ایسے لوگوں کو آپ پکڑ کر بند کیوں نہیں کر دیتے"۔ اعجاز کامرانی نے جل کر کہا۔

"جب ایسے لوگوں کا ساتھ انسپکٹر کاشان اور آئی جی صاحب جیسے لوگ دیں تو ہم جیسے بے چارے کیا کر سکتے ہیں"۔

"اوہ.... یہ.... یہ بہت غلط بات ہے"۔ اعجاز کامرانی نے جھلا کر کہا۔

"شوکی برادرز.... دروازہ کھولو.... میں انسپکٹر جلالی نور تمہیں حکم دیتا ہوں.... باہر سیکرٹری صاحب موجود ہیں.... اور تم دروازہ اندر سے بند کئے بیٹھے ہو.... ہے کوئی تک"۔

"سوری انسپکٹر صاحب"۔ شوکی نے برا سا منہ بنایا۔

"سوری.... کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"ہم دروازہ نہیں کھولیں گے"۔

"تم جانتے ہو.... ایسا کرنے کی تمہیں کیا سزا ملے گی؟"

"کوئی پروا نہیں.... جو سزا ملے گی.... بھگت لیں گے.... لیکن آئی جی صاحب کے آنے تک دروازہ نہیں کھولیں گے"۔

"آخر کیوں.... ایسی کیا بات ہے"۔ جلالی نور نے جھلا کر کہا۔

"بات بھی آئی جی صاحب بتائیں گے"۔

"شوکی.... تم لوگ حد سے بڑھ رہے ہو"۔ جلالی نور نے گویا دھمکی دی۔



"یہ ہماری مجبوری ہے"۔

"کیا مطلب.... حد سے بڑھنا تمہاری مجبوری ہے"۔

"نہیں.... دروازہ بند رکھنا.... آپ ہمیشہ ہماری باتوں کا غلط مطلب نکال لیتے ہیں"۔ آفتاب نے جل بھن کر کہا۔

"دروازہ کھلنے پر تم لوگوں کو بتاؤں گا"۔

ایسے میں بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔

"لو جی! آپ آ گئے.... خدا کا شکر ہے.... ہم تو یہاں عجیب و غریب مشکل میں پھنس گئے تھے.... آپ کہاں چلے گئے تھے آئی جی صاحب"۔

"جی بس.... کیا بتاؤں کامرانی صاحب.... لیکن پہلے تو آپ بتائیں یہاں کیا مشکل پیش آ گئی ہے.... اور آپ یہاں کیسے تشریف لائے.... مجھے فون کر دیا ہوتا.... میں خود آپ کے پاس حاضر ہو جاتا"۔

"بس ایسے ہی آپ سے ملنے کے لئے چلا آیا تھا.... لیکن یہاں کی صورت حال عجیب ہے"۔

"آپ کا اشارہ بم دھماکے کی طرف ہے"۔

"جی نہیں.... آپ کے کمرے کی طرف"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"میرے کمرے کو کیا ہوا؟"

"اندر آپ کے کچھ چہیتے موجود ہیں.... انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر رکھا ہے.... اور دروازہ کھول نہیں رہے.... میں نے اپنا

تعارف کرایا.... انہوں نے دروازہ نہیں کھولا.... پھر انسپکٹر جلالی نور آ گئے.... انہوں نے بھی ان سے دروازہ کھولنے کے لئے کہا.... انہوں نے نہیں کھولا.... بس یہی کہتے رہے.... آپ کے آنے پر ہی دروازہ کھلے گا"۔

"اوہ اوہ.... کیا اندر شوکی برادرز ہیں؟" وہ بوکھلا کر بولے۔

"اپنا نام تو یہی بتاتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولے۔

"شوکی! دروازہ کھول دو"۔

"بہت بہتر جناب"۔ اندر سے آواز آئی اور دروازہ کھل گیا۔

"اف توبہ"۔ جلالی نور نے منہ بنا کر کہا۔

"بھئی سیکرٹری صاحب کے آنے پر تو تم دروازہ کھول دیتے"۔ آئی جی صاحب نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"ہم ان کی آواز نہیں پہچانتے تھے.... بم دھماکا ہونے کے بعد یہاں حالات بہت غیر یقینی ہو چکے ہیں' سو آپ خود سوچیں.... ادھر دھماکا ہوا' ادھر آپ کو اغوا کر لیا گیا.... ویسے آپ نے بھی کمال کر دیا.... ان کی قید سے نکل آئے آپ"۔

"یہ کمال میرے کسی کام نہیں آیا شوکی.... انہوں نے میرے بیوی بچوں کو اغوا کر لیا ہے.... اور ان کا فون موصول ہوا ہے کہ جب



تک.... ہم.... مگر نہیں.... مجھے پہلے کامرانی صاحب سے بات کرنی چاہیے.... آپ آئیں.... اندرونی کمرے میں چلتے ہیں"۔

"نہیں.... میں یہیں بیٹھوں گا.... اور ان لوگوں کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہوں گا.... آخر یہ چکر کیا ہے.... یہ کون لوگ ہیں.... آپ نے انہیں سر پر کیوں چڑھا رکھا ہے.... میں نے سنا ہے.... آپ ان لوگوں کے خلاف کوئی بات نہیں سنتے"۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں.... اگر ان کے خلاف کوئی جائز شکایت ہو گی تو میں ضرور سنوں گا.... ویسے یہ لوگ انوکھے لوگ ہیں.... اور آج کے زمانے میں ایسے لوگ ڈھونڈے سے نہیں ملتے.... چراغ لے کر پھرو' تب بھی نہیں ملتے.... اپنے دین' اپنے ملک اور اپنی قوم کے لئے ہر وقت اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار پھرتے ہیں.... انہوں نے ایسے ایسے کام انجام دیئے ہیں کہ کیا بتاؤں.... ان حالات میں ان کے خلاف بے کار کی شکایتیں میں نہیں سن سکتا.... ہاں یہ کوئی جرم کریں.... کسی کے ساتھ کوئی زیادتی کریں.... یا ملک اور قوم کے خلاف ان کا کوئی قدم ثابت ہو جائے.... میں فوراً ان کے خلاف ایکشن لوں گا"۔

"اس وقت کا کیا مسئلہ ہے.... یہ آپ کے آفس کا دروازہ بند کر کے اندر کیوں بیٹھ رہے تھے؟"

"اوہ ہاں! اس وقت صورت حال اس قدر خوفناک ہے کہ کیا

بتاؤں.... خیر سنئے.... آپ کو لگے ہاتھوں بتا دیتا ہوں.... اگرچہ اس وقت میں بہت پریشان ہوں.... اور میں نے سنا ہے انسپکٹر کاشان بھی زخمی ہو گئے ہیں"۔

"ہاں سر.... ان کے دونوں کندھوں پر گولیاں لگی ہیں"۔ شوکی نے کہا۔

"اور اس سے پہلے بم دھماکا کیا گیا.... اس سے بھی پہلے ایک آدمی کے ٹکڑے کر دیئے گئے.... خود دشمنوں کے دس آدمی شدید زخمی ہیں"۔

"آخر یہ سب کیا ہے"۔ اعجاز کامرانی چلا اٹھے۔

"میں آپ کو بتاتا ہوں.... ارے ہاں.... لیکن آپ نے بتایا نہیں.... آپ کیسے تشریف لائے ہیں"۔

"میں تو بس آپ سے ملنے کے لئے آ گیا تھا.... اگر مجھے پتا ہوتا کہ یہاں آپ کے دروازے پر یہ حالات پیش آئیں گے.... تو کبھی نہ آتا"۔

"اوہ سوری.... شوکی برادرز کی طرف سے میں معافی مانگ لیتا ہوں.... یہ بھی مجبور تھے.... ابھی آپ ساری کہانی سن کر خود اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے"۔

یہ کہہ کر انہوں نے فونڈا سے لے کر موجودہ وقت تک پیش آنے والے واقعات انہیں تفصیل سے سنا دیئے.... ان کے خاموش



ہونے پر وہ بولے۔

"آپ.... آپ کا مطلب ہے.. پیکٹ اس وقت آپ کے کمرے میں میز کے دراز میں موجود ہے"۔

"ہاں! اگر میری غیر حاضری میں نکال نہیں لیا گیا"۔

"نہیں انکل.... نہیں نکالا جا سکا.... اگرچہ کوشش بہت کی گئی.... اور اس سلسلے میں ایک اور فنٹی کھوڑا سنگالی مارا جا چکا ہے.... اسی نے انکل کاشان پر حملہ کیا تھا.... پھر وہ یہاں سے نکل بھاگا.... لیکن کسی نے سڑک پر اسے چھلنی کر دیا"۔

"کھوڑا سنگالی"۔ اعجاز کامرانی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیوں.... کیا آپ اس نام کے شخص کو جانتے ہیں؟"

"نام سنا ہوا لگتا ہے"۔

"وہ ایک بدمعاش تھا.... غنڈوں کے ایک گروہ کا سرغنہ تھا.... اور یہاں وہ پیکٹ ہی حاصل کرنے کے لئے آیا تھا"۔

"تب تم نے میری غیر حاضری میں پیکٹ کی حفاظت کا حق ادا کر دیا شوکی"۔

"اسی لئے تو ہم دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے تھے"۔

"تب تو میں آپ لوگوں سے معافی مانگتا ہوں بھئی.... مجھے یہ حالات معلوم ہوتے تو میں بھی دروازہ کھلوانے کے لئے ضد نہ کرتا"۔

"کوئی بات نہیں سر.... اس میں معافی مانگنے والی کون سی بات

ہے"۔

"نہیں نہیں ..... آپ لوگ پھر بھی مجھے معاف کر دیں..... جب تک آپ یہ الفاظ نہیں کہیں گے، میں خود کو مجرم خیال کرتا رہوں گا"۔

"اچھا جناب..... اگرچہ یہ الفاظ کہنا ہمیں اچھا نہیں لگتا..... آپ ہم سے عمر میں بڑے ہیں..... اور آپ نے ہم سے کوئی زیادتی بھی نہیں کی..... بلکہ زیادتی تو ہم سے ہوئی ہے"۔

"نہیں..... آپ کو پھر بھی یہ الفاظ کہنا پڑیں گے"۔

"اچھی بات ہے..... ہم نے معاف کیا"۔

"شکریہ..... بہت بہت..... آپ واقعی بہت اچھے لوگ ہیں..... لیکن اب مارے سسپنس کے میرا حال بہت برا ہو گیا ہے..... آخر اس پیکٹ میں ہے کیا؟" اعجاز کامرانی نے جلدی جلدی کہا۔

اچانک رفعت کو ایک عجیب خیال آیا..... وہ بری طرح چونکی..... لیکن اس کی طرف کوئی نہیں دیکھ رہا تھا..... سب لوگ تو اعجاز کامرانی کی طرف متوجہ تھے۔

☆○☆

www.urdukorner.com



# ابھی نہیں

"ابھی تک ہمیں قطعاً" معلوم نہیں کہ اس پیکٹ میں کیا ہے..... یہ ابھی اس کو کھولنے کا موقع ملا ہے..... پہلے ذرا میں اپنے بیوی بچوں کے سلسلے میں رپورٹ لے لوں"۔ یہ کہہ کر انہوں نے فون پر لگا ایک بٹن دبایا، پھر دوسری طرف کی آواز سن کر بولے۔

"ہاں! کیا رہا"۔

"تلاش پوری شد و مد سے جاری ہے سر..... ان شاء اللہ بہت جلد ہم انہیں تلاش کر لیں گے"۔

"بہت خوب..... کوشش اور تیز کر دو..... میں خود بھی تلاش میں نکل رہا ہوں"۔

"بہت بہتر سر"۔

اور انہوں نے فون بند کر دیا۔

"شوکی..... کیا پیکٹ ابھی تک دراز میں ہے؟"

"سر..... آپ نے پیکٹ دراز میں ہمارے سامنے نہیں رکھا تھا..... ہم بم دھماکا ہوتے ہی کمرے سے نکل پڑے تھے..... آپ کو یاد ہو گا.....

سب سے آخر میں آپ نکلے تھے"۔

"بالکل ٹھیک ہے.... میں نے دھماکا ہو جانے کے باوجود پیکٹ کو دراز میں رکھا تھا اور پھر تالا لگاتے ہی باہر نکل گیا تھا.... اگر کہیں میں پیکٹ سمیت نکلا ہوتا تو اس وقت پیکٹ دشمنوں کے قبضے میں ہوتا"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"تب پھر پیکٹ دراز میں ہونا چاہیے.... ہم نے تو کمرے پر اسی خیال سے قبضہ کیا تھا کہ پیکٹ چونکہ کمرے میں موجود ہے.... لہٰذا اس کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ کمرے کو اندر سے بند کر لیا جائے"۔

"بہت خوب شوکی.... اس میں شک نہیں کہ تم بہت ذہین ہو"۔ آئی جی صاحب مسکرا کر بولے۔

"تو پھر اب دراز کو کھول کر تو دیکھ لیں.... بلکہ اس پیکٹ کو بھی کھول لیں"۔

"اوہ ہاں.... ضرور.... کیوں نہیں.... پہلے میں دراز کو دیکھ لوں"۔

"لیکن انکل سر.... میرے خیال میں آپ دراز کھول کر نہ دیکھیں"۔ ایسے میں رفعت کی آواز سنائی دی۔

"کیوں.... کیا مطلب؟" انوار عالم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا' کیونکہ اس کا لہجہ عجیب سا تھا۔

"پیکٹ ابھی کس طرح کھولا جا سکتا ہے"۔



"تو یہ آخر کیسے اور کس وقت کھولا جا سکتا ہے"۔ آئی جی نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"غور فرمائیں.... یہاں بم دھماکا ہو چکا ہے.... پہلے مکمل طور پر حفاظتی انتظامات کئے جائیں.... جب ہر طرح اطمینان ہو جائے کہ اب کوئی خطرہ دور دور تک موجود نہیں' اس وقت دراز کو کھول کر دیکھیں"۔

"اوہ ہاں' بہت خوب.... رفعت تمہارا جواب نہیں.... پہلے ہم انتظامات کریں گے.... کیوں کامرانی صاحب ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں.... یہ لوگ واقعی بہت ذہین ہیں"۔ وہ بولے.... لیکن ان کے چہرے پر کیفیت عجیب سی تھی.... شوکی اور آفتاب بھی اب بہت بے چین نظر آنے لگے.... ادھر آئی جی صاحب ادھر ادھر جلدی جلدی فون کر رہے تھے.... فون سے فارغ ہو کر وہ اعجاز کامرانی کی طرف مڑے۔

"سر.... انتظامات میں بہت دیر لگ جائے گی لہٰذا آپ جانا پسند کریں تو چلے جائیں.... میں آپ کو فون پر بتا دوں گا کہ پیکٹ میں کیا تھا"۔

"نہیں.... مارے سسپنس کے میرا برا حال ہے.... اب میں دیکھ کر ہی جاؤں گا.... یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس چیز کا تعلق میرے محکمے سے ہو"۔

"اوہ اچھا... خیر... تب پھر تشریف رکھئے"۔

آدھ گھنٹے بعد انہیں رپورٹ دی گئی کہ حفاظتی انتظامات مکمل ہیں اور آئی جی آفس پر اب پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا... لہٰذا آئی جی بولے۔

"خدا کا شکر ہے... ہم اب بے خوف ہو کر دراز کھول سکتے ہیں"۔

"لیکن انکل میرے خیال میں تو آپ کو ابھی بے خوف نہیں ہونا چاہیے... کمرے میں ایک دو گن مین ہونے چاہئیں"۔

"اچھا بھئی... یہ بھی کر لیتے ہیں"۔ یہ کہہ کر انہوں نے گھنٹی بجا دی... اور چپراسی کو ہدایت کی کہ دو گن مینوں کو کمرے میں لے آئے۔

"حد ہو گئی... آخر اب اس کی کیا ضرورت... اب یہاں خطرہ کہاں رہ گیا"۔ اعجاز کامرانی نے کہا۔

"خطرہ کبھی کبھی... باہر کی نسبت اندر زیادہ ہوتا ہے... اور سر... میرے خیال میں انکل جلالی نور صاحب کا اب یہاں کوئی کام نہیں... انہیں تو آپ جانے کی اجازت دے دیتے... بے چارے جانے کے لئے بے چین بیٹھے ہیں"۔

"ارے ہاں! ان کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا... انسپکٹر جلالی نور صاحب... آپ چلیں"۔



"جی بہتر... لیکن سر... میں بھی دیکھنا چاہتا تھا... پیکٹ میں کیا ہے؟"

"نہیں... آپ تشریف لے جائیں"۔ انہوں نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"جی بہتر"۔ اس نے کہا اور اٹھنے لگا۔

"کوئی حرج نہیں... انہیں رہنے دیا جائے"۔ اعجاز کامرانی نے کہا۔

"نہیں... ان کی ضرورت نہیں"۔ آئی جی صاحب نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"اچھی بات ہے"۔ اعجاز کامرانی کا منہ بن گیا اور جلالی نور اٹھ کر چلا گیا... لیکن جاتے وقت اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے کہ جیسے اب شوکی براورز سے ملاقات ہوتے ہی انہیں چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔

آئی جی صاحب نے چابی نکالنے کے لئے ہاتھ جیب میں ڈالا اور پھر زور سے اچھلے۔

"ارے... دراز کی چابی کہاں گئی؟"

"کک... کیوں انکل... کیا بات ہے؟" شوکی کانپ گیا۔

"میں نے... ہاں شوکی... میں نے چابی اسی جیب میں رکھی تھی... لیکن اب چابی اس میں نہیں ہے"۔ انہوں نے کانپتی آواز میں

کہا۔

"دوسری جیبوں میں دیکھ لیں.... انسان سے بھول ہو جاتی ہے"۔

انہوں نے جلدی جلدی تمام جیبیں دیکھ ڈالیں.... لیکن چابی نہ ملی۔

"اب تو شاید.... پیکٹ اس میں بھی نہ ملے"۔ انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"نہیں نہیں.... سر ایسا نہ کہیں.... ہم نے اس پیکٹ کے لئے بہت محنت کی ہے"۔

"اوہو.... آپ لوگ بھی عجیب ہیں.... ارے بھئی.... تالا توڑ کر دراز دیکھ لیں نا.... چابی جیب سے ویسے بھی تو گر سکتی ہے"۔

"اوہ ہاں.... اچھا"۔

اور پھر تالا توڑا گیا.... وہ یہ دیکھ کر دھک سے رہ گئے کہ دراز خالی تھی.... اس میں وہ پیکٹ نہیں تھا۔

"اف میرے مالک.... پیکٹ ہاتھ سے نکل گیا.... یہ.... یہ کیا ہوا؟" آئی جی صاحب کے ہوش اڑ گئے پھر وہ چونک کر بولے۔

"اور ادھر انہوں نے میرے بیوی بچوں کو بھی اغوا کر لیا ہے"۔

"انہیں تو خیر وہ چھوڑ دیں گے"۔

"میں تو پھر اب چلتا ہوں.... پیکٹ کے بارے میں کچھ معلوم ہو



تو فون کر دیجئے گا"۔ اعجاز کامرانی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں.... آپ چلئے.... میں آپ کو بتا دوں گا"۔

انہوں نے آئی جی صاحب سے ہاتھ ملایا اور کمرے سے نکل گئے.... عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی.... جونہی انہوں نے ریسیور اٹھایا.... باس کی آواز سنائی دی۔

"بہت قلابازیاں لگا لیں آپ نے.... اگر بیوی بچے زندہ سلامت واپس چاہئیں تو پیکٹ میرے حوالے کر دیں"۔

"حد ہو گئی.... یہ کیا مذاق ہے"۔ آئی جی بولے۔

"لک.... کیا مذاق"۔ باس بھی چونک اٹھا۔

"میرے بیوی بچوں کو بھی اغوا کر لیا.... اور پیکٹ بھی اڑا لیا.... اور اب کہہ رہے ہیں.... پیکٹ ہمارے حوالے کر دو.... میں کہاں سے حوالے کر دوں"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... پیکٹ ابھی تک ہمارے ہاتھ نہیں لگا"۔ باس نے چیخ کر کہا۔

"کیا کہا.... تب پھر پیکٹ کہاں گیا؟"

"اس.... اس کا مطلب ہے.... کھوڑے سنگالی کے علاوہ بھی کوئی پیکٹ کے پیچھے لگا ہوا تھا.... اور موقع پا کر پیکٹ وہ لے اڑا"۔

"نن نہیں.... نہیں.... اب.... اب کیا ہو گا؟" آئی جی بولے۔

"اس کسی اور سے ہم نبٹ لیں گے.... ہم آپ کے بیوی بچوں

کو قید میں رکھ کر کیا کریں گے..... لیکن اگر آپ کا بیان غلط ہوا اور پیکٹ آپ کے پاس ہوا تو پھر جو انجام آپ کا ہو گا..... اس کو دیکھ کر پورا ملک تھرا اٹھے گا"۔

"مجھے غلط بیانی کرنے کی عادت نہیں..... جب تک پیکٹ میرے قبضے میں تھا..... میں نے ایک بار بھی یہ نہیں کہا کہ پیکٹ میرے پاس نہیں ہے"۔ آئی جی صاحب نے جھلا کر کہا۔

"ہاں! آپ کی یہ بات بالکل درست ہے..... اسی لئے آپ پر اعتبار کر رہا ہوں..... پیکٹ ہم جانے نہیں دیں گے..... ہر حال میں اس کو حاصل کر کے رہیں گے..... آدھ گھنٹے کے اندر آپ کے بیوی بچے آپ کے گھر پہنچ جائیں گے"۔

"اوہ شکریہ بہت بہت..... ایک طرف تو آپ بہت اچھے نظر آتے ہیں..... دوسری طرف بہت سنگ دل..... ظالم..... آپ لوگوں نے بے چارے فونڈا کے ٹکڑے کس بے دردی سے کر دیئے"۔

"وہ اسی قابل تھا..... اس کی موت کے احکامات مجھے اوپر سے ملے تھے"۔

"اوپر سے..... کہاں سے"۔

"یہ نہیں بتا سکتا..... آپ اپنے کام سے کام رکھئے..... اور اب اس پیکٹ سے قطعاً کوئی تعلق نہ رکھیں..... ورنہ آپ جانتے نہیں..... اس پیکٹ کے لئے ہم کس حد تک جا سکتے ہیں"۔



آخر اس پیکٹ میں کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا"۔

"حیرت ہے..... آپ بھی نہیں جانتے"۔

"ہاں! سچ یہی ہے..... کہ میں خود بھی نہیں جانتا اور ایک بات اور کہہ دوں"۔

"کہئے"۔ وہ بولے۔

"میں جاننا بھی نہیں چاہتا کہ اس میں کیا ہے..... اگر کوئی مجھے بتانا بھی چاہے گا کہ اس میں کیا ہے تو میں کان بند کر لوں گا"۔

"یہ کیا بات ہوئی..... ہم لوگ تو یہ جاننے کے لئے بری طرح بے چین ہیں"۔

"جان کے بیماری نہیں ہوتی"۔ وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ..... اس پیکٹ کا راز جاننے والا کوئی شخص بھی دنیا کے تختے پر زندہ نہیں چھوڑا جائے گا..... آپ لوگ خوش قسمت ہیں..... وہ آپ کے ہاتھ سے نکل گیا اور آپ کو معلوم نہیں ہو سکا کہ اس میں کیا ہے"۔

"اف مالک! یہ تو آپ نے ہمیں اور الجھن میں ڈال دیا"۔

"میں کیا کر سکتا ہوں"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا' ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"اب تو پھر ان حفاظتی انتظامات کی ضرورت نہیں رہی"۔

"پہلے یہ بتائیں.... وہ کیا کہہ رہا تھا"۔

انہوں نے انہیں بتا دیا.... جو اس نے کہا تھا.... اس پر شوکی نے کہا۔

"جب تک آپ کے گھر کے افراد نہیں لوٹ آتے.... آپ ان انتظامات کو ختم نہ کریں"۔

"کیوں.... اس کی اب کیا ضرورت ہے.... ان کے آنے نہ آنے سے ان انتظامات کا کیا تعلق ہے؟"

"تعلق ہے.... ابھی آپ کو ایک بات معلوم نہیں"۔ شوکی نے پراسرار انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا.... مجھے کون سی بات معلوم نہیں"۔

"ایک بات ہے"۔

"بہت پراسرار نظر آ رہے ہو شوکی"۔ وہ الجھن کے عالم میں بولے۔

"کیا کروں.... مجبوری ہے سر"۔

"اچھا خیر"۔ وہ مسکرائے۔

آدھ گھنٹے بعد انہیں گھر سے فون موصول ہوا۔

"ہم آ گئے ہیں"۔

"اوہ اچھا.... ایک منٹ"۔ یہ کہہ کر وہ شوکی کی مڑے۔



"وہ لوگ آ گئے ہیں.... اب"۔

"اب انہیں فوری طور پر کسی ایسی جگہ بھیج دیں.... جہاں اس باس کا گمان تک نہ جا سکے.... ہتانے کو ایسی جگہ میں بھی بتا سکتا ہوں.... لیکن بہتر رہے گا.... آپ خود کوئی جگہ تجویز کریں"۔

"پہلے تم ہی بتا دو.... لیکن اس سے بھی پہلے تم یہ بتاؤ.... اب ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ انہوں نے خود ہی انہیں بھیج دیا ہے؟"

"آپ ابھی معاملے کو سمجھ نہیں رہے ہیں.... خدا کے لئے جلدی کریں"۔

"اوہ اچھا.... تو پھر تم ہی بتا دو.... انہیں کہاں بھیجوں"۔

"انسپکٹر جمشید کے گھر"۔

"کیا مطلب.... اس کے لئے تو ہوائی سفر کرنا پڑے گا"۔

"تو کیا ہوا.... کیا ایسا کرنا ان کے لئے مشکل ہے"۔

"نن نہیں"۔ وہ بولے۔

ایئرپورٹ پر فون کریں.... ان کے لئے نزدیک ترین فلائٹ میں سیٹیں محفوظ کروا کر انہیں ابھی وہاں روانہ کر دیں"۔

"میری الجھن بڑھ گئی ہے.... تم کچھ بتا بھی نہیں رہے ہو"۔

"میں کچھ بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں.... آپ ذرا جلدی کریں"۔

اور پھر وہ اس انتظام میں لگ گئے.... تھوڑی دیر بعد فون سے فارغ ہو کر انہوں نے بتایا۔

"ایک گھنٹے بعد دارالحکومت سے ایک فلائٹ جا رہی ہے.... ان کی سیٹیں اس میں بک ہو گئی ہیں اور ایک بند گاڑی انہیں لے کر ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئی ہے"۔

"بس ٹھیک ہے انکل.... اب اطمینان ہو چلا.... لیکن ذرا جہاز بھی چلا جائے اور ہاں.... آپ انسپکٹر جمشید کو فون کر دیں کہ وہ بیگم صاحب کو ایئرپورٹ سے وصول کر لیں.... ساتھ ہی انہیں خبردار بھی کر دیں کہ خطرہ ہے.... اگرچہ انہیں خبردار کرنے کی ضرورت نہیں"۔

"کیوں ضرورت کیوں نہیں"۔ انوار عالم بولے۔

"وہ خطرے کو دور سے بھانپ لیتے ہیں.... فرزانہ صاحبہ تو اس معاملے میں اپنا جواب نہیں رکھتیں"۔

"بہتر ہے میں انہیں فون کر دیتا ہوں"۔

یہ کہہ کر انہوں نے فون کا ریسیور اٹھایا اور گھڑی کی طرف دیکھا۔

"شام کے پانچ بج رہے ہیں.... وہ اس وقت کہاں ہوں گے"۔

"گھر پہنچ چکے ہیں"۔ شوکی مسکرایا۔

"شوکی تم نے کہا ہے.... گھر پہنچ چکے ہیں.... جب کہ جملہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ گھر پہنچ چکے ہوں گے.... کیونکہ تم آنکھوں سے دیکھ



کر نہیں کہہ رہے"۔

"اس کے باوجود سر میں یہی کہوں گا کہ وہ گھر پہنچ چکے ہیں.... اگر اس وقت کسی میں نہیں الجھے ہوئے.... ان کی آمد و رفت کا یہ حال ہے کہ ایک سیکنڈ ادھر سے ادھر نہیں ہوتا"۔

"اچھا خیر"۔ انہوں نے مسکرا کر کہا اور نمبر ملائے' دوسری طرف سے فوراً کہا گیا۔

"یہ انسپکٹر جمشید کا گھر ہے.... فاروق احمد بات کر رہا ہوں"۔

"شکریہ! انوار عالم آئی جی بات کر رہا ہوں.... فون والد صاحب کو دیں"۔

"جی بہت بہتر.... ویسے تو آپ بات مجھ سے بھی کر سکتے ہیں.... ایئرپورٹ سے ہمیں کسے وصول کرنا ہے؟"

"کیا مطلب؟" انوار عالم بہت زور سے اچھلے.... ان کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں۔

"کیا ہوا انکل آپ کو.... کیا میں نے کوئی عجیب و غریب بات کہہ دی.... تب تو میں معافی چاہتا ہوں' لیکن نصف معافی"۔

"نصف معافی.... کیا مطلب؟" انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"فاروق! یہ کیا بدتمیزی ہے.... لاؤ.... مجھے بات کرنے دو"۔

انوار عالم نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی۔

"اگر آپ کے خیال میں یہ بدتمیزی ہے ابا جان.... تب پھر آپ ہی ریسیور لے لیں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"ہاں ادھر دو"۔

"اس کا مطلب ہے.... یہ بدتمیزی ہے"۔

"ہاں اور کیا.... ہر وقت.... ہر جگہ جاسوسی بگھارنا بدتمیزی ہی گنا جائے گا"۔ ان کی آواز سنائی دی.... پھر فون پر ان کی آواز سنائی دی۔

"السلام علیکم سر! کیسے مزاج ہیں"۔

"وعلیکم السلام.... خدا کا شکر ہے.... لیکن میں بات فاروق سے ہی کروں گا.... بہت مزا آیا تھا ان کی بات سن کر اور اس قدر حیرت ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتا"۔

"یہ صاحب بہت شرارتی ہیں' آپ مجھی سے بات کر لیں"۔ انہوں نے ہنس کر کہا۔

"نہیں.... آپ ریسیور انہیں دیں"۔

"آخر اس نے آپ کو بھی لپیٹ میں لے ہی لیا.... یہ لو فاروق کے بچے.... تم ہی بات کرو"۔ انہوں نے شوخ انداز میں کہا۔

"شکریہ ابا جان.... اوہ نہیں.... شکریہ آئی جی صاحب کا.... جنہوں نے مجھ سے ہی بات کرنا پسند کیا.... ہاں تو میں.... نہیں.... آپ کیا فرما رہے تھے"۔

"مجھے ابھی کچھ کہنے کا موقع ہی کب دیا تم نے.... ہاں تم نے



کیسے جان لیا کہ ایئرپورٹ سے کسی کو وصول کرنا ہے"۔

"آپ ہمیں کبھی مشکل ہی سے فون کرتے ہوں گے.... آپ کا نام سنتے ہی ذہن میں یہ سوال گونجا.... آپ نے فون کیا کیوں ہے' فوری طور پر گھڑی پر نظر پڑی.... جہازوں کے اوقات معلوم ہیں.... ایک گھنٹے بعد آپ کے ایئرپورٹ سے ایک پرواز روانہ ہو گی.... اور اس کے ایک گھنٹے بعد یہاں پہنچے گی.... لہٰذا اس پرواز سے آپ کسی کو بھیج رہے ہیں.... یہ اطلاع ہمیں دینے کے لئے آپ نے فون کیا.... بلکہ اب تو میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ آنے والے آپ کے گھر کے افراد ہیں.... کیونکہ آپ کی آواز سے پریشانی جھلک رہی ہے"۔

"اوہ.... اوہ.... عجیب اندازے ہیں آپ کے"۔

"صرف میرے نہیں.... ہم لوگوں کے.... یہ باقی تین افراد ہیں نا انکل.... بلکہ باقی چار افراد.... یعنی میری امی سمیت.... یہ بھی اندازے لگانے میں کچھ کم ماہر نہیں ہیں.... ہاں تو آپ فکر نہ کریں.... ہم انہیں لے آئیں گے.... اور آپ فکر نہ کریں.... انہیں محفوظ مقام پر رکھیں گے.... کوئی ان تک نہیں پہنچ سکے گا' ان شاء اللہ"۔

"ارے.... تو تم نے یہ بھی جان لیا کہ اس طرف خطرہ ہے"۔

"اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس طرح بغیر پروگرام کے اپنے گھر کے افراد کو فوری طور پر اس طرف بھیجنے کی کیا ضرورت تھی.... آپ لوگ شدید خطرے میں ہیں.... بلکہ میں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ اپنے گھر کے

افراد کو ہمارے ہاں بھیجنے کا مشورہ آپ کو شوکی نے دیا ہے"۔

"حد ہو گئی..... کمال ہو گیا..... ایسے جاسوس تو کہیں دیکھے نہ سنے"۔

"تو پھر آپ پہلی فرصت میں ہمارے ہاں آ جائیں..... دیکھ بھی لیں اور سن بھی لیں..... ویسے تو کچھ کچھ آپ سن ہی چکے ہیں"۔

"توبہ ہے تم سے فاروق..... اب بس بھی کرو"۔ انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"نہیں نہیں..... آپ اسے نہ روکیں"۔ انوار عالم کہنے لگے..... حالانکہ ریسیور تو فاروق کے کان سے لگا ہوا تھا..... وہ تو آواز سن ہی نہیں سکتے تھے..... تاہم فاروق نے فوراً کہا۔

"آئی جی صاحب کہہ رہے ہیں..... نہیں نہیں..... آپ اسے نہ روکیں"۔

"یہی تو مصیبت ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"ہاں تو انکل..... اب آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"میرے پاس اب کہنے کے لئے کچھ رہ ہی کب گیا ہے..... ہاں یاد آیا..... یہ تم نے کیا کہا تھا کہ میں معافی چاہتا ہوں' نصف معافی"۔

"جی ہاں! اگر میں نے کوئی عجیب و غریب بات کہہ دی تھی..... تو پھر پوری معافی مانگنے کی ضرورت نہیں..... نصف سے بھی کام چل جائے گا..... کیونکہ عجیب بات کہنے پر معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہوتی.....



ہاں غریب بات کہنے پر معافی مانگی جاتی ہے"۔

"توبہ ہے تم سے فاروق"۔ انسپکٹر جمشید کی جھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"بہت خوب..... مان گئے بھئی..... اب میں فون بند کرتا ہوں..... کیونکہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہی"۔

"لیکن آپ نے اس خطرے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا"۔

"کیا خطرے کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکے"۔ انہوں نے ٹٹولا۔

"کم از کم یہ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی غیر ملکی خطرہ ہے"۔

"اچھا بس..... تمہارا یہ اندازہ بھی درست ہے..... میں فون بند کرتا ہوں"۔

اور فون بند ہو گیا..... وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"یہ لوگ تو واقعی کمال کے لوگ ہیں"۔

"بس کچھ نہ پوچھیں انکل"۔ شوکی بولا۔

"ہاں! اب تم کیا کہتے ہو؟"

"جہاز روانہ تو ہونے دیں انکل..... بلکہ گھر کے افراد کو وہاں پہنچ جانے دیں"۔

"ابھی اب اس قدر پریشان ہونے کی بھی ضرورت نہیں"۔

"ضرورت ہے انکل..... ہم ضرورت محسوس کر رہے ہیں"۔

"اچھا خیر... ایک گھنٹہ اور سہی"۔

"اس دوران آپ کوئی دفتر کا کام کرنا چاہیں تو کر لیں... ہم اندر کمرے میں چلے جاتے ہیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا... اگرچہ آج کے دن دفتر کا کوئی بھی کام کرنے کو بالکل دل نہیں چاہ رہا"۔

"تو پھر نہ کریں... کیونکہ جب دل نہ چاہے تو کام ٹھیک نہیں ہوتا"۔

"میں اب تک اس پیکٹ کے بارے میں سوچ رہا ہوں... افسوس ہم یہ بھی نہ جان سکے کہ اس پیکٹ میں کیا تھا... کم از کم یہی معلوم ہو جاتا"۔

"فکر نہ کریں انکل... اللہ نے چاہا تو معلوم ہو جائے گا"۔

عین اس وقت قدموں کی آواز سنائی دی... اور پھر چپراسی اندر داخل ہوا۔

"سر... انسپکٹر کاشان آئے ہیں"۔

"اوہ... وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے... کمال ہے"۔ آفتاب کے لہجے میں حیرت تھی۔

پھر انسپکٹر کاشان اندر داخل ہوئے... اس کے کندھوں پر پٹیاں بندھی تھیں اور رنگ بھی زرد ہو رہا تھا"۔

"بھئی آپ آرام کرتے... یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟"



"پیکٹ کی بے چینی مجھے کھینچ لائی"۔ اس نے کمزور آواز میں کہا۔

"کیسی بے چینی؟"

"میں یہ جاننے کے لئے بے چین ہوں کہ آخر اس پیکٹ میں ہے کیا؟"

"لیکن آپ کی آواز کو کیا ہوا انکل... بہت بدل گئی ہے"۔ شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

"کمزوری کی وجہ سے ایسا ہے"۔

"اوہ ہاں"۔ شوکی نے فوراً کہا۔

"لیکن انسپکٹر کاشان... ہم پیکٹ کھو بیٹھے ہیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھا۔

"ہاں! یہی بات ہے... تمہارے زخمی ہو جانے کے بعد جو کچھ یہاں ہوا... میں وہ بتا دیتا ہوں"۔

انہوں نے کہا اور جلدی جلدی تفصیل سنا دی... ساری بات سن کر وہ دھک سے رہ گیا... پھر اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"افسوس ہوا... تب تو مجھے واقعی آرام کرنا چاہیے"۔

"ہاں! آپ کے حق میں یہی بہتر ہے... میں آپ کی دو ہفتے کی چھٹی منظور کرتا ہوں"۔

"شکریہ سر"۔ یہ کہہ کر وہ جانے کے لئے مڑا... ایسے میں

اچانک شوکی نے کہا۔

"ایک منٹ جناب.... ہم آپ کو پیکٹ کے بارے میں مزید کچھ بتا سکتے ہیں"۔

"کیا مطلب"۔ وہ چونک کر مڑا.... اور شوکی کی طرف دیکھنے لگا۔

"بیٹھ جائیں انکل.... ہم آپ کو ایک خاص بات بتانا چاہتے ہیں"۔

"اچھا.... کون سی خاص بات"۔

"آپ کو کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا"۔ شوکی نے گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اچھی بات ہے.... میں انتظار کر لیتا ہوں"۔

اور پھر ایک گھنٹا پورا ہو گیا۔

"انکل آپ ذرا فون کر کے معلوم کر لیں"۔

"اچھا"۔ انوار عالم بولے اور فون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگے.... دوسری طرف کی اطلاع سن کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"جہاز جا چکا ہے"۔

"کک.... کیسا جہاز؟"

"سر نے اپنے گھر کے افراد کو حفاظت کے لئے دارالحکومت بھیج دیا ہے"۔



"اوہ اچھا.... اور وہ آپ پیکٹ کے بارے میں بتا رہے تھے"۔

"بالکل.... میں آپ لوگوں کو ایک بہت خاص بات بتانے لگا ہوں.... لیکن پہلے میں ایک فون کروں گا"۔

"ضرور کرو شوکی"۔ انوار عالم بولے۔

شوکی نے فون پر کسی کے نمبر ملائے.... پھر دوسری طرف کی آواز سن کر بولا۔

"ہاں! شوکی بات کر رہا ہوں.... اب کیا حالت ہے"۔

"پہلے سے بہتر ہیں.... آرام کر رہے ہیں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا

"اوہ اچھا"۔ یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا.... اچانک اس نے آئی جی صاحب کے ہولسٹر سے پستول نکال لیا اور انسپکٹر کاشان کی طرف تان دیا۔

"ہاتھ اوپر کر لو مسٹر"۔

"ارے ارے.... یہ کیا بھئی"۔

"یہ نقلی انسپکٹر کاشان ہیں سر.... اصل تو ہسپتال میں موجود ہیں"۔

"کیا!!!" وہ اچھل پڑے.... لیکن نقلی نے ذرا بھی پریشانی ظاہر نہیں کی.... بلکہ وہ پرسکون آواز میں بولا.... ٹھیک ہے میں نقلی ہوں.... اور پیکٹ کی سن گن لینے آیا تھا.... اب جا رہا ہوں.... پیکٹ واقعی آپ

لوگوں کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے"۔

"آپ جا نہیں سکتے.... میرے ہاتھ میں پستول ہے"۔

"تو کر دیں فائر.... روک کون رہا ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی شوکی نے فائر کر دیا۔

☆○☆

www.urdukorner.com



# ننھی سی چیز

گولی اس کے ٹھیک دل کے مقام پر لگی، لیکن وہ کھڑا مسکراتا رہا.... پھر اس کے قدم شوکی کی طرف اٹھنے لگے.... یہ دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو گیا اور ساتھ ہی پے در پے کئی گولیاں اس کی طرف جھونک ماریں.... لیکن وہ شاید مکمل طور پر بلٹ پروف لباس میں تھا.... نزدیک پہنچ کر اس نے پستول شوکی کے ہاتھ سے لے لیا.... اور ان کی طرف تانتے ہوئے بولا۔

"میں چاہوں.... تو ابھی تم لوگوں کو ڈھیر کر دوں.... لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں.... تم لوگوں سے ہمیں کوئی معلومات بھی حاصل ہو سکتی ہیں.... شاید ہمیں بعد میں کچھ پوچھنا پڑ جائے.... انوار عالم صاحب.... آپ نے اپنے بیوی بچوں کو دارالحکومت بھیج دیا.... ہمیں تو ان سے ویسے بھی کوئی غرض نہیں تھی۔ انہیں آپ نہ بھیجتے.... تو بھی کوئی فرق نہ پڑتا.... اب میں جا رہا ہوں"۔ یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"ایک منٹ.... آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا"۔

"باس کا ایک معمولی کارکن... میک اپ کا ماہر اور بس... باس نے حکم دیا تھا کہ میں انسپکٹر کاشان کا روپ دھار کر آپ لوگوں کے پاس آؤں... تاکہ پیکٹ کے بارے میں کوئی سن گن لے سکوں... لیکن پیکٹ آپ کے پاس نہیں ہے... اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کوئی اور پارٹی بھی پیکٹ میں دلچسپی رکھتی ہے... اب ہمیں اس پارٹی سے بھی نبٹنا پڑے گا... ہم سبق سکھا دیں گے انہیں... کھوپڑی گروہ سب کو نگنی کا ناچ نچاوے گا"۔

"کیا فرمایا آپ نے... کھوپڑی گروہ"۔ آئی جی بولے۔

"ہاں! باس کے گروہ کا نام کھوپڑی گروہ ہے... کیا آپ نے اس خنجر کا معائنہ نہیں کیا تھا... جس سے فونڈا کے جسم کے ٹکڑے کرنے کا کام لیا گیا تھا... اس پر کھوپڑی بنی ہوئی تھی یا نہیں؟"

"ہاں! بنی ہوئی تھی"۔ وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"بس تو... ہمارا نام بھی کھوپڑی گروہ ہے... جو ہمارے راستے میں آتا ہے... وہ کھوپڑی میں تبدیل ہو جاتا ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ نکل گیا... وہ چند لمحوں تک ساکت بیٹھے رہے... آخر آئی جی بولے۔

"یہ بہت برا ہوا... وہ میرا پستول بھی لے گئے... اب مجھے پستول کے بارے میں جواب دہ ہونا پڑے گا"۔

"ایسی کوئی بات نہیں... یہ لیں اپنا پستول"۔ اس کی آواز سنائی



دی اور پستول کمرے میں آ کر گرا... وہ ایک بار پھر چونک اٹھے۔

"کمال کے لوگ ہیں... یا تو ایک دم اچھے نظر آتے ہیں... یا ایک دم سنگ دل"۔

"ہاں انکل... یہ واقعہ بھی اس معاملے کا انوکھا واقعہ تھا... وہ تو شکر کریں کہ مجھے شک ہو گیا تھا اور میں نے ہسپتال فون کر کے انسپکٹر کاشان کے بارے میں معلوم کر لیا تھا"۔

"چلو یہ تو خیر ٹھیک ہے... لیکن اگر تم اسے نہ پہچانتے... تب بھی ہمیں کیا نقصان ہو جاتا... پیکٹ تو پہلے ہی ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے"۔

"لیکن ہم پیکٹ کو پھر سے حاصل کرنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں"۔ رفعت مسکرائی۔

"کیا فائدہ... اس قدر خونی پیکٹ کو تو دور سے ہی سلام"۔ آئی جی نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن انکل... جب تک ہمیں یہ معلوم نہیں ہو جاتا کہ اس پیکٹ میں کیا ہے... کیا اس وقت تک ہم سکون کا سانس لے سکیں گے"۔

"پتا نہیں... میں خود نہیں جانتا' لے سکوں گا یا نہیں"۔ انہوں نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"ایک منٹ انکل... میں ذرا ایک کام کر لوں"۔

یہ کہہ کر شوکی اٹھا اور دبے پاؤں دروازے کی طرف آیا' پھر اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا.... نقلی انسپکٹر کاشان لڑکھڑاتا ہوا اندر آگیا.... وہ دروازے سے لگا کھڑا تھا اور ہاتھ میں پکڑے پستول کے ذریعے اس نے چپراسی کو خاموش کر رکھا تھا۔

"تو میرا اندازہ بھی درست نکلا"۔ شوکی مسکرایا۔

"کک.... کون سا اندازہ؟" آئی جی بولے

"یہ کہ.... یہ صاحب ابھی جائیں گے نہیں.... یہیں ٹھہر کر اندر کی سن گن لینے کی کوشش کریں گے.... اب ان صاحب کو گرفتار کرنا ہی ہو گا"۔

"میرے ہاتھ میں پستول ہے"۔ اس نے گویا یاد کرایا۔

"ہو گا.... آپ خطرے کا الارم بجا دیں"۔ شوکی نے کہا۔

"اس صورت میں یہاں خون خرابہ ہو گا"۔

"پرواہ نہیں"۔ شوکی نے مسکرا کر کہا۔

آئی جی صاحب نے الارم بجا دیا.... پولیس والے فوراً اس طرف دوڑ پڑے اور انہوں نے آن کی آن میں دفتر کو گھیر لیا۔

"کوئی فائدہ نہیں.... میں یہ پستول آئی جی صاحب کی کن پٹی پر رکھ کر جاؤں گا.... یہ میرے آگے جائیں گے.... لہٰذا باہر آنے والے آپ کے کسی کام نہیں آئیں گے"۔

"جو کرنا ہے.... کر گزرو"۔ شوکی نے جل کر کہا۔



"اٹھئے آئی جی صاحب.... ہاتھ اوپر اٹھا دیں"۔

"اچھی بات ہے"۔ انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا.... ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"میرے آگے چلیں.... مگر آپ کے ماتحتوں نے ذرا بھی حرکت کی تو آپ کا بھیجا اڑ جائے گا"۔

"اچھی بات ہے"۔ وہ بولے اور دفتر سے نکل آئے.... انہیں اس حالت میں دیکھ کر باہر موجود ماتحت سکتے میں آ گئے۔

"خبردار! تم میں سے کوئی حرکت نہ کرے"۔ حملہ آور چلایا.... پھر فوراً اس کی آواز گونجی۔

"ورنہ تمہارے افسر کی لاش یہاں تڑپتی نظر آئے گی"۔

ان کی رائفلیں جھک گئیں۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں.... اس شخص کو گرفتار کر لیا جائے"۔ شوکی نے ہنس کر کہا۔

"کیا ہوا شوکی.... پاگل ہو گئے ہو کیا؟" انوار عالم نے جھلا کر کہا۔

"نہیں.... میں اس شخص کو پاگل کر دوں گا.... یہ پستول تو میں نے خالی کر دیا تھا.... ان کی گولیاں میرے پاس ہیں.... یہ دیکھئے"۔

"کیا!!!" وہ چلائے۔

اور پھر پولیس والے اس پر ٹوٹ پڑے.... جلد ہی وہ ان کے

قبضے میں تھا.... تاہم پولیس والے سکتے کے عالم میں تھے۔

"سر! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ انسپکٹر کاشان بھی غدار ہو سکتے ہیں"۔ ایک آفیسر بولا۔

"نہیں.... یہ انسپکٹر کاشان نہیں ہے.... ان کے میک اپ میں ایک عدد مجرم ہے.... جو پیکٹ کے چکر میں آیا تھا"۔

"اوہ.... پیکٹ.... ایک تو ابھی تک اس پیکٹ کے معاملے کا سر پیر سمجھ میں نہیں آیا"۔

"آتے آتے آئے گا.... پہلے تو ذرا اس شخص کو کمرۂ امتحان میں لے چلیں"۔ شوکی نے کہا۔

"یہ تم اپنی زندگی کی بھیانک غلطی کرو گے"۔ حملہ آور نے کہا۔

"آج کا دن غلطیوں کا دن ہے.... لہٰذا پروا نہ کرو"۔ آفتاب مسکرایا۔

اسے کمرۂ امتحان میں لایا گیا.... جونہی ایک مشین پر اسے کسا گیا اور بٹن دبایا گیا' وہ تو لگا چیخنے چلانے۔

"بس کرو.... آخر تم کیا چاہتے ہو؟"

"ذرا ایک منٹ کے لئے بٹن اوپر کر دیں.... تاکہ ہم اسے بتا سکیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں"۔

بٹن آف کر دیا گیا.... تب شوکی نے کہا۔

"آپ کا نام؟"



"لنگڑا ڈار"۔ اس نے کہا۔

"لیکن بھئی.... تم لنگڑے کب ہو؟" شوکی نے منہ بنایا۔

"یہ نام ہے.... لنگڑے کے بچے"۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"یہ بھی غلط ہے.... میرے والد لنگڑے نہیں ہیں"۔

"تم لنگڑے.... تمہارا باپ لنگڑا.... تمہارا سارا خاندان لنگڑا"۔

وہ چلا اٹھا۔

"ذرا بٹن دبا دیں.... تاکہ اس کی کچھ اکڑ نکل جائے.... ابھی یہ سیدھی طرح بات کرنے کے قابل نہیں ہوا"۔

"جو کرو.... سوچ سمجھ کر کرو.... پھر تمہیں رونے والا کوئی نہیں ہو گا"۔

"ہمیں رونے والوں کی ضرورت بھی نہیں.... ہاں دعائیں کرنے والوں کی ضرورت ہے.... رونے والے مرنے والوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے.... ہاں ان کے لئے دعا کرنے والے.... صدقہ خیرات کرنے والے ضرور انہیں فائدے پہنچاتے ہیں"۔

"یہ آپ کن باتوں میں الجھ گئے؟" ایک آفیسر نے برا سا منہ بنایا۔

"کیوں.... کیا یہ باتیں بالکل بے کار ہیں"۔

"ہاں اور کیا.... مرنے کے بعد انسان مٹی ہو جاتا ہے اور بس قصہ ختم.... مرنے کے بعد نہ کوئی حساب کتاب ہو گا.... نہ کوئی جنت

دوزخ"۔

"کیا آپ مسلمان نہیں ہیں"۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا... جب مرنے کے بعد کچھ ہونا ہی نہیں... تو پھر مسلمان ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑ جائے گا"۔

"حیرت ہے سر... آپ کے دفتر میں اس قسم کے خیالات کے لوگ موجود ہیں"۔

"سر سے کیا بات کر رہے ہیں... یہ میرا ذاتی معاملہ ہے"۔ اس آفیسر نے بھنا کر کہا۔

"لیکن آپ اپنے ذاتی معاملے کو ہم سب پر نہیں ٹھونس سکتے"۔ شوکی نے جل کر کہا۔

"آپ دیکھ رہے ہیں سر... مسٹر شوکی حد سے بڑھ رہے ہیں"۔ وہ آئی جی کی طرف مڑا۔

"میں نے تو اس بات کو محسوس نہیں کیا"۔

"کس بات کو؟" وہ فوراً بولا۔

"اس بات کو کہ یہ حد سے بڑھ رہے ہیں... ہاں البتہ آپ ضرور حد سے بڑھ رہے ہیں... یہ ملک مسلمانوں کا ملک ہے... یہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے... لہٰذا آپ کے اپنے جو بھی خیالات ہوں... آپ دوسروں پر وہ خیالات نہیں ٹھونس سکتے"۔

"سوری سر"۔



"لیکن سر... میں دلیل سے انہیں کیوں نہ شکست دوں"۔ شوکی مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"ان کا کہنا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی حساب کتاب نہیں ہو گا... سب مر کر مٹی ہو جائیں گے' اگر بات یہی ہے... تو پھر تو سب برابر ہو گئے... یعنی کل مخلوق مٹی ہو گئی... لیکن اگر حساب کتاب ہے... تو ہم فائدے میں رہیں گے' اس لئے کہ ہم نے حساب کتاب کی کچھ تو تیاری کی ہو گی... جب کہ جو لوگ حساب کتاب کو مانتے ہی نہیں... وہ اس کی تیاری کیا کریں گے... لہٰذا حساب کتاب ہونے کی صورت میں یہ لوگ تو مارے جائیں گے"۔

"بہت خوب شوکی... دلیل بہت خوب صورت' مضبوط اور عام فہم ہے... یعنی ایک بچہ بھی اس دلیل کو سمجھ سکتا ہے... اور اب ہم ذرا بات کر لیں اپنے مجرم مسٹر لنگڑا ڈار سے"۔

"ویسے نام اس نے بھی چن کر رکھا ہے"۔

"ہاں! یہ تو ہے... لنگڑا ڈار"۔ آئی جی ہنسے۔

"ہاں تو مسٹر... آپ نے اپنا نام لنگڑا ڈار بتایا... اپنے گروہ کا نام کھوپڑی گروہ بتایا... اب ذرا یہ بھی بتا دیں کہ آپ کے باس کا نام کیا ہے اور یہ گروہ کام کیا کرتا ہے؟"

"یہ گروہ لوگوں کی گردنیں توڑنے کا کام کرتا ہے... اور اس بار

آپ لوگوں کی باری ہے"۔ اس نے غرا کر کہا۔

"ارے باپ رے.... اس قدر خوف زدہ تو نہ کرو بھئی.... باس کا نام"۔

"باس کا نام معلوم نہیں.... کام وہ ہر قسم کے لیتا ہے.... کسی کے اغوا کا حکم دے سکتا ہے.... کسی کے قتل کا حکم بھی دے دیتا ہے.... کسی دفتر سے کوئی چیز اڑانے کا حکم بھی اکثر دیتا رہتا ہے"۔

"اور تم اس کے لئے یہ کام کرتے رہتے ہو؟" شوکی نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"ہاں اور کیا کریں.... تنخواہ جو لیتے ہیں اس سے"۔

"ایک معمولی تنخواہ کے لئے تم دوسروں کا خون کر دیتے ہو.... بم دھماکے کر کے لوگوں کو موت کی نیند سلا دیتے ہو"۔

"ایک معمولی تنخواہ کے لئے نہیں.... بہت خاص تنخواہ کے لئے.... وہ ہم سب کو پچاس ہزار روپے ماہوار تنخواہ دیتا ہے"۔

"اوہو اچھا.... کمال ہے.... اتنی لمبی چوڑی تنخواہ دینے کے لئے وہ رقم کہاں سے لاتا ہے"۔

"رقم کی بات نہ کرو.... اس کے پاس بے تحاشا دولت ہے.... اور پھر ساتھ ساتھ وہ دولت کماتا بھی رہتا ہے.... یہ جو وہ دفاتر سے فائلیں وغیرہ اڑواتا ہے.... تو دوسرے ملکوں سے ان کی بہت اچھی بھلی رقوم بھی تو وصول کرتا ہے"۔



"لیکن دفاتر کی فائلیں تم کس طرح حاصل کر لیتے ہو"۔

"یہ کوئی مشکل کام نہیں.... فائل کے بارے میں تمام تر معلومات وہ مہیا کرتا ہے.... یعنی فائل کس آفیسر کے پاس ہے.... اس کا گھر کہاں ہے.... اس کے کتنے بچے ہیں.... وغیرہ.... بس جب ہم اس کے بیوی بچے اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں تو وہ بے چارہ چپ چپاتے فائل لا دیتا ہے.... اور پھر فائل بھی مستقل طور پر نہیں.... ہمارے آدمی اسی وقت اس کی مائیکرو فلم بنا لیتے ہیں.... اور فائل واپس اپنی جگہ پہنچ جاتی ہے.... اس طرح کسی کو کانوں کان پتا بھی نہیں چلتا.... اور مطلب کی چیز بھی باس حاصل کر لیتا ہے"۔

"اوہ.... اوہ.... یہ.... یہ تو بہت خوفناک ہے سر"۔ شوکی کانپ گیا۔

"ہاں.... خوفناک سے بھی دو ہاتھ آگے.... خیر اس بارے میں مشورہ کیا جائے گا.... فی الحال تم اس سے اپنی بات مکمل کرو"۔ آئی جی بولے۔

"اس پیکٹ میں کیا ہے؟"

"نہیں معلوم"۔ اس نے فوراً کہا۔

"باس کہاں رہتا ہے؟"

"نہیں معلوم"۔ اس نے کہا۔

"کیا تم لوگ بھی اسے فون کر سکتے ہو.... یا کسی اور ذریعے سے

اس سے رابطہ قائم کرتے ہو"۔

"نہیں... وہ خود فون کرتا ہے... ہم اس سے رابطہ نہیں کر سکتے"۔

"ہوں... خیر... تم اس سے رابطہ نہیں کر سکتے"۔

"اب تک تو اسی عمارت میں جمع ہوتے رہے ہیں... جس میں آپ کو لے جایا گیا تھا... لیکن اب چونکہ وہ عمارت آپ لوگوں کی نظروں میں آ گئی ہے... اس لئے باس اب نئی جگہ کا انتظام کرے گا"۔

"لیکن اب وہ تم لوگوں سے رابطہ کس طرح کرے گا"۔

"اس نے ہمیں اور بھی ہدایات دے رکھی ہیں... ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی وجہ سے ٹھکانا بدلنا پڑ جائے تو نئے ٹھکانے کا انتظام ہونے تک ہم لوگ ہوٹل غالب میں ضرور چکر لگایا کریں... دوسرے یہ کہ ہم سب کارکن آپس میں اچھی طرح واقف ہیں... لہٰذا باس کا پیغام ہوٹل غالب میں ہمیں مل جائے گا"۔

"بہت خوب! ساری باتیں سمجھ میں آ گئیں... اپنے باقی ساتھیوں کے نام' پتے اور حلئے بتاؤ"۔ آئی جی بولے۔

"نہیں بتاؤں گا"۔

"بٹن دبا دو بھئی"۔

"نن نہیں"۔ وہ کانپ گیا۔

"تو پھر بتاؤ... نام پتے"۔



"صرف نام بتا سکتا ہوں... ہم ایک دوسرے کے ذاتی پتوں سے واقف نہیں... تاہم وہ ہوٹل غالب سے ضرور ملیں گے"۔

"اچھا... یونہی سہی... نام لکھوا دو"۔

وہ نام لکھواتا چلا گیا... اس نے کوئی بیس کے قریب نام لکھوائے۔

"تمہارے خیال میں باس کوئی ملکی آدمی ہے یا غیر ملکی"۔

"خیال یہ ہے کہ غیر ملکی ہے"۔

"اور پھر بھی تم مقامی لوگ ہو کر ایک غیر ملکی کے اشاروں پر ناچتے ہو؟" آئی جی صاحب نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"پچاس ہزار روپے ماہوار تنخواہ پر بھی غور کریں نا... یہ کوئی کم نہیں ہے"۔

"اسے حوالات میں بند کر دیں انکل... اور سخت نگرانی میں رکھیں... کوئی اس کی ضمانت لے کر آئے تو اسے بھی بٹھا لیا جائے... تاکہ ہم اس کے بارے میں بھی معلومات لے سکیں"۔

"او کے سر"۔ ایک ذمہ دار آفیسر نے کہا۔

اور پھر وہ آئی جی صاحب کے ساتھ ان کے کمرے میں آ گئے۔

"تم تو آج کمال پہ کمال کئے جا رہے ہو شوکی"۔

"میں اندر آ سکتا ہوں سر"۔ انہوں نے انسپکٹر کاشان کی آواز سنی۔

"اوہ... یہ... انکل... کیا یہ واقعی آپ ہیں؟" شوکی نے چونک کر کہا۔

"کیوں... کیا میرے میک اپ میں کوئی اور بھی آ سکتا ہے؟"

"بالکل... ابھی ابھی تو ایک عدد نقلی انسپکٹر کاشان سے فارغ ہوئے ہیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"ایک منٹ پہلے میں ایک فون کر لوں"۔

یہ کہہ کر شوکی نے ہسپتال فون کر کے انسپکٹر کاشان کے بارے میں رپورٹ لی... وہاں سے بتایا گیا کہ تھوڑی دیر پہلے انہیں ہوش آ گیا تھا... اس کے بعد وہ نہیں رکے... کہ رہے تھے... آئی جی صاحب کے دفتر فوری جانا ہے... اس لئے رک نہیں سکتا"۔

"بہت بہت شکریہ"۔ یہ کہہ کر شوکی نے فون بند کر دیا۔

"اس بار تو اصل ہی لگے ہیں... ویسے پھر بھی چیک کر لینے میں کوئی حرج نہیں... کیا میں آپ کے چہرے کو چیک کر سکتا ہوں انکل؟"

"کیا مطلب؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"میں چیک کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اصلی ہیں یا نقلی"۔

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟"

"انسپکٹر کاشان... برا نہ مانو... حالات ہی ایسے ہیں"۔ آئی جی مسکرائے۔



"اچھی بات ہے... تب پھر کر لیں چیک"۔

اس کا چہرہ چیک کیا گیا اور آخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ بالکل اصلی ہیں

"خدا کا شکر ہے... اب ہم بے فکر ہو کر پیکٹ کے بارے میں بات کر سکتے ہیں"۔

"کیا خاک بات کر سکتے ہیں... پیکٹ تو وہ نکال لے گئے"۔ آئی جی نے جھنجھلا کر کہا۔

"کیا فرمایا... پیکٹ وہ لے جا چکے ہیں"۔

"ہاں انسپکٹر کاشان... یہی بات ہے"۔

"نہیں نہیں... یہ نہیں ہو سکتا تھا"۔ اس نے چلا کر کہا۔

"بس بھئی... اب کیا کیا جائے... حالات کچھ اس طرح اوپر تلے پیش آئے کہ پیکٹ ہاتھوں سے نکل گیا"۔

"لیکن سر... اگر پیکٹ ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے تو پھر یہ لوگ کیوں ہمارے خلاف اب تک ڈٹے ہوئے ہیں؟"

"اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ پیکٹ کوئی دوسری پارٹی لے اڑی ہے... کھوپڑی پارٹی بے چاری محروم رہ گئی ہے"۔

"نہیں نہیں... نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ انسپکٹر کاشان نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں... آپ کو کیا ہوا؟" آئی جی چونکے۔

"اس طرح ہمیں اب دو پارٹیوں سے بیک وقت لڑنا پڑے گا"۔

"آپ فکر نہ کریں.... آپ کی تو فی الحال چھٹیاں ہیں"۔ آئی جی بولے۔

"نہیں سر.... میں چھٹی نہیں کروں گا"۔

"ارے بھئی.... زخمی ہیں آپ"۔

"کوئی بات نہیں سر.... ہم وہ پیکٹ حاصل کر کے رہیں گے.... جب تک یہ معلوم نہیں ہو جاتا کہ اس پیکٹ میں کیا ہے.... اس وقت تک مجھے چین نہیں آئے گا"۔

"واہ.... آفیسر ہوں تو ایسے.... اسی لئے میں آپ کی قدر کرتا ہوں.... اور جلالی نور جیسے آفیسرز سے نفرت کرتا ہوں.... اور ... کی برادرز.... یہ تو ملک اور قوم کے لئے بالکل مفت کام کرتے ہیں.... ان کی خدمات کو تو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے"۔

"زیادہ تعریف نہ کریں انکل.... ورنہ ہم مارے شرم کے مر جائیں گے.... اور ہاں.... اگر آپ ہمیں یہ اطمینان دلا دیں کہ اب دفتر میں کوئی غیر متعلق آدمی داخل نہیں ہو گا تو ہم آپ کو ایک زوردار بات بتا سکتے ہیں"۔

"زوردار بات.... کیا مطلب؟"

"پہلے آپ اطمینان کر لیں"۔

"اچھا تو پھر میں خود باہر نکل کر انتظامات کا جائزہ لیتا ہوں"۔ یہ



کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے.... انہیں اٹھتے دیکھ کر انسپکٹر کاشان بھی اٹھ گیا۔

"نہیں.... آپ بیٹھیں"۔

یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئے.... چند منٹ بعد ان کی واپسی ہوئی.... ان کے چہرے پر اطمینان تھا۔

"ہر طرح سے مکمل انتظامات ہیں.... فکر کی ضرورت نہیں"۔

"اوہ اچھا.... تو پھر یہ لیجئے.... میرے پاس آپ کی ایک چیز ہے"۔ شوکی نے کہا اور جیب میں سے ایک ننھی سی چیز نکال کر ان کے سامنے کر دی.... اس چیز کو دیکھ کر آئی جی انوار عالم زور سے اچھلے اور پکار اٹھے۔

"ارے.... یہ.... یہ.... یہ کیا.... چپ چابی"۔

ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

☆○☆

# پیکٹ ملتا ہے

"جی ہاں انکل.... چابی.... کیا آپ اس کو پہچانتے نہیں"۔

"پہچانتا کیوں نہیں.... یہ میرے دراز کی چابی ہے.... لیکن یہ تمہارے ہاتھ کہاں سے لگی؟" وہ بوکھلا کر بولے۔

"جی یہ بے چاری کہاں سے ہاتھ لگتی.... اس کو تو ہاتھ لگانا پڑا.... یہ میں نے آپ کی جیب سے اڑا لی تھی"۔

"لیکن کیوں.... تمہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" انہوں نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"اس وقت اعجاز کامرانی صاحب سیکرٹری وزارت دفاع موجود تھے.... اور میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ ان کے سامنے دراز کھولیں.... بلکہ صرف میں ہی نہیں.... رفعت بھی نہیں چاہتی تھی"۔

"آخر کیوں؟" انہوں نے بے چین ہو کر کہا۔

"ہمیں ان پر شک گزرا تھا.... یہ کہ یہ ضرور اس پیکٹ کے چکر میں آئے ہیں.... آپ نے محسوس کیا ہو گا.... وہ دراز کھلوانے اور پیکٹ دیکھنے کے بارے میں کس قدر بے چین تھے"۔



"ہاں! یہ بات تو تھی.... لیکن بھلا اس معاملے سے ان کا کیا تعلق.... وہ تو ایک بڑے سرکاری آفیسر ہیں"۔

"انکل! یہ بات تو اب دیکھنا ہو گی اور اس کی ترکیب میں نے سوچ لی ہے.... آپ انہیں فون کریں.... کہ پیکٹ مل گیا.... آئیے.... آ کر دیکھ لیں اور یہ کہ ہم آپ کی موجودگی میں اس کو کھولنا چاہتے ہیں"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... شوکی.... اب کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا"۔

"کیوں انکل.... آپ نے یہ خوفناک نتیجہ کیسے نکال لیا؟" شوکی نے گھبرا کر کہا۔

"بھئی سیدھی سی بات ہے.... اول تو پیکٹ ہمارے پاس ہے نہیں.... انہیں کیا دکھائیں گے.... دوسرے تم خود ان پر شک کر چکے ہو.... تو اب کیسے انہیں بلا سکتے ہیں.... فرض کیا ہمارے پاس پیکٹ ہے.... تو ہم انہیں بلا کر خطرہ کیوں مول لیں"۔

"بلی کو تھیلے سے باہر نکالنے کے لئے یہ کرنا ہی ہو گا"۔

اچانک شوکی نے سخت' سرد اور تیز لہجے میں کہا.... ایسے میں اس کا چہرہ سرخ ہو گیا.... آنکھیں آگ برسانے لگیں.... انوار عالم اور دوسرے کانپ گئے.... انہوں نے شوکی کا یہ روپ کبھی نہیں دیکھا.... وہ تو انہیں ہمیشہ ایک سیدھا سادا اور بزدل سا لڑکا نظر آیا تھا۔

"لک... لک... کیا مطلب... شوکی... تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں... آخر ہم کیسے جان سکیں گے کہ اس پیکٹ کا چکر کیا ہے... انہیں بلانا ہو گا"۔

"اور انہیں دکھائیں گے کیا؟"

"پیکٹ"۔ وہ بولا۔

"پیکٹ... کہاں سے آئے گا پیکٹ"۔

"آیئے... اندرونی کمرے میں"۔ یہ کہہ کر شوکی اندر کمرے میں گھس گیا... باقی لوگ بھی فوراً اس کے پیچھے اس کمرے میں آ گئے... ان سب کا مارے سسپنس کے برا حال ہو چکا تھا۔

"شوکی... اللہ رحم فرمائے... آج سے پہلے تمہیں اس روپ میں نہیں دیکھا"۔ انوار عالم نے فکرمند ہو کر کہا۔

"کوئی بات نہیں انکل... میں معافی چاہتا ہوں"۔

"معافی کس بات کی... میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم معافی مانگنے لگو... میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا... تمہارا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا تھا... آنکھیں خون اگلنے لگی تھیں"۔

"جب اسلام دشمن طاقتیں ہمارے خلاف کوئی جال بچھاتی ہیں یا قدم اٹھاتی ہیں اور ہم جب بے بسی محسوس کرتے ہیں تو میری ایسی حالت ہو جاتی ہے"۔

"تو کیا تمہارے خیال میں یہ کوئی اسلام دشمنوں کی سازش



ہے"۔

"اس وقت تک تو میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں"۔

"لیکن بھائی جان... آپ جس نتیجے پر پہنچے ہیں' وہ غلط بھی ہو سکتا ہے"۔

"ہاں! یہ تو خیر ہے"۔ شوکی نے سر ہلایا۔

اب وہ کمرے میں رکھی ردی کی ٹوکری کی طرف بڑھا... اس میں بیکار کاغذ وغیرہ بھرے پڑے تھے... یوں لگتا تھا جیسے اسے کئی روز سے خالی نہ کیا گیا ہو۔

"ہائیں یہ کیا... یہ ٹوکری تو ایسا لگتا ہے... جیسے کئی روز سے خالی نہ کی گئی ہو... ایک منٹ... ذرا پہلے میں چپراسی کی خبر لے لوں"۔ یہ کہہ کر آئی جی لگے اس کو آواز دینے... لیکن اسی وقت شوکی بول اٹھا۔

"نہیں انکل... اسے زحمت نہ دیں... یہ کام میرا ہے"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"آپ کی دراز سے پیکٹ نکال کر میں نے اس ٹوکری میں رکھ دیا تھا... اور اوپر یہ کاغذ بھر دیے تھے"۔

"حیرت ہے... اس جگہ تو وہ فوراً تلاش کر لیتے"۔

"نہیں سر... بہت زیادہ اہم چیز کو کوئی عام جگہ پر نہیں چھپاتا... لہٰذا وہ خاص جگہوں کی ہی تلاشی لیتے... دراز میں میں نے

اس لئے نہیں رہنے دی کہ ہر کوئی آکر پہلے دراز کو چیک کرے گا"۔

"اف مالک..... تت..... تو وہ پیکٹ..... جس کے لئے اس قدر ہنگامے ہوئے' خون خرابہ ہوا..... وہ..... یہاں..... اس نوکری میں موجود ہے"۔

"بالکل موجود ہے..... اللہ کی مہربانی سے موجود ہے..... یہ دیکھئے"۔

شوکی نے نوکری الٹ دی..... اس کی تہ میں پیکٹ موجود تھا..... اب پیکٹ اس کے ہاتھ میں نظر آیا۔

"میرا خیال ہے انکل..... اس موقعے پر کیوں نہ پہلے ہم اعجاز کامرانی کا امتحان لے لیں..... اگر وہ دشمن کے بھیجے ہوئے آئے تھے..... تو پیکٹ کو دیکھ کر خاموشی سے واپس نہیں چلے جائیں گے"۔

"کیا کرنا چاہتے ہو شوکی..... پہلے وضاحت کرو..... کیونکہ اعجاز کامرانی کوئی معمولی آفیسر نہیں ہیں..... ہمیں الجھن پیش آسکتی ہے"۔

"بس آپ انہیں فون کر دیں کہ پیکٹ مل گیا ہے..... اور ہم اسے کھولنے لگے ہیں..... کیا آپ پسند کریں گے کہ اس موقع پر آپ بھی موجود ہوں"۔

"اور اگر وہ آ گئے"۔

"تو ہم ان کے سامنے پیکٹ کو کھولیں گے"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا..... ایک طرف تم کہہ رہے ہو..... وہ دشمن



کے بھیجے ہوئے آئے تھے..... دوسری طرف تم ان کے سامنے کھولو گے اس کو"۔

"آپ سمجھے نہیں..... پہلے آپ فون کر دیں"۔

"اچھی بات ہے شوکی..... لیکن اگر اس ترکیب کہ وجہ سے پیکٹ ہاتھ سے نکلا تو پھر میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا"۔

"چلئے..... نہ کیجئے گا"۔ وہ مسکرایا۔

"ہائیں..... یعنی تمہیں اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ میں تمہیں کبھی معاف نہ کروں"۔ انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"یہ بات نہیں..... مجھے بہت پروا ہو گی"۔ وہ مسکرایا۔

آخر آئی جی صاحب نے اعجاز کامرانی کے نمبر ملائے..... ان کی آواز سن کر بولے۔

"کامران صاحب..... انوار عالم بات کر رہا ہوں"۔

"اوہ! یہ آپ ہیں"۔ وہ ناخوشگوار سے انداز میں بولے۔

"آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی کہ پیکٹ مل گیا ہے"۔

"کیا..... پیکٹ مل گیا ہے؟"

"ہاں جناب..... اور اب ہم اس کو کھولنے لگے ہیں"۔

"نہ نہ..... ابھی ایسا نہ کیجئے گا"۔

"جی..... کیا فرمایا؟" وہ بولے۔

"جب تک میں نہ آؤں..... ایسا نہ کیجئے گا..... آپ اس وقت

کہاں ہیں؟"

"اپنے دفتر میں"۔

"اوہ اچھا... میں آ رہا ہوں"۔

"شکریہ"۔ یہ کہہ کر انہوں نے فون رکھ دیا۔

"ہاں شوکی... اب بتاؤ... کیا پروگرام ہے؟"

"ہاں سن لیں انکل... اگر اعجاز کامرانی دشمن کے آدمی ہیں یا کسی لالچ کے تحت ان سے مل گئے ہیں تو پھر... وہ یہاں آنے سے پہلے اس کو اطلاع دے کر آئیں گے... اور اس صورت میں ہم پر حملہ ہو گا... لہٰذا پہلے تو آپ خفیہ طور پر حملہ کا مقابلہ کرنے کی تیاری کر لیں... یعنی دفتر میں آپ کے ماتحت اس طرح پوزیشنیں لے لیں... کہ بظاہر وہ کسی کو نظر نہ آئیں... لیکن وہ ہر اہم جگہ پر موجود ہوں اور باقاعدہ پوزیشن لئے کھڑے ہوں... اس کمرے میں بھی چھپے ہوئے ہوں"۔

"اوہ شوکی... یہ بات پہلے بتاتے... اس میں کچھ وقت لگے گا"۔

"آپ فکر نہ کریں"۔ شوکی مسکرایا۔

"اس کی بھی وضاحت کر دو' ابھی میں فکر کیوں نہ کروں"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"اس لئے کہ اعجاز کامرانی صاحب اتنی جلدی نہیں آئیں گے... ہاں اگر وہ دشمن کے آدمی نہیں ہیں... تب جلدی آئیں"۔



"وہ کیسے؟"

"پہلے وہ باس سے رابطہ کریں گے... باس انہیں ہدایات دے گا... کہ وہ اتنی جلدی وہاں نہ جائیں... اس لئے کہ باس کو بھی تو اس صورت حال کے مطابق انتظام کرنا ہو گا... اسے بھی تو کچھ وقت لگے گا"۔

"اوہ ہاں... دلیل مضبوط ہے... اچھا شوکی... میں ابھی یہ انتظام کرتا ہوں... لیکن... کہیں یہ پیکٹ اس چکر میں ہمارے ہاتھوں سے نکل نہ جائے"۔

"آپ فکر نہ کریں... ان شاء اللہ پیکٹ نہیں جائے گا"۔ شوکی نے مسکرا کر کہا۔

آئی جی صاحب وائرلیس پر ہدایات نشر کرنے لگے... اس وقت آفتاب نے کہا۔

"میں بہت بے چینی محسوس کر رہا ہوں بھائی جان... ایسا لگتا ہے... ہم جو کھیل کھیل رہے ہیں... وہ ہمارے حق میں مضر ثابت ہو گا"۔

"تو کرتے رہو... روکا کس نے ہے"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"کیا کرتے رہو؟"

"بے چینی محسوس کرتے رہو"۔ اس نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے... آپ ایسا کر کے رہیں گے"۔

"بے وقوف... بلی کو تھیلے سے نکالنا ہے... باس کون ہے... اس پیکٹ کا کیا چکر ہے... آخر یہ سب کس طرح معلوم ہو گا... اس وقت میں نے وہ وار کیا ہے کہ باس کو حرکت میں آنا ہو گا"۔

"لیکن باس خود کیوں آئے گا"۔ اشفاق بولا۔

"پیکٹ کو وہ خود ہی حاصل کرنا چاہے گا... چاہے وہ اپنے ماتحتوں میں شامل ہو کر آئے... آئے گا خود... اور ہو سکتا ہے... اس کے آدمیوں کو معلوم نہ ہو کہ باس ان میں شامل ہے"۔ شوکی نے جلدی، جلدی کہا۔

"لیکن... ہمیں کس طرح معلوم ہو گا... کہ باس کون ہے"۔

"پیکٹ وہی اپنے قبضے میں لے گا"۔

"اور اس کے ساتھی اگر پیکٹ اپنے قبضے میں لینے کی کوشش کریں تو وہ کیا کرے گا"۔

"اس صورت میں وہ ان پر واضح کر دے گا کہ وہ باس ہے"۔

"اچھی بات ہے... میری بے چینی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے... لہٰذا میں سوالات کا سلسلہ بند کرتا ہوں"۔ آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"کوئی بات نہیں... میں شروع کرتی ہوں"۔ رفعت مسکرائی۔

"کیا مطلب... تم شروع کرتی ہو"۔

"ہاں! ہم بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہیں... اس طرح پیکٹ ہاتھ سے نکل جانے کے بہت زبردست امکانات ہیں... آپ ایسا کیوں



نہیں کرتے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے"۔

"کیا مطلب؟" شوکی چونکا۔

"اس جیسا ایک، پیکٹ بنا لیں"۔

"بے وقوف ہو تم"۔ شوکی نے آنکھیں نکالیں۔

"پہلے تو یہ ثابت کریں کہ میں بے وقوف کس طرح ہوں"۔ رفعت نے جل بھن کر کہا۔

"اس طرح کہ... باس جانتا ہے... اصل پیکٹ میں کیا ہے"۔

"تو جو اصل پیکٹ میں ہے وہی ہم نقلی میں رکھ دیں گے"۔

"مت... تمہارا مطلب ہے... پہلے ہم اس پیکٹ کو کھول کر دیکھ لیں... لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ بند پیکٹ ہی پہچان کا ذریعہ ہو"۔

"اوہ ہاں... اس صورت میں باس ایک نظر دیکھ کر ہی بتا دے گا کہ پیکٹ نقلی ہے... لہٰذا ہم اس کو کھول نہیں سکتے"۔

"تب ہم خطرہ مول لیں گے"۔

"اب جو بھی ہو... خطرہ مول لئے بغیر بلی باہر نہیں آئے گی... اور یہ انکل کے انتظامات کا مسئلہ ہو گا... اگر پیکٹ ہاتھ سے گیا"۔

"فکر نہ کرو شوکی... ہم تمام وسائل بروئے کار لا رہے ہیں... ہر قسم کے جدید انتظامات کر رہے ہیں"۔ انوار عالم بولے۔

"بہت خوب انکل... انکل ہوں تو آپ جیسے"۔

وہ مسکرا دیے... اور پھر وائرلیس کی طرف متوجہ ہو گئے... آخر

آدھ گھنٹا گزر گیا... پھر کہیں جا کر دروازے پر دستک ہوئی... اس وقت تک تمام انتظامات کئے جا چکے تھے... ان کے کمرے میں بھی چار کلاشن کوفوں والے اس طرح چھپے ہوئے تھے کہ خود انہیں بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔

اسی وقت چپراسی اندر داخل ہوا اور بولا۔

"سر... سر آئے ہیں"۔

"تمہارا مطلب ہے... اعجاز کامرانی؟"

"نہیں سر... وہ تو خیر آئے ہی ہیں... ان سے بڑے سر... وزیر داخلہ ان کے ساتھ آئے ہیں"۔ اس نے کہا۔

"کیا!!!" وہ بری طرح اچھلے... انہوں نے فوراً شوکی کی طرف دیکھا اور بولے۔

"کام خراب ہو گیا نا شوکی"۔

"وہ کیسے سر"۔ شوکی گھبرا گیا۔

"اب وقت نہیں"۔ یہ کہہ کر انہوں نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

"اب... اب کیا ہو گا؟" آفتاب نے کانپ کر کہا۔

"وہی ہو گا... جو اللہ کو منظور ہو گا"۔ شوکی مسکرایا۔

اسی وقت اعجاز کامرانی کے ساتھ ایک لمبے قد کے بارعب آدمی اندر داخل ہوئے... انوار عالم ان کے پیچھے داخل ہوئے۔



"یہ شوکی برادرز ہیں سر"۔

"السلام علیکم سر"۔ انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

"وعلیکم السلام"۔ وہ خشک انداز میں بولے۔

"لیکن سر... آپ نے کیوں زحمت کی"۔

"جس وقت آپ کا فون ملا... میں اتفاق سے کامرانی صاحب کے پاس موجود تھا... میں نے معاملہ پوچھا' انہوں نے بتایا تو مارے سسپنس کے میرا بھی برا حال ہو گیا... میں بھی جاننا چاہتا ہوں... کہ اس پیکٹ میں کیا ہے"۔

"بہت خوب... شوکی پیکٹ کہاں ہے؟"

"جی یہ رہا"۔ یہ کہہ کر شوکی نے الماری سے وہ پیکٹ نکال لیا۔

"تو یہ ہے وہ پیکٹ"۔ کامرانی صاحب بولے۔

"ذرا دیکھوں"۔ وزیر خارجہ بولے۔

شوکی کو اس وقت بہت خوف محسوس ہوا... لیکن اب وہ مجبور تھے... اس نے پیکٹ انہیں دے دیا۔

"ایسا نہ ہو کہ اس میں کوئی ملکی راز ہو... لہٰذا یہ عام لوگوں کی موجودگی میں نہیں کھولنا چاہیے... میں اس کو لے جاتا ہوں... وزیر خارجہ اور اس کے سیکرٹری کی موجودگی میں کھولیں گے اس کو"۔

"جی!!!" وہ دھک سے رہ گئے... شوکی کے چہرے پر تو ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔

"لیکن سر... اس طرح ہمارا تو مارے سسپنس کے برا حال ہو جائے گا... ہم بھی تو یہ جاننے کے لئے بے چین ہیں کہ اس میں کیا ہے"۔

"آپ... آپ بھی اس میٹنگ میں شریک ہو سکتے ہیں... دیکھ لیجئے گا' اس میں سے کیا نکلا ہے... میں آپ کو فون کر دوں گا"۔

"اوہ اچھا... اور شوکی برادرز"۔

"یہ عام لوگ ہیں... اس قسم کے معاملات میں شریک نہیں ہو سکتے"۔ وہ بولے۔

"لیکن شاہ صاحب... اس وقت تک اس پیکٹ کے سلسلے میں جو کیا ہے... انہوں نے ہی کیا... ورنہ ہم لوگ تو بری طرح ناکام ہو گئے تھے"۔

"میں سمجھتا ہوں... لہٰذا قوم ان کی شکرگزار ہے... لیکن جہاں تک پیکٹ کا تعلق ہے... وہ انہیں نہیں بتایا جا سکتا"۔

چند لمحات کے لئے کمرے میں موت کا سناٹا طاری ہو گیا... ان کے دماغ بھائیں بھائیں کرنے لگے... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی اس قسم کی صورت حال بھی ہو سکتی ہے"۔ آخر آئی جی صاحب بولے۔

"سر! یہ لوگ اس قدر محب وطن ہیں کہ بتا نہیں سکتا... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کے ساتھیوں میں سے ہیں... ان کے



بارے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں کیا جا سکتا ہے... لہٰذا میری درخواست ہے کہ انہیں بھی ساتھ لے چلیں"۔ انوار عالم اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے بولے۔

"نہیں مسٹر انوار عالم... یہ نہیں ہو سکتا"۔

"تب پھر سر"۔ شوکی بولا... یک دم اس کا چہرہ پھر پہلے کی طرح سرخ ہو گیا"۔

"تب پھر سر کیا؟" وزیر داخلہ نے اسے گھورا۔

"تب پھر سر... آپ اس پیکٹ کو نہیں لے جا سکتے"۔

"کیا کہا... میں اس پیکٹ کو نہیں لے جا سکتا... تمہاری یہ جرات... تم نے یہ الفاظ کہے... میں تم لوگوں کو پھانسی پر لٹکوا دوں گا"۔

"وہ بعد کی بات ہے... آپ یہ پیکٹ نہیں لے جا سکتے"۔

"شوکی... کیا ہو گیا ہے تمہیں"۔ آئی جی کانپ گئے۔

"کلاشن کوف بردار حضرات... آپ ان دونوں کو زد پر لے لیں... بلی تھیلے سے باہر آ گئی ہے"۔ شوکی نے سرد آواز میں کہا۔

☆○☆

# وہ خالی تھی

چند لمحے کے لیے سب کے سب سکتے میں آ گئے.... انوار عالم کا رنگ تو اس بری طرح اڑا کہ جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں.... ایسے میں ایک آواز گونجی۔

"کیا ہم خواب دیکھ رہے ہیں.... یا یہ کوئی مذاق ہے؟" یہ آواز کامرانی صاحب کی تھی۔

"انوار عالم.... آپ کے دفتر میں یہ کیا ہو رہا ہے.... ، ن لوگوں کی کیا حیثیت ہے.... ملک کے وزیرِ داخلہ کے مقابلے میں یہ لوگ کیا کچھ کہ گئے اور آپ خاموش ہیں.... میں آپ کو معطل کرتا ہوں.... اور ان لوگوں کو تو ایسی سزا ملے گی کہ پوری دنیا کانپ اٹھے گی.... آپ اگر اپنے لیے کوئی بہتری چاہتے ہیں تو انہیں گرفتار کرنے کا حکم دیں.... ورنہ پھر میں اپنی فورس کو یہاں بلوا لیتا ہوں"۔ یہ کہہ کر وزیرِ داخلہ نے وائرلیس سیٹ نکال لیا۔

عین اس لمحے شوکی بلا کی پھرتی سے حرکت میں آیا اور اس نے وائرلیس سیٹ ان سے جھپٹ لیا.... پھر وہ چلایا۔



"میں نے کلاشن کوف والوں سے کہا تھا.... سامنے آ جائیں اور ان دونوں کو حراست میں لے لیں.... یہ نقلی وزیرِ داخلہ اور نقلی کامرانی ہیں"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے.... ان الفاظ کے ساتھ ہی کلاشن کوف والے سامنے آ گئے.... انہوں نے سوالیہ انداز میں انوار عالم کی طرف دیکھا۔

"حراست میں لے لیں"۔ انوار عالم سرد اور خشک لہجے میں بولے.... اب ان کے چہرے کا رنگ واپس آ چکا تھا۔

"یہ ایک اور چھوڑی اس شیطان نے.... تو میں نقلی ہوں.... اور کامرانی صاحب بھی نقلی ہیں"۔

"ہاں! انہیں حراست میں لے لیا جائے"۔ شوکی چلا اٹھا۔

کلاشن کوف برداروں نے فوراً ان پر کلاشن کوفیں تان دیں۔

"تم سب کو بھگتنا پڑے گا.... انوار عالم تمہیں بھی"۔

"اس میں میرا کیا قصور جناب.... اگر آپ نقلی ہیں تو آپ کو گرفتار تو کرنا پڑے گا.... ہاں اگر آپ لوگ نقلی نہیں ہیں تو اور بات ہے.... پھر ہم معافی مانگ لیں گے"۔

"میں معافی نہیں مانگوں گا سر"۔ شوکی مسکرایا۔

"تمہارا تو برا وقت آ چکا ہے"۔

"پیکٹ میز پر رکھ دیں"۔ شوکی نے سرد آواز میں کہا۔

شاہ صاحب نے شوکی کو ایک نظر دیکھا... پھر کلاشن کوف والوں کی طرف دیکھا اور پیکٹ میز پر رکھ دیا' شوکی نے فوراً پیکٹ اٹھالیا۔

"اب بتائیں... اس میں کیا ہے؟" شوکی نے پوچھا۔

"تم مجھ سے پوچھ رہے ہو... چوہے... تمہیں میں چوہے دان میں بند کر دوں گا"۔

"پہلے سوال کا جواب دیں... اس پیکٹ میں کیا ہے؟" شوکی نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔

"میں نہیں جانتا... جب تک اس کو کھول کر دیکھا نہیں جائے گا... کوئی کس طرح بتا سکتا ہے کہ اس میں کیا ہے"۔

"اچھا یہ بتائیں... یہ پیکٹ اصلی ہے یا نقلی"۔

"بھلا میں کس طرح بتا سکتا ہوں... اور ہاں انوار عالم... مجھے اپنے دفتر فون کرنے دو... یاد رکھو... تم اپنا مستقبل تاریک کر رہے ہو"۔

"اللہ مالک ہے... اگر آپ نقلی ہیں... تو میرا مستقبل روشن ہونے والا ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"یہی تو تمہاری غلط فہمی ہے... کہ تم اس کچوے کی بات کو درست سمجھ بیٹھے ہو... حالانکہ میں سو فیصد اصل ارمانی شاہ ہوں"۔

"کیا نام بتایا آپ نے اپنا... عرمانی شاہ"۔ آفتاب کے لہجے میں حیرت تھی۔



"الف سے ہے... ارمانی"۔

"ایسا نام پہلی بار سنا ہے"۔ آفتاب نے کہا۔

"دیکھا... انوار عالم... یہ لوگ تو اخبار تک نہیں پڑھتے... ورنہ اخبارات میں میرا نام عام طور پر ہوتا ہے"۔

"اس سے اس معاملے کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا... آپ کو فون کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی... پہلے ہم خود جائزہ لیں گے کہ آپ اصلی ہیں یا نقلی"۔

"اور اگر میں اصلی نکل آیا"۔

"تب بھی ہم پیکٹ آپ کے حوالے نہیں کریں گے... ہم پیکٹ صرف اور صرف ملک کے صدر کے حوالے کریں گے... وہ اس کو کھول کر دیکھ لیں... کوئی اور نہیں کھول سکے گا"۔

"کیا تم لوگ اس کو کھول کر دیکھ چکے ہو"۔

"ابھی تک موقع نہیں ملا"۔

"اچھی بات ہے... تم اس کو میرے سامنے ہی کھول کر دیکھو... اور مجھے اپنے وکیل کو بلانے دو... تم مجھے میرے کس کس حق سے محروم کرو گے... آخر یہاں میرے ماتحت پہنچ ہی جائیں گے... اس وقت آپ کیا کر لیں گے... یہ پہلے سوچ لیں"۔

شوکی نے انوار عالم کی طرف دیکھا... ان کے چہرے پر ایک بار پھر الجھن نظر آنے لگی۔

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں انکل.... ہم ان حالات میں پیکٹ کو نہیں کھولیں گے.... لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہم یہاں کسے بلائیں.... جس کے سامنے پیکٹ کو کھولا جا سکے"۔

"اگر تم پسند کرو تو میں صدر صاحب کو فون کروں"۔

"صدر صاحب.... پتا نہیں وہ آ سکیں گے یا نہیں.... اور ابھی ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اس میں ہے کیا ... ہو سکتا ہے.... ہم صدر صاحب کا وقت ضائع کریں"۔

"تب پھر بہتر یہ رہے گا کہ پہلے ہم ہی کھول کر دیکھ لیں اس پیکٹ کو.... لیکن اس کے لیے بھی تو پہلے ان لوگوں کو یہاں سے ہٹانا ہو گا"۔

"تو انہیں ہٹا دیں.... انہیں الگ کمرے میں لے جائیں.... اور اپنی نگرانی میں رکھیں.... یہ لوگ بہت خطرناک مجرم ہیں.... ہمارے وزیر داخلہ کا روپ بدل کر آئے تھے.... تاکہ ہمیں دھوکا دے سکیں.... ہم ابھی اصلی والے کامرانی صاحب اور ارانی صاحب کو یہاں بلائیں گے.... تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے"۔

"او کے سر"۔ ان کے انچارج نے کہا اور پھر وہ ان دونوں کو وہاں سے لے گئے۔

"شوکی مان گیا تمہیں.... میں تو انہیں بالکل اصلی خیال کر بیٹھا تھا.... اگر اس وقت تم عقل مندی نہ دکھاتے تو یہ دونوں تو پیکٹ لے



گئے تھے"۔

"جی ہاں! اگر میں عقل مندی نہ دکھاتا تو.... یہ پیکٹ لے گئے تھے.... لیکن یہ عقل مندی ہمیں بہت مہنگی پڑنے والی ہے سر.... یہ بات بھی نوٹ کر لیں"۔ اس نے فکرمند ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ دونوں بالکل اصلی ہیں.... نقلی نہیں ہیں.... لیکن"۔

"کیا!!!" انوار عالم بہت زور سے اچھلے.... ان کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں.... پھر وہ سرد آواز میں بولے۔

"یہ.... یہ تم نے کیا کیا شوکی.... اصلی وزیر داخلہ اور اصلی سیکرٹری داخلہ کو نقلی بتا دیا.... یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ دونوں اصلی ہیں"۔

"آپ نے غور نہیں فرمایا سر"۔ شوکی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کیا غور نہیں فرمایا شوکی.... تم تو کر دو گے میرا بیڑا غرق"۔

"میں کون ہوتا ہوں بیڑا غرق کرنے والا.... یہ میرا کام نہیں"۔ شوکی نے برا سا منہ بنایا۔

"کون سا کام تمہارا نہیں؟" انوار عالم نے اسے گھورا۔

"یہی.... بیڑا غرق کرنے والا کام"۔

"یار کام کی بات کرو.... آخر تمہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اگر میں ایسا نہ کرتا تو پھر یہ دونوں پیکٹ لے گئے تھے"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔ انہوں نے فوراً کہا۔

"اور اس کے بعد ہمیں اس پیکٹ کی ہوا بھی نہ لگتی"۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے"۔ وہ بولے۔

"تب پھر... میرے پاس اس کے علاوہ اور کیا تدبیر ہو سکتی تھی... یہ آپ بتا دیں"۔ وہ مسکرایا۔

انوار عالم سوچ میں ڈوب گئے... آخر انہوں نے سر اٹھایا۔

"اس میں شک نہیں شوکی... کہ اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب نہیں تھی... لیکن یہ بہت خطرناک ترکیب تھی... آخر ہم کیا کریں گے... یہ تو کر دیں گے ہمارا جینا حرام... اور مجھے تو یہ پہلے ہی معطل کر چکے ہیں"۔

"ہاں... میں جانتا ہوں... لیکن ابھی ہم نے پیکٹ کو نہیں کھولا... ہمیں پہلی فرصت میں اس کو کھول لینا چاہیے... تاکہ معلوم تو ہو... یہ ہے کیا"۔

"میری پریشانی بڑھتی جا رہی ہے شوکی... مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا کہ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں... کیوں نہ ہم انسپکٹر جمشید یا انسپکٹر کامران مرزا کو یہاں بلا لیں"۔

"میرا خیال ہے... ان حالات میں اس سے بہتر ترکیب کوئی نہیں ہو سکتی... لیکن سوال یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کتنی دیر میں



پہنچ جائیں گے... اور کیا اتنی دیر تک ہم ان دونوں کو یہاں روک سکیں گے... ان کی اپنی فورس اگر یہاں آ گئی تو ہم کیا کریں گے... ہم ان پر فائرنگ تو کروانے سے رہے... یہ تو پورے ملک کا قانون توڑنے والی بات ہو جائے گی"۔

"تم نے ٹھیک کہا... یہ تو زیادہ دیر یہاں نہیں رہیں گے... ان کی فورس یہاں ضرور آئے گی... اور اس وقت تک ان میں سے کوئی نہیں پہنچ سکے گا... لہٰذا میرے پاس ایک دوسری ترکیب ہے"۔ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ ہم یہاں سے کہیں اور چلے جائیں... بتائے بغیر کہ کہاں جا رہے ہیں... اس طرح ہمیں دو تین گھنٹے مل جائیں گے اور وہ لوگ یہاں آ جائیں گے"۔

"یہ بہت بہتر رہے گا... آؤ جلدی کرو"۔

انہوں نے اپنے ماتحتوں کو ان دونوں کے بارے میں ہدایات دیں اور دفتر سے نکل آئے... اب ان کی کار ایک دوست کے گھر کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

"اب ہم کہاں جائیں گے انکل"۔

"ایک دوست کے گھر... ایک تو میرے اس دوست کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے... دوسرے یہ کہ اس کا گھر بہت محفوظ

ہے"۔

"تب تو ٹھیک ہے... اب اطمینان ہو چلا ہے"۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس دوست کے گھر بیٹھے تھے... اب انوار عالم نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ملائے... ان کی آواز سنتے ہی انسپکٹر جمشید بولے۔

"بھابی صاحبہ آ چکی ہیں اور وہ ہر طرح خیریت سے ہیں... بچے بھی بالکل ٹھیک ہیں"۔

"وہ تو ٹھیک ہے... لیکن ادھر ہم خیریت سے نہیں ہیں... حالات نے ہمیں بہت بری طرح گھیر لیا ہے... اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اب آپ کو یہاں بلائے بغیر چارہ نہیں"۔

"خیریت؟" وہ بولے۔

"بیگم صاحبہ نے حالات بتائے ہوں گے"۔

"ہاں... کسی پیکٹ کا چکر ہے... لیکن اس میں پریشانی کی کیا بات ہے... اس کو کھول کر دیکھ لیں"۔

"کھول کر تو ہم دیکھ لیں... لیکن اس وقت ہم بہت مشکل میں پھنس چکے ہیں"۔

"اچھی بات ہے... جونہی ہمیں جہاز ملا... ہم روانہ ہو جائیں گے... میں ابھی ایئرپورٹ فون کرتا ہوں"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔



"ٹھیک ہے... میں دس منٹ بعد فون کروں گا"۔

"بہت بہتر سر"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

ریسیور رکھ کر انوار عالم ان کی طرف مڑے۔

"کیا خیال ہے... اس دوران ہم پیکٹ کو کھول لیں"۔

"ہاں! اب اس کو کھول ہی لینا چاہیے"۔

شوکی نے پیکٹ اپنے کپڑوں میں سے نکال لیا... یہ ایک کتابی شکل کا پیکٹ تھا... یوں لگتا تھا جیسے کسی موٹی سے کتاب پر کاغذ لپیٹے گئے ہوں... اور کاغذوں کے اوپر پلاسٹک کور چڑھایا گیا تھا۔

"اس کو کھولنے کے لیے ہم تیار تو ہو گئے ہیں انکل... لیکن نہ جانے کیوں ہمارے دل دھڑک رہے ہیں"۔

"میرا بھی یہی حال ہے... نہ جانے یہ پیکٹ ہمیں کہاں پہنچائے گا"۔ وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

اب شوکی نے بلیڈ سے کور کو کاٹ ڈالا... کاغذ پھاڑے گئے... انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی ہو کہ اندر سے صرف ایک وڈیو کیسٹ برآمد ہوئی تھی۔

"صرف ایک کیسٹ"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"لیکن بھئی... ایک کیسٹ میں چار گھنٹے کی فلم ہوتی ہے' اب کیا خبر... اس میں کیا ہے"۔

"تب پھر لگے ہاتھوں ہم یہ بھی دیکھ لیتے ہیں کہ اس میں کیا

ہے... آپ ذرا اپنے دوست کو بلا لیں... لیکن اس کیسٹ کے بارے میں اسے کچھ نہ بتائیں"۔

"فکر نہ کرو... ویسے تو میرا یہ دوست بھی بہت زبردست آدمی ہے... اپنے دین کے لیے... ملک کے لیے اور اپنی قوم کے لیے ہر وقت کٹ مرنے کے لیے تیار رہتا ہے"۔

"اوہ! تب تو خطرے کی بات نہیں... لیکن پھر بھی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اسے کیسٹ کے بارے میں نہ بتائیں"۔

"اچھی بات ہے... تم ان کاغذوں اور کیسٹ کو چھپا دو"۔ وہ بولے۔

جلد ہی انہوں نے اپنے دوست کو آواز دی... اس کا نام خالد آفریدی تھا۔

"یار ہم بور ہو رہے ہیں... کوئی وی سی آر وغیرہ یہاں ہے یا نہیں"۔

"ہاں بالکل... لیکن میرے پاس کیسٹ ذرا دینی قسم کی ہیں"۔

"چلو کوئی بات نہیں... دینی پروگرام ہی دیکھ لیں گے"۔

"میں ابھی سب کچھ اس کمرے میں منتقل کر دیتا ہوں"۔

تھوڑی دیر بعد خالد آفریدی تمام چیزیں اس کمرے میں سیٹ کر کے چلا گیا... اور پھر انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا... ایسے میں فون کی گھنٹی بجی... انوار عالم نے بے چین ہو کر ریسیور اٹھا لیا... فن کی



آواز سن کر دوسری طرف سے کسی نے کہا۔

"سر... دفتر پر ارمانی شاہ صاحب کی فورس نے چھاپا مارا ہے... ارمانی صاحب کو تو وہ لے گئے ہیں... لیکن آپ لوگ انہیں نہیں مل سکے... ملتے بھی کیسے... آپ تو یہاں ہیں"۔

"تم نے کسی کو ہمارے بارے میں بتایا تو نہیں"۔ وہ بولے۔

"نہیں... بھلا یہ بھی کوئی بتانے کی بات تھی"۔ ہنس کر کہا گیا۔

"بہت خوب... مزا آگیا... شکریہ بہت بہت"۔

"کوئی بات نہیں سر... ویسے ارمانی شاہ کا چہرہ دیکھنے والا تھا... اپنی بوٹیاں نوچ رہے تھے... ان کا بس نہیں چل رہا تھا... اگر آپ کہیں انہیں مل جاتے تو نہ جانے کیا کر گزرتے... اور شوکی برادرز کی تو شاید تکا بوٹی کر ڈالتے"۔

"جسے اللہ رکھے... اسے کون چکھے... اچھا خدا حافظ"۔

اور پھر انہوں نے کیسٹ وی سی آر میں لگا دی... کیسٹ چلنے لگی... ان کے دل دھک دھک کرنے لگے... اس لیے کہ ان پر وہ راز کھلنے والا تھا... جس کے لیے اب تک اس قدر ہنگامہ ہو چکا تھا اور اتنے لوگ مارے جا چکے تھے۔

"کیسٹ چلتی رہی... لیکن ٹی وی پر کوئی تصویر نہ آئی۔

"کوئی خرابی تو نہیں ہو گئی"۔

"ہمیں تو اس سسٹم کا پتا نہیں سر"۔

"میں جانتا ہوں... ابھی دیکھتا ہوں"۔

یہ کہہ کر انوار عالم اٹھے اور سیٹ کے پاس گئے... اب انہوں نے وہ کیسٹ نکال کر اپنے دوست کی کیسٹوں میں سے ایک کیسٹ لگائی... فوراً تصویر آ گئی۔

"اس کا مطلب ہے... کیسٹ میں گڑبڑ ہے"۔

"ارے باپ رے... اگر اس میں گڑبڑ ہے تو پھر ہم کیسے جان سکیں گے کہ اس میں کیا ہے"۔

"اب ہمیں خالد کی مدد لینا پڑے گی... وہ اس قسم کے کاموں کا ماہر ہے"۔

"خیر لے لیں مدد... لیکن کیسٹ کی طرف کوئی اشارہ نہ کریں"۔

"اچھا"۔ یہ کہہ کر انہوں نے خالد کو آواز دی... وہ آیا تو بولے۔

"دراصل ہم یہ کیسٹ دیکھنا چاہتے تھے... یہ شوکی برادرز کے ہاتھ کہیں سے لگ گئی تھی... لیکن اس کے لگانے سے تصویر ہی نہیں آتی"۔

"لائیے... میں لگا دیتا ہوں"۔ خالد نے کہا اور پھر اس نے کیسٹ لگا دی۔

لیکن اب بھی کوئی تصویر نہ آئی... خالد نے کیسٹ کو آگے پیچھے



کر کے دیکھا... کچھ دیر تک آگے کر کے پھر لگائی... کوئی تصویر نہ آئی... پھر اس نے کیسٹ نکال کر اپنی کیسٹ لگائی... تصویر آ گئی... اب اس نے کیسٹ کا جائزہ لیا۔

"عجیب بات ہے... کیسٹ میں کوئی خرابی نہیں... لیکن... تصویر نہیں آتی... اس کا مطلب ہے... یہ کیسٹ خالی ہے... اس میں کچھ بھرا ہوا ہی نہیں ہے"۔

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں... ہو کیوں نہیں سکتا"۔ خالد آفریدی نے چونک کر کہا۔

"میرا مطلب ہے... اس میں بھرا ہوا تو بہت کچھ تھا"۔

"تب پھر فلم کو صاف کر دیا گیا ہو گا... ورنہ تصویر نہ آنے کا کیا کام"۔

"اچھا ٹھیک ہے... تم جاؤ خالد"۔

"آپ لوگ بہت پریشان ہیں... مجھے بتا دیں... کیا بات ہے... شاید میں مدد کر سکوں"۔ خالد آفریدی نے انہیں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے... آپ انہیں بات بتا دیں"۔

اب انہوں نے مختصر طور پر کیسٹ کی کہانی خالد آفریدی کو سنائی... اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت نظر آتی رہی... آخر ان کے خاموش ہونے پر اس نے کہا۔

"تو اس کیسٹ کو شروع سے آخر تک دیکھنا ہو گا... ہو سکتا

ہے... اس کے کسی حصے میں کچھ ہو"۔

"چلو یہ بھی کر لیتے ہیں... لیکن اس طرح تو تین گھنٹے تک سکرین کی طرف دیکھنا پڑے گا"۔

"آپس میں وقت تقسیم کر لیں"۔ خالد مسکرایا۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

فلم چلتی رہی... وہ سکرین کی طرف دیکھتے رہے... خالد آفریدی بھی اب وہیں جم گیا تھا... ایسے میں دروازے کی گھنٹی زوردار آواز میں بجائی گئی۔

"اس گھنٹی نے میرے کان کھڑے کر دیئے ہیں"۔ رفعت نے بوکھلا کر کہا۔

"میں دیکھتا ہوں... آپ پریشان نہ ہوں"۔

یہ کہہ کر خالد باہر نکل گیا"۔

"شوکی اس کیسٹ کو نکال کر فوراً پیکٹ بنا لو"۔

"اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"بھئی یہ کسی بھی کام کی نہیں... بلاوجہ اس کی خاطر اتنا ہنگامہ ہوا... اب اگر وزیر داخلہ کی فورس کے لوگ آ گئے ہیں تو ہم یہ پیکٹ کیوں نہ ان کے حوالے کر دیں"۔ انوار عالم بولے۔

"میں تو ہرگز ایسا کرنے کا مشورہ نہیں دوں گا"۔

"تب پھر؟"



"بس آپ دیکھتے جائیں"۔ شوکی نے کہا اور حرکت میں آ گیا...

ابھی وہ اپنے کام سے فارغ ہوا ہی تھا کہ بھاری قدموں کی آواز سنائی دی... ان کے دل دھڑک اٹھے۔

اور پھر کمرے میں دس کے قریب سادہ لباس والے اندر داخل ہوئے... ان کے چہروں پر سختی کے آثار تھے... ان کے ہاتھوں میں پستول تھے۔

"ہاتھ اوپر اٹھا دیں... ورنہ ہم کوئی لحاظ نہیں کریں گے... ہمیں حکم ہے... آپ میں سے کوئی ذرا بھی غلط حرکت کے... اسے گولی مار دیں"۔

انہوں نے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے... پہلے ان کی تلاشی لی گئی... آئی جی صاحب کا پستول انہوں نے اپنے قبضے میں کر لیا... شوکی برادرز کے پاس تو پستول تھے ہی نہیں... نہ خالد آفریدی کے پاس تھا۔

"وہ پیکٹ کہاں ہے؟" پرسکون آواز میں کہا گیا۔

"ابھی ابھی اس پیکٹ کو ہم نے کھولا تھا... یہ دیکھیں... اس کے کاغذ اور کور ادھر پڑے ہیں"۔

انہوں نے کاغذ اور کور بغور دیکھے' پھر ایک نے کہا۔

"اگر یہ اس پیکٹ کے اوپر لپٹے ہوئے تھے... تو اندر کیا تھا... اور جو کچھ تھا... وہ کہاں ہے؟"

"افسوس... اس میں سے صرف ایک کیسٹ نکلی تھی اور

بس"۔

"کیسٹ.... کیا کہا.... کیسٹ"۔ حیران ہو کر کہا گیا۔

"ہاں جناب.... صرف ایک کیسٹ"۔

"اچھا.... وہ کیسٹ کہاں ہے"۔

"وی سی آر میں لگی ہے.... ہم اسی کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے"۔

ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کیسٹ نکال کر دیکھی.... پھر اس کو دوبارہ وی سی آر میں لگا کر بٹن دبا دیا.... لیکن کوئی تصویر نہ آئی۔

"یہ کیا بکواس ہے.... یہ فلم تو خالی ہے"۔

"اوہ.... اوہ"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"ہم بھی اسی نتیجے پر پہنچے تھے کہ کیسٹ بالکل صاف ہے.... اس پر کچھ نہیں بھرا گیا"۔

"تب پھر.... اس کی خاطر اتنا ہنگامہ کیوں ہے.... یہ کس قدر عجیب بات ہے.... اس سوال کا کیا جواب ہے؟"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ ایک جھٹکے سے فون کی طرف بڑھا۔

☆○☆



# ٹھنڈی چیز

فون پر سلسلہ ملتے ہی اس نے کہا۔

"ہیلو سر.... ہم ان تک پہنچ گئے ہیں.... جی.... جی ہاں وہ بھی ہیں"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے انوار عالم کی طرف دیکھا.... پھر بولا۔

"لیکن سر.... پیکٹ میں سے صرف ایک وڈیو کیسٹ نکلی ہے.... ہم نے اس کو وی سی آر پر چلا کر دیکھا ہے.... وہ بالکل خالی ہے.... اس میں کچھ بھی نہیں ہے"۔

"اچھا ٹھہرو.... میں معلوم کرتا ہوں"۔

وہ فون پکڑے کھڑا رہا.... پھر آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے.... تم وہ کیسٹ ہی لے آؤ"۔

"او کے سر"۔ ریسیور رکھ کر وہ مسکرایا.... ان کی طرف دیکھا پھر ہنستے ہوئے بولا۔

"بہت چالاک بنے پھرتے ہیں.... ہمیں اسی کیسٹ کی ضرورت تھی.... یہ لو ہم چل دیئے"۔

اور وہ دس کے دس چلے گئے.... خالد آفریدی نے باہر جا کر

دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

"اب... اب کیا کرنا ہے... خطرہ اب اور زیادہ ہمارے سروں پر آنے والا ہے"۔ انوار عالم نے پریشان ہو کر کہا۔

"اس کا بس ایک ہی حل ہے... اور یہ کہ انسپکٹر جمشید پارٹی یہاں آ جائے... اس قسم کے بڑے معاملات وہی کنٹرول کر سکتے ہیں... اب ہم وزیر داخلہ جیسے لوگوں سے کس طرح نمٹ لیں"۔ شوکی نے جھلا کر کہا۔

"ان کے آنے میں کم از کم تین گھنٹے لگیں گے... یا پھر وہ سپیشل طیارہ کرا کے آئیں گے... اس صورت میں بھی انہیں ابھی ڈیڑھ گھنٹا لگے گا... سوال یہ ہے کہ ہم یہ ڈیڑھ گھنٹا کہاں گزاریں... کیسے گزاریں؟"

"بھئی فی الحال تو ان لوگوں سے پیچھا چھوٹ گیا ہے... اتنی جلدی تو وہ میرے خیال میں لوٹیں گے نہیں... ہمیں کوئی اچھی سی جگہ سوچ لینی چاہیے... جہاں ہم پناہ لے سکیں... یہ جگہ تو اب ان کی نظروں میں آ چکی ہے"۔

"ہاں! بات ٹھیک ہے"۔ آفتاب نے تائید کی۔

وہ سوچ میں ڈوب گئے... آخر انوار عالم بولے۔

"میرے ذہن میں ایک اور جگہ آئی ہے... آئیں... جلدی کریں"۔



وہ اسی وقت وہاں سے نکل کھڑے ہوئے... رخصت ہوتے وقت انہوں نے خالد آفریدی کا شکریہ بھی ادا کیا... وہ مسکراتا رہا... جیسے کہ رہا ہو' اس میں بھلا شکریے کی کون سی بات ہے... تھوڑی دیر بعد ان کی گاڑی ایک پرانی حویلی کے سامنے رکی... دستک کے جواب میں نوابوں جیسے ایک شخص نے دروازہ کھولا اور چہکتے ہوئے بولا۔

"ابا... انوار عالم... میرے بچپن کا دوست... آج ادھر کیسے بھول پڑا... چلو چلو... اندر چلو... خوب باتیں ہوں گی... بچپن کی باتیں"۔

"پہلے اس گاڑی کا کچھ کرو نواب خالو"۔

"جی... کیا فرمایا... نواب خالو"۔ شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

"اگرچہ ان کا نام نواب خالو نہیں ہے... لیکن یہ نواب خالو کہلانا ہی پسند کرتے ہیں... دراصل ان کے خاندان میں انہیں سب کے سب نواب خالو ہی کہتے ہیں"۔

"اوہ اچھا"۔ شوکی نے کہا۔

"ان کی تعریف"۔

"یہ میرے دوست ہیں... شوکی برادرز"۔

"کیا کہا"۔ وہ بری طرح اچھلے... آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"آپ کو کیا ہوا... خیر تو ہے"۔ آفتاب گھبرا گیا۔

"میں..... میں ان کا ذکر اکثر سنتا اور پڑھتا رہتا ہوں..... ان کے کارناموں کو پڑھنے کی میری بچیاں بہت شوقین ہیں"۔

"اوہ! تو آپ ان سے واقف ہیں..... یہ اور اچھا ہوا"۔

"کیا مطلب! یہ اور اچھا ہوا؟" انہوں نے چونک کر کہا۔

"ہاں نواب خالو..... پہلے اس گاڑی کو ایسی جگہ کھڑی کروائیں کہ یہ نظر نہ آ سکے"۔

"لگ..... کیوں..... چوری کی ہے؟"

"کیا بات کرتے ہو..... ارے بھئی..... میں تمہیں چور نظر آتا ہوں"۔

"یہ بات نہیں..... پولیس والوں کے قبضے میں چوری کے مال بھی ہوتے ہیں..... اور وہ اس مال کو استعمال بھی کر لیتے ہیں"۔ نواب خالو نے ہنس کر کہا۔

"اوہ ہاں! ایسا بھی ہوتا ہے، لیکن یہ گاڑی میری اپنی ہے..... کسی وجہ سے اس وقت اس کا چھپایا جانا ضروری ہے..... کیونکہ وہ لوگ بہرحال یہاں آئیں گے"۔

"وہ کون لوگ؟"

"پہلے تو گاڑی کا بندوبست ہو جائے..... پھر ہم تفصیل سنائیں گے"۔

"اچھی بات ہے..... تم کچھ زیادہ ہی پریشان ہو..... لیکن اب



تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں..... اس لیے کہ تم اپنے دوست نواب خالو کی پناہ میں آ چکے ہو..... اور نواب خالو کی پناہ کوئی معمولی پناہ نہیں"۔

"ہوں اچھا..... ٹھیک ہے..... شکریہ"۔

"یہ کیا کہا..... شکریہ..... بہت بری بات ہے"۔ انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

اور وہ مسکرا دیے..... انداز ہی گھورنے کا اتنا پیارا تھا..... پھر وہ گاڑی کے چھپانے میں لگ گئے اور انہیں ایک کمرے میں چھوڑ گئے..... آخر ان کے پاس آئے۔

"گاڑی تو اب کسی کے باپ کو بھی نظر نہیں آئے گی"۔

"بہت خوب! مزا آ گیا..... اب ہم بتاتے ہیں..... کیا معاملہ ہے"۔

"یہاں نہیں..... میری بچیوں کے سامنے..... وہ بھی آپ کی کہانی سننا چاہتی ہیں اور جب سے میں نے انہیں بتایا ہے ہمارے گھر شوکی برادرز آئے ہیں..... وہ بری طرح بے چین ہو گئی ہیں..... لہٰذا ان کی بے چینی دور کرنا بھی ضروری ہے"۔

"بالکل ٹھیک..... لیکن ہم اپنی کہانی فی الحال انہیں نہیں سنا سکیں گے..... اس لیے کہ حالات بہت خوفناک ہیں..... ہاں آپ انہیں ہم سے ملوا ضرور دیں"۔

"آیئے پھر... ہم ایک اندرونی کمرے میں بیٹھتے ہیں... بچیوں کو وہیں بلا لیں گے"۔

"ٹھیک ہے"۔ وہ بولے۔

نواب صاحب انہیں دوسرے کمرے میں لے آئے... یہاں وہ مسہریوں پر بیٹھ گئے... پھر کمرے میں پانچ بچیاں چھوٹی بڑی داخل ہوئیں... اور انہیں نکر نکر دیکھنے لگیں جیسے وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہوں... پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"یقین نہیں آرہا... یہ شوکی برادرز ہیں"۔

"ارے نہیں بھئی... یہ واقعی شوکی برادرز ہیں"۔ انوار عالم بولے۔

"انکل عالم... آپ کہتے ہیں تو مان لیتے ہیں... ویسے بات ماننے کی ہے نہیں... اچھا آپ بتائیں... آپ کی ملاقات اکثر انسپکٹر جمشید پارٹی سے ہوتی رہتی ہے نا"۔

"ہاں بالکل ہوتی رہتی ہے"۔ شوکی مسکرایا۔

"اور انسپکٹر کامران مرزا پارٹی سے بھی"۔

"بالکل"۔ اس نے فوراً کہا۔

"ہم آپ سے آپ کے بارے میں اور ان کے بارے میں ہزارہا باتیں پوچھنا چاہتے ہیں... لیکن ابو نے بتایا ہے کہ اس وقت آپ کسی مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں"۔



"جی ہاں! پہلے ہم اس سے فارغ ہو لیں... پھر آپ کے ہزارہا سوالات کے جوابات دیں گے ان شاء اللہ"۔

"چلیں ٹھیک ہے... پہلے آپ فارغ ہو لیں"۔

اور بچیاں چلی گئیں... انہوں نے دروازہ بند کر دیا... اب نواب خالو کو ساری کہانی مختصر طور پر سنائی گئی... سن کر وہ بولے۔

"اب جب کہ آپ لوگوں نے وہ کیسٹ ان کے حوالے کر دی... اب آپ کو کیا خطرہ رہ گیا"۔

"اوہو نواب خالو... تم سمجھے نہیں... وہ کیسٹ خالی تھی... ہم نے پھر بھی اس کیسٹ کو اپنے پاس رکھ لیا... اور ایک دوسری خالی کیسٹ ان لوگوں کو دے دی... لیکن اگر اس کیسٹ میں کوئی خاص بات ہے... تو پھر تو وہ لوگ ہماری تلاش میں ضرور نکلیں گے"۔

"اوہ! اب بات سمجھ میں آئی... وہ کیسٹ کہاں ہے"۔

"وہ ہمارے پاس ہے... بس آپ کسی کو ہم تک نہ آنے دیں... یعنی اگر تلاش کرتے ہوئے کوئی آ جائے"۔

"اس کی تم فکر نہ کرو... یہاں کوئی نہیں آئے گا... آئے گا بھی تو منہ کی کھائے گا... میں ابھی اپنے نشانہ بازوں کو بٹھا دیتا ہوں"۔

"جی... نشانہ بازوں کو... کیا مطلب؟" شوکی نے حیران ہو کر پوچھا۔

"میں نے اپنی حویلی کی حفاظت کے لیے دس نشانہ باز ملازم

رکھے ہوئے ہیں... وہ بہت پرانے ملازم ہیں اور اب ملازم کی حیثیت سے نہیں... گھر کے افراد کی حیثیت سے رہتے ہیں... ان کے بیوی بچے... بھی اب حویلی میں ہی الگ الگ حصے میں رہتے ہیں... دراصل یہ حویلی بہت بڑی ہے... کسی طرح بھی ایک قلعے سے کم نہیں ہے... سو کمرے ہیں اس میں"۔

"ارے باپ رے... اتنے بڑی حویلی"۔ آفتاب کے منہ سے نکلا۔

"ہاں... لیکن باہر سے یہ اتنی بڑی نظر نہیں آتی"۔

"بہت خوب... اب بات سمجھ میں آئی... تب تو آپ یہ کام پہلے کر لیں"۔

"تم فکر نہ کرو... میں انہیں اچھی طرح سمجھا دوں گا... اور پھر ان کی مرضی کے بغیر کوئی اندر نہیں آئے گا... یوں بھی اس حویلی میں سو کمرے ہیں... کسی طرح کوئی آ بھی جائے تو سو کمروں کی تلاشی لینے میں کتنا وقت لگ جائے گا... بور ہو کر چلے جائیں گے... لیکن اس کمرے تک وہ پھر بھی نہیں آ سکیں گے"۔

"کیا مطلب؟"۔

"یہ کمرہ... حویلی کا ایک خفیہ کمرہ ہے... جو کسی دوسرے کو نظر نہیں آتا"۔

"اوہ... یہ ہوئی نا بات"۔



اور پھر وہ چلے گئے۔

"کیوں... کیسی جگہ ہے؟"

"جگہ بہت بہترین ہے انکل... لیکن ہمارے دشمن بھی کم نہیں ہیں... اگر انہیں یہ بات معلوم ہو گئی کہ آپ کے تعلقات نواب خالو صاحب سے ہیں... تب وہ اس طرف ضرور آئیں گے"۔

"کوئی بات نہیں... آنے دو... تم بس کیسٹ کا کچھ کر لو... اگرچہ وہ بالکل خالی ہے... ویسے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی... ایک خالی کیسٹ کے لیے اس قدر ہنگامے کیوں ہوئے ہیں آخر"۔ انوار عالم بولے۔

"لیکن ہماری سمجھ میں بات آتی ہے انکل"۔ شوکی مسکرایا۔

"اور وہ کیا؟"

"اس کیسٹ کے ذریعے کوئی شخص اربوں روپے کما ڈالے گا"۔

"کیا مطلب... وہ کیسے؟"

"آہستہ آہستہ اس کیسٹ کا ہنگامہ بڑھتا جائے گا... ایک سے ایک بڑا اور طاقت ور آدمی اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا... پھر... اس کی بولی لگنی شروع ہو گی... اور اصل مجرم اس کی بہت بڑی قیمت وصول کر لے گا"۔

"لیکن کیوں... جب تک یہ معلوم نہیں ہو جاتا... کہ اس میں ہے کیا... اس وقت تک کوئی اس کو کیوں خریدنے لگا؟"

"کیوں انکل.... کیا اس وقت اس کو حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور نہیں لگایا جا رہا"۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے.... اس کی خاطر خون بھی ہو چکے ہیں"۔

"اور آپ سوچیں.... کھوڑا سنگالی بھی میدان میں آ گیا تھا یا نہیں.... اسے صرف سن گن مل گئی تھی.... بس وہ بھی پیکٹ حاصل کرنے کے چکر میں پڑ گیا.... اگرچہ اسے معلوم نہیں تھا کہ اس میں ہے کیا.... اور اس طرح اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا.... جتنے اس پیکٹ کے لیے قتل ہوں گے.... اتنی ہی اس کی قیمت بڑھتی چلی جائے گی"۔

"لف.... تمہارا مطلب ہے.... صرف ایک خالی کیسٹ کے لیے"۔ انوار عالم دھک سے رہ گئے۔

"یہ ہمارا خیال ہے.... جو غلط بھی ہو سکتا ہے.... لیکن.... ہو سکتا ہے.... اس کیسٹ کی کوئی اہمیت بھی ہو.... اگر ایسا ہے.... تو اصل آدمی صرف کیسٹ حاصل کریں گے.... اس کی بولی نہیں لگائیں گے"۔

"اوہ.... اوہ"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

ایسے میں قدموں کی آواز ابھری اور نواب خالو اندر آ گئے۔

"نشانہ بازوں کو ساری بات بتا دی ہے.... اور اب وہ کسی کو اندر نہیں آنے دیں گے.... چاہے کوئی بھی ہے"۔

"لیکن انکل.... وہ پولیس کو کیسے روکیں گے"۔

"پولیس کے پاس تلاشی کا وارنٹ ہو گا تو انہیں تلاشی کی



اجازت دے دیں گے.... لیکن تلاشی وہ اپنی نگرانی میں دیں گے"۔

"اوہ اچھا"۔ شوکی بولا۔

"تب ہم اس کیسٹ کو وی سی آر پر لگا کر نہ دیکھ لیں.... ہو سکتا ہے.... یہاں کچھ نظر آ جائے"۔ نواب خالو بولے۔

"ضرور دیکھ لیں.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

اس کمرے میں وی سی آر موجود تھا.... نواب صاحب نے کیسٹ کے لیے ان کی طرف دیکھا تو شوکی بولا۔

"نواب انکل خالو.... آپ پہلے منہ دوسری طرف کر لیں.... ہم کیسٹ آپ کے سامنے نہیں نکال سکتے"۔

"یہ کیا بات ہوئی.... اور یہ تم نے مجھے کیا کہا.... نواب انکل خالو.... نہیں تم مجھے صرف نواب انکل کہو"۔

"او کے نواب انکل"۔

"لیکن میں آنکھیں کیوں بند کر لوں.... کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں"۔

"یہ بات نہیں نواب انکل"۔

"ہو سکتا ہے.... دشمن کسی طرح آپ سے اگلوا لیں کہ کیسٹ کہاں ہے"۔

"ناممکن.... نواب خالو مر تو سکتا ہے.... اس کے منہ سے کوئی اس کی مرضی کے خلاف کچھ اگلوا نہیں سکتا"۔

"رہنے دو شوکی.... نواب خالو اتنے کمزور آدمی نہیں ہیں اور اگر تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو تو ان پر مجھ سے زیادہ اعتماد کرو"۔ انوار بھائی بولے۔

"او کے.... جو حکم"۔ یہ کہہ کر شوکی نے اپنے کپڑوں میں پوشیدہ کیسٹ نکال کر ان کی طرف بڑھا دی.... انہوں نے اٹھ کر اس کو وی سی آر میں لگایا.... لیکن شروع سے آخر تک چلا چلا کر دیکھنے کے بعد بھی اس میں کوئی تصویر نظر نہ آئی"۔

"یہ کیسٹ تو واقعی خالی ہے"۔

"لیکن انکل.... خالی کیسٹ کے لیے اس قدر خون خرابا نہیں ہوا کرتا"۔

"یہ تو مجھے پتا نہیں.... کیونکہ میں جاسوسی چکروں سے واقف نہیں"۔ وہ بولے۔

"خیر کوئی بات نہیں.... اس کیسٹ کو کسی ماہر کو دکھانا پڑے گا"۔

عین اس وقت حویلی میں کہیں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ نواب خالو زور سے چونکے۔

"کوئی آیا ہے.... آپ لوگ بے فکر ہو کر آرام کریں.... آنے والوں کو میں دیکھ لوں گا"۔

"لیکن انکل خالو.... آپ ہماری وجہ سے کوئی پریشانی مول لیں



لیجیے گا.... اگر کوئی ایسی بات ہو جائے تو ہم لوگوں کو سامنے کر دیجیے گا"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" انہوں نے انکار میں سر ہلایا اور باہر کی طرف مڑ گئے.... کمرے کا دروازہ انہوں نے بند کر لیا.... ویسے تو یہ کمرہ دوسروں کو نظر ہی نہیں آتا تھا۔

نواب خالو بیرونی حصے میں آئے تو ایک نشانہ باز نے انہیں بتایا۔

"باہر پولیس آئی ہے.... آپ سے ملنا چاہتی ہے"۔

ان کا دل دھڑک اٹھا.... ان کی حویلی کے دروازے پر آج تک پولیس نہیں آئی تھی۔

"اچھا چوکس رہو.... شاید ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے"۔ وہ بولے۔

"جی آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کون کرے گا.... ہم الٹا اسے نقصان پہنچا دیں گے"۔

"بہت خوب"۔ وہ مسکرائے اور باہر کی طرف چلے۔

پولیس والوں کو اس وقت تک ان کے ملازم ڈرائنگ روم میں بٹھا چکے تھے.... وہ اندر داخل ہوئے تو ایک پولیس آفیسر پر ان کی نظریں جم گئیں.... اس کی آنکھوں میں غرور تھا.... اور نفرت بھی' نواب صاحب نے اس بات کو بالکل صاف محسوس کیا۔

"میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

"آئی جی انوار عالم اور شوکی برادرز یہاں آئے ہیں... قانون کی نظروں میں وہ مجرم بن چکے ہیں' اس لیے کہ وزیر داخلہ نے ان کے خلاف رپورٹ درج کرائی ہے... وہ ان کی کئی قیمتی چیزیں اڑا لے گئے ہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے... شوکی برادرز؟" نواب صاحب بولے۔

"ہاں بالکل... اور انوار عالم ان کی مدد کر رہے ہیں... لہٰذا وہ بھی مجرم ہیں"۔

"بہت خوب! آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں... اگر میں نے ان کی چیزیں اڑائیں ہیں تو میں حاضر ہوں... مجھے گرفتار کر لیں"۔ انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"نہیں... آپ نے نہیں... ان لوگوں نے... لیکن ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ نے انہیں پناہ دے رکھی ہے"۔

"اچھا... یہ اطلاع آپ کو کیسے ملی؟"

"ہمارے آفیسر کوئی ایرے غیرے نہیں ہیں"۔ اس نے برا سا منہ بنایا۔

"اگر آپ کے پاس تلاشی کا وارنٹ ہے تو آپ حویلی کی تلاشی لے لیں... نہیں ہے تو وارنٹ لے آئیں... بس میں تو اتنا جانتا ہوں"۔

"وارنٹ ہمارے پاس ہے... لیکن تلاشی لینے سے یہ کہیں بہتر



ہے کہ آپ خود ہمیں ان تک پہنچا دیں"۔

"اگر آپ کے خیال میں وہ یہاں ہیں تو آپ تلاشی لے لیں"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے... یہ رہا وارنٹ... آپ اس کو پڑھ لیں"۔

نواب خالو نے وارنٹ پڑھا اور بولے۔

"ٹھیک ہے... آپ تلاشی لے لیں... میرا ایک آدمی آپ کو ساری حویلی کی سیر کرا دے گا... بھئی داؤد خان... انہیں حویلی دکھا دو"۔

"بہت بہتر نواب صاحب"۔

اور پھر وہ نشانہ باز انہیں لے گیا... نواب صاحب اپنے کمرے میں چلے آئے اور اور بستر پر لیٹ گئے... وہ پوری طرح مطمئن تھے... ایک گھنٹے بعد ان کے دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون؟" وہ بولے۔

"آپ کا خادم... ان لوگوں کو حویلی دکھا دی ہے جناب... یہ کسی کو برآمد نہیں کر سکے"۔

"اچھی بات ہے... کیا انہیں اطمینان ہو گیا ہے؟"

"جی نہیں"۔ وہ بولے۔

"کیا مطلب؟"

"ان کا کہنا ہے... انہیں سو فیصد یقین ہے کہ آئی جی انوار عالم

اور شوکی برادرز یہیں آئے تھے"۔

"اگر یہیں آئے تھے تو تلاش کر لیں.... انہیں روکا کس نے ہے"۔

"ان کا کہنا ہے.... آپ نے انہیں کہیں چھپا دیا ہے.... اب چونکہ ان کے پاس ان کی گرفتاری کے وارنٹ ہیں.... لہٰذا یہ آپ سے معلوم کرنا چاہتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... انہیں اندر بھیج دو.... اور تم باہر دروازے پر ٹھہرو"۔

"جی بہتر"۔ اس نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

پھر پولیس والے اندر داخل ہوئے.... پولیس آفیسر نے ان کے چہرے پر نظریں جما دیں۔

"آپ کیا کہتے ہیں.... کیا وہ یہاں نہیں آئے؟"۔ کے لیے میں سختی تھی۔=

"آپ کا نام آفیسر؟" وہ بولے۔

"انسپکٹر جلالی نور"۔ اس نے کہا۔

"آپ اپنے لہجے میں نرمی پیدا کریں' آپ کا مجرم میں نہیں"۔

وہ بولے۔

"لیکن آپ نے مجرموں کو پناہ دی ہے"۔

"کیا وہ اشتہاری مجرم ہیں.... اخبارات اور ٹی وی وغیرہ پر ان کے



اشتہاری ہونے کا اعلان کیا گیا ہے؟"

"جی نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں"۔=

"تب پھر مجھے کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ جن لوگوں کو میں پناہ دے رہا ہوں.... وہ مجرم ہیں"۔

"بہت خوب! آپ نے ان الفاظ میں اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ آپ نے انہیں پناہ دی ہے"۔

"تو میں نے کب کہا.... اقرار نہیں کیا"۔

"اس کا مطلب ہے.... وہ یہاں ہیں"۔

"بالکل ہیں.... لیکن تم انہیں تلاش نہیں کر سکو گے.... انسپکٹر صاحب"۔ انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہمیں تلاش کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے.... ہم آپ سے معلوم کر لیں گے"۔

"بھئی حویلی تمہارے سامنے ہے.... تلاش کر لو"۔

"حویلی میں کوئی خفیہ جگہ بھی ہو سکتی ہے.... لہٰذا آپ ہمارا وقت ضائع نہ کریں اور یہ بتائیں.... وہ لوگ ہیں کہاں؟"

"افسوس! میں نے انہیں پناہ دی ہے.... یہ کیسے بتا سکتا ہوں"۔

"اس طرح آپ اپنے حق میں کانٹے بو رہے ہیں"۔

"کوئی پروا نہیں.... تم میرے خلاف جو کر سکتے ہو کر گزرو"۔

"ابھی آپ جانتے نہیں.... پولیس کیا چیز ہے"۔ جلالی نور نے

جل کر کہا۔

"اور میں جاننا بھی نہیں چاہتا"۔

"اچھی بات ہے.... گرفتار کر لو بھئی انہیں"۔

عین اس لمحے دس نشانہ باز جلالی نور پر رائفلیں تان کر کھڑے ہو گئے۔

"یہ کیا.... ان لوگوں نے مجھ پر رائفلیں تانیں"۔

"نہ بھئی.... ایسا نہ کرو.... یہ قانون کے محافظ ہیں۔ ۔ جب یہ قانون کو توڑیں.... تب ایسا کرنا' اس وقت میں تم لوگوں کو نہیں روکوں گا"۔

"آپ انہیں میرے قتل کا حکم دے رہے ہیں"۔

"قانون توڑنے کی صورت میں"۔ وہ بولے۔

"میں کیوں توڑنے لگا قانون"۔

"تو یہ کیوں کرنے لگے آپ کا قتل"۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

انسپکٹر جلالی نور لاجواب ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا.... پھر وہ نواب صاحب کو پولیس اسٹیشن لے آئے.... لیکن اس سے پہلے پولیس اسٹیشن میں ایک بارعب وکیل آ چکے تھے۔

"آپ کی تعریف؟" انسپکٹر جلالی نور نے اسے گھورا۔

"خادم کو ایم قاسمی کہتے ہیں.... ایڈووکیٹ"۔

"نن نہیں"۔ وہ گھبرا گیا.... کیونکہ ایم قاسمی ملک کا سب سے بڑا



اور خوفناک وکیل تھا۔

"آپ کیسے تشریف لائے"۔

"آپ کو معلوم نہ ہیں.... لیکن میں آپ کے علم میں اضافہ کیے دیتا ہوں.... میں ہوں نواب خالو صاحب کا وکیل.... آپ نے میرے موکل کو کیوں گرفتار کیا.... ان کا جرم؟"

"انہوں نے کچھ مجرموں کو پناہ دی ہے اور بتا نہیں رہے.... انہیں کہاں رکھا ہے"۔

"مجرموں کو یا ملزموں کو.... پہلے اس کی وضاحت ہو جائے.... کیا ان لوگوں کا جرم عدالت میں ثابت کیا جا چکا ہے.... اور کیا انہیں سزا سنائی جا چکی ہے"۔

"نن نہیں"۔ وہ ہکلایا۔

"تب پھر وہ ملزم ہوئے.... نہ کہ مجرم.... اور ملزم بھی ایسے جو اشتہاری نہیں ہیں.... ایسے لوگوں کو پناہ دینا کوئی جرم نہیں"۔

"لیکن جب پولیس مطالبہ کرے.... اس وقت تو انہیں پولیس کے حوالے کرنا چاہیے"۔

"ہاں! آپ کی یہ بات وزنی ہے.... کیا انہوں نے آپ کو حویلی کی تلاشی لینے کی اجازت نہیں دی؟"

"دی تھی.... بالکل دی تھی اور ہم نے تلاشی لی تھی.... لیکن انہوں نے انہیں کسی خفیہ جگہ رکھا ہوا ہے"۔

"کیا یہ ان کا بیان ہے"۔

"نہیں.... یہ میرا دعویٰ ہے"۔

"بہت خوب.... تب آپ اپنا دعویٰ ثابت کریں.... اور اس وقت میرے موکل کو گرفتار کریں.... آپ پولیس انسپکٹر ہیں.... آپ ثابت کریں کہ حویلی میں کوئی خفیہ جگہ ہے.... آپ کی کارروائی میں نواب صاحب کوئی رکاوٹ نہیں ڈالیں گے"۔

"اوہ اچھا"۔ جلالی نور نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

اور پھر اسے نواب سے کہنا پڑا۔

"آپ جا سکتے ہیں"۔

"ضرور.... میں جاؤں گا کیوں نہیں.... وکیل صاحب.... میری غیر قانونی گرفتاری کے خلاف انسپکٹر صاحب کو عدالت میں طلب کریں"۔

"یہ تو اب ہو کر رہے گا نواب صاحب.... آپ کیوں فکر کرتے ہیں"۔

"کک.... کیا مطلب؟" جلالی نور نے بوکھلا کر کہا۔

"آپ کل عدالت میں حاضر ہو رہے ہیں.... یہ رہا عدالت کی طرف سے جاری کردہ سمن"۔

"یہ.... یہ کب جاری کرا لیا آپ نے"۔ اس نے بوکھلا کر کہا۔

"نواب صاحب کے نشانہ باز بجلی کی طرح کام کرتے ہیں اور ان



کا وکیل آندھی اور طوفان کی طرح.... ادھر آپ حویلی سے انہیں لے کر نکلے.... ادھر نشانہ باز نے مجھے فون کیا ادھر میں عدالت میں پہنچ گیا"۔

"نن نہیں.... نہیں"۔ وہ کانپ گیا۔

"میرے موکل ایک بہت معزز شہری ہیں.... ارب پتی آدمی ہیں.... حکومت کو پورا پورا ٹیکس ادا کرتے ہیں.... اور آپ انہیں ایک عام آدمی کی طرح گھسیٹ لائے.... اس طرح ان کی عزت پر وجہ لگے.... لوگوں میں ان کا مذاق اڑا.... لہٰذا میں آپ پر ہرجانے کا دعویٰ بھی دائر کر رہا ہوں.... آپ بھی کیا یاد کریں گے.... آیئے نواب صاحب چلیں"۔

"نن.... نہیں.... نہیں"۔ وہ کانپ گیا۔

وکیل صاحب نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں.... نواب صاحب کے بازو میں بازو ڈالے باہر نکل گئے۔

"آپ نے تو کمال کر دیا وکیل صاحب"۔

"آپ کا خادم جو ٹھہرا.... ایسے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے.... یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں"۔

"تب پھر مجھے حویلی تک لے چلیں"۔

"ضرور.... کیوں نہیں"۔

وکیل نے انہیں اگلی سیٹ پر بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ

سنبھال لی.... کار چل پڑی.... پھر جب وہ حویلی کی طرف مڑنے لگی۔
ایک سرد آواز نے دونوں کو اچھل پڑنے پر مجبور کر دیا۔
"اس طرف نہیں.... سیدھے چلتے رہو.... تمہاری گردن سے جو ٹھنڈی چیز آ لگی ہے.... اس کو پستول کہتے ہیں"۔

☆○☆



# نواب خالو

"بہت دیر ہو گئی.... نواب صاحب نہیں آئے.... پولیس انہیں ساتھ تو نہیں لے گئی"۔ شوکی نے الجھن کے عالم میں کہا۔
"ابھی معلوم کر لیتے ہیں"۔ یہ کہہ کر انوار عالم نے گھنٹی بجا دی.... جلد ہی ایک نشانے باز اندر داخل ہوا۔
"کیا حکم ہے جناب؟"
"نواب صاحب کہاں ہیں؟"
"پولیس انہیں ساتھ لے گئی تھی.... ہم نے بھی ان کے وکیل کو پولیس اسٹیشن بھیج دیا.... اب وہ آتے ہی ہوں گے"۔
"لیکن میری پریشانی بڑھتی جا رہی ہے"۔ شوکی نے کہا۔
"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... نواب صاحب کوئی موم کی ناک نہیں ہیں"۔ نشانہ باز بولا۔
"پھر بھی.... آپ وکیل صاحب کو فون کریں.... وہ دفتر میں ہیں یا نہیں.... پھر ان کے کسی ماتحت کے ذریعے تھانے میں فون کرائیں.... آپ خود نہ کریں"۔

"اچھی بات ہے.... میں یہیں سے یہ کام کرتا ہوں"۔
کمرے میں موجود سیٹ پر اس نے کسی کے نمبر ڈائل کیے۔
"حویلی سے بات کر رہا ہوں.... وکیل صاحب پولیس اسٹیشن گئے تھے؟"
"بالکل گئے تھے"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
"اس کے بعد کیا بنا ہے؟"
"ابھی تک لوٹ کر نہیں آئے"۔
"بہت خوب.... وہاں رنگ کر کے معلوم کریں.... میں آپ کو ٹھہر کر فون کرتا ہوں"۔
"اچھا"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
"پانچ منٹ بعد انہوں نے پھر وکیل کو دفتر فون کیا"۔
"حویلی سے بات کر رہا ہوں"۔
"ہاں جناب.... اطلاع یہ ہے کہ اس وقت سے آدھ گھنٹہ پہلے وہ پولیس اسٹیشن سے نکلے تھے.... نواب صاحب کو پولیس اسٹیشن والوں نے وکیل صاحب کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی تھی"۔
"تب پھر.... وہ کہاں ہیں.... نہ وہ دفتر پہنچے.... نہ وہ حویلی"۔
"اس پر تو ہم خود بھی پریشان ہو گئے ہیں"۔
"تب پھر ان کی تلاش میں نکلنا پڑے گا"۔ اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔



"ایسا لگتا ہے.... جیسے نواب صاحب اور وکیل صاحب کو اغوا کر لیا گیا ہے.... اس لیے کہ اس پولیس اسٹیشن سے نکلے تو انہیں آدھ گھنٹا ہو گیا ہے۔
"اف میرے مالک.... اس کا مطلب ہے.... چکر اب بھی پوری قوت سے جاری و ساری ہے"۔
"انکل.... اب ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے نہیں رہ سکتے.... ہمیں نکلنا ہو گا.... ہماری وجہ سے دو شریف آدمی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں.... یہ بات مجھے پسند نہیں"۔
"لیکن! ہم انہیں کہاں کہاں تلاش کریں گے.... سوال تو یہ ہے"۔
عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی.... انوار عالم فوراً فون کی طرف لپکے۔
"ایک منٹ انکل.... بات گھر کے آدمی کو کرنے دیں"۔
"اوہ اچھا"۔ وہ چونک گئے۔
نشانے باز نے فون کا ریسیور اٹھا لیا۔
"ہیلو.... نواب خالو کی حویلی کا نمبر ہے"۔
"جی جناب"۔
"یہ لو.... اپنے نواب خالو سے بات کر لو"۔ طنزیہ انداز میں کہا گیا۔

"السلام علیکم... نواب خالو بات کر رہا ہوں"۔

"آپ... آپ کہاں ہیں نواب صاحب؟"

"ہمیں راستے میں اغوا کر لیا گیا ہے... اب ہم ایک نامعلوم مقام پر ہیں... یعنی میں اور وکیل صاحب"۔

"اوہ!" اس کے منہ سے نکلا۔

"تم نے سنا... نواب صاحب ہمارے قبضے میں ہیں"۔ ایک کھردری آواز سنائی دی۔

"ہاں! سنا"۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تم نواب صاحب کے نمک خوار ہو نا"۔

"ہاں بالکل... ہم ان کے حکم پر جان کی بازی لگانا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں"۔

"شکریہ... اگر اپنے نواب صاحب کو اور وکیل صاحب کو بچانا چاہتے ہو تو شوکی برادرز اور انوار عالم کو یہاں پہنچا دو"۔

"کیا مطلب؟"

"اس بات کا انکار نواب صاحب نے نہیں کیا کہ یہ حضرات حویلی میں نہیں ہیں... اس کا مطلب ہے... حویلی میں ہیں... اب آپ ان حضرات کو ایک خاص جگہ پہنچا دیں تو ہم نواب صاحب کو اور وکیل صاحب کو چھوڑ دیں گے"۔

"لیکن ہم نواب صاحب کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتے"۔



اس نے کہا۔

"تو نواب صاحب سے اجازت لے لیں"۔

"کیا وہ اجازت دینے پر آمادہ ہو گئے ہیں"۔ نشانہ باز نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"خود بات کر لیں"۔

فوراً ہی نواب صاحب کی آواز سنائی دی۔

"فرمایئے نواب صاحب... ہمارے لیے کیا حکم ہے"۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے"۔

"نہیں جناب"۔

"پھر کیوں پوچھ رہے ہو"۔ نواب صاحب نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"معافی چاہتا ہوں... غلطی ہو گئی"۔

"معاف کیا... آئندہ یہ غلطی نہیں ہونی چاہیے"۔

"نہیں ہو گی جناب"۔ اس نے خشک انداز میں کہا۔

"کیا تم خوش نہیں ہو"۔

"میں... میں کیوں خوش نہیں ہوں گا... جب کہ آپ خوش ہیں"۔

"بالکل ٹھیک... انہیں بتا دو... میں کون ہوں... کیا ہوں"۔

"بہت بہتر"۔ اس نے کہا۔

اب پھر کھردری آواز سنائی دی۔

"ہاں! کیا بات ہوئی نواب صاحب سے"۔

"آپ نے سنا نہیں"۔ نشانے باز نے کہا۔

"ہاں! سن چکا ہوں"۔

"تب پھر؟"

"نواب صاحب کا ایک اصول ہے.... گھر آئے مہمان کی حفاظت جان دے کر بھی کرنا پڑے تو کرو.... اگر کوئی تمہاری پناہ میں آ جائے تو پھر اسے دشمن کے حوالے کسی حالت میں نہ کرو"۔

"اچھی بات ہے.... تب پھر تم انوار عالم اور شوکی برادرز کو بتا دو.... ہم نواب صاحب کو ذبح کر رہے ہیں"۔

"مجھے افسوس ہے.... میں انہیں یہ بات نہیں بتا سکوں گا.... یہ بھی حکم عدولی ہو گی"۔

"نواب صاحب کی پہلی چیخ سنو"۔ سرد آواز میں کہا گیا۔

اس کے ساتھ ہی نشانہ باز نے دل دوز چیخ کی آواز سنی.... اس کی حالت غیر ہو گئی.... چہرے کا رنگ بالکل بدل گیا.... جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔

"نن نہیں.... نہیں.... نہیں"۔ وہ چلا اٹھا۔

"تب پھر.... اگر انہیں بچانا ہے تو ان لوگوں کو لے آؤ"۔

"افسوس! میں ایسا نہیں کر سکتا.... جب تک نواب صاحب خود



حکم نہ دیں گے.... میں ایسا نہ کروں گا"۔

"اور وہ حکم دیں گے نہیں.... تب پھر ایک اور حل ہے"۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ صورت حال انوار عالم اور شوکی کو بتا دو.... وہ خود حویلی سے باہر نکل آئیں گے"۔

"نواب صاحب کی اجازت کے بغیر ایسا بھی نہیں کر سکتا.... ارے یہ کیا"۔ وہ بری طرح چونکا۔

"کیا ہوا؟" پوچھا گیا۔

"شاید وہ خود ہی حویلی سے باہر نکلنے کے لیے چل پڑے ہیں.... انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ کیا گفتگو ہو رہی ہے"۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات"۔

"لیکن ہمیں انہیں روکنا ہو گا.... سوری میں مزید فون پر بات نہیں کر سکتا"۔ یہ کہہ کر اس نے ریسیور پٹخ دیا اور باہر کی طرف دوڑا.... ساتھ ہی ایک آواز منہ سے نکالی.... فوراً دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔

"وہ.... وہ باہر نکلے جا رہے ہیں.... انہیں حویلی سے نکلنے سے روکنا ہے.... یہ نواب صاحب کا حکم ہے"۔

وہ سب بے تحاشا دوڑ پڑے.... ادھر انوار عالم اور شوکی برادرز حویلی کے گیٹ کے نزدیک پہنچ چکے تھے.... دوڑتے قدموں کی آواز سن

کر وہ مڑے۔

"کیا بات ہے... خیر تو ہے... آپ لوگ اس طرح کیوں دوڑے چلے آرہے ہیں"۔ انوار عالم نے پرسکون آواز منہ سے نکالی۔

"آپ... آپ باہر نہیں جا سکتے"۔

"کیوں نہیں جا سکتے... ہم یہاں مہمان ہیں... قیدی نہیں"۔ انوار عالم بولے۔

"لیکن باہر آپ کے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے... وہ فوراً آپ کو اچک لیں گے"۔

"بھئی ہم موم کے بنے ہوئے نہیں ہیں... نہ ہم یہ بات پسند کریں گے کہ ہماری جگہ نواب صاحب پکڑے جائیں"۔

یہ کہتے ہوئے انوار عالم نے باہر چھلانگ لگا دی۔

"ارے ارے... یہ کیا کیا"۔ نشانہ باز چلا اٹھا۔

"ٹھیک کیا... بلکہ بہت ٹھیک کیا"۔ یہ کہتے ہوئے شوکی نے بھی باہر کی طرف دوڑ لگا دی... بس پھر کیا تھا... سب نے دوڑ لگا دی... نشانہ باز جب دروازے پر پہنچے... ایک بڑی گاڑی ان کے قریب پہنچ چکی تھی... اور کوئی پکار کر کہہ رہا تھا۔

"اگر نواب صاحب کی زندگی بچانا چاہتے ہو تو اس گاڑی پر سوار ہو جاؤ"۔

اور وہ جلدی جلدی سوار ہوتے چلے گئے... نشانہ باز ہاتھ ملتے رہ



گئے... ان کے چہرے کے رنگ ایک بار پھر تیزی سے بدل رہے تھے۔

"یہ... یہ کیا ہوا۔ ایک نے کہا۔

"بہت برا ہوا"۔ دوسرا بولا۔

پھر وہ سر جھکائے اندر آ گئے... حویلی کا دروازہ بند کر لیا گیا... ایک، گھنٹے بعد دروازے پر دستک ہوئی... وہ چونک اٹھے... ساتھ ہی کانپ گئے... تھر تھر کانپتے ہاتھوں سے انہوں نے دروازہ کھولا... باہر نواب صاحب کھڑے تھے... ان کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے اب تک خون رس رہا تھا۔

"میں تم لوگوں کو معاف نہیں کر سکتا... تم لوگ فارغ ہو... اسی وقت نکل جاؤ"۔

وہ دس کے دس ان کے قدموں میں گر گئے۔

"نہیں نواب صاحب... اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں... کوئی کوتاہی نہیں... انوار عالم صاحب اور شوکی صاحب حویلی سے باہر نکلنے پر تل گئے تھے... انہوں نے دھمکی دی تھی کہ ہم مہمان ہیں... قیدی نہیں... ہمیں زبردستی نہیں روکا جا سکتا... پھر وہ باہر کی طرف دوڑ پڑے... ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ دوڑ پڑیں گے... ہم نے انہیں پکڑنے کے لیے دوڑ لگائی... لیکن باہر ایک گاڑی پہلے ہی تیار کھڑی تھی... اس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے ان سے کہا تھا کہ فوراً گاڑی میں بیٹھ جاؤ... اگر نواب صاحب کی زندگی بچانا چاہتے ہو...

بس وہ بیٹھ گئے... جب گاڑی چلی' اسی وقت ہم دروازے پر پہنچے تھے... اب اگر ہم فائر کرتے تو گاڑی الٹ سکتی تھی"۔

"لیکن تم نے ان کا تعاقب کیوں نہیں کیا؟" نواب صاحب نے آنکھیں نکالیں"۔

"آپ کی گاڑی یہاں تھی نہیں... ہم تعاقب کس طرح کرتے"۔

"ہوں اچھا خیر... اگر انوار عالم اور شوکی برادرز زندہ سلامت مل گئے تو میں تم لوگوں کو ملازمت میں رہنے دوں گا... ورنہ تم فارغ"۔

"نن نہیں... نہیں نواب صاحب"۔ ایک نے کانپ کر کہا۔

"خبردار... خاموش... اب اس سلسلے میں کوئی بات نہیں ہو سکتی... تمہیں انہیں ہر حال میں روکنا چاہیے تھا"۔

"ہم... ہم... ہم"۔

"ہاں! بس اب ہم ہم کرو... جاؤ... اس وقت تک اس گھر میں رہ سکتے ہو... جب تک ان کے بارے میں پتا نہیں چل جاتا"۔

"بہت بہتر سرکار... اب ہم اللہ تعالیٰ سے ان کی زندگیوں کے لیے دعا کرنا شروع کرتے ہیں"۔ تیسرا بولا۔

"ہاں! یہ ہے کام کرنے کا... اور میں ان کی تلاش میں جا رہا ہوں"۔

"آپ... آپ کہاں بھٹکیں گے... یہ کام ہم کر لیتے ہیں...



آپ ہمارے لیے ایک بڑی گاڑی کا انتظام کر دیں"۔

"نہیں... تم یہیں رہو گے... میں جاؤں گا"۔

"اچھا تو پھر... پہلے ہاتھ کی پٹی کرا لیں"۔

"ہرگز نہیں... جب تک وہ مل نہیں جاتے... میں پٹی نہیں کراؤں گا"۔

"سرکار... سرکار... اس طرح زخم خراب ہو جائیں گے"۔

"ہونے دو... مرتا ہوں' مر جانے دو... جس دوست کو گھر میں پناہ دی... اسے دشمنوں کے حوالے کر دیا... اب میں جی کیسے سکوں گا ظالمو"۔

"اور وہ سر جھکائے اپنے کوارٹرز کی طرف چلے گئے... پھر وہ باہر نکل گئے... ایک دوست کی گاڑی لی اور اس میں بیٹھ کر ان کی تلاش میں روانہ ہوئے... انہیں کسی قدر اندازہ تھا' بس اپنے اندازے کے مطابق چلتے رہے... لیکن تمام رات گئے تک ٹکریں مارنے کے بعد بھی وہ اس کوٹھی کو تلاش نہ کر سکے... جس میں انہیں رکھا گیا تھا... آخر تھک ہار کر واپس آئے تو ایک نشانے باز ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔

"اب کیا ہے؟" انہوں نے جھنا کر کہا۔

"ڈرائنگ روم میں کچھ مہمان موجود ہیں"۔

"کون... انوار عالم... شوکی برادرز"۔

"نہیں سرکار... کچھ اور لوگ ہیں... عجیب و غریب لوگ"۔

وہ تیزی سے ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف بڑھے۔۔۔ ان کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔۔۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تو ان کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔۔۔ کیونکہ وہ انہیں اغوا کرنے والوں میں سے تھے۔۔۔ وہ چار افراد تھے۔۔۔ جب کہ اس کوٹھی میں دس پندرہ آدمی نظر آئے تھے۔۔۔ اور انہوں نے اپنے چہرے چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

"تت۔۔۔ تم۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔ میں پہلے پولیس کو فون کر لوں"۔

"ضرور کر لیں۔۔۔ اس طرح ہمیں انوار عالم کو دوسری دنیا میں پہنچانے میں آسانی ہو جائے گی"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"اگر ہم واپس نہ پہنچے۔۔۔ تو ان لوگوں کو ختم کر دیا جائے گا۔۔۔ اور ہمیں رات کے گیارہ بجے تک وہاں پہنچنا ہے۔۔۔ یہ ہمارے درمیان طے ہو چکا ہے۔۔۔ اب آپ سوچ لیں۔۔۔ اس وقت دس بج رہے ہیں۔۔۔ ہمارے پاس وہاں پہنچنے کے لیے صرف ایک گھنٹہ باقی ہے۔۔۔ جب کہ ہمیں یہاں اپنا کام بھی پورا کرنا ہے"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ بتاؤ۔۔۔ تمہیں یہاں کیا کام ہے؟"

"وہ کیسٹ حویلی میں ہے۔۔۔ آپ وہ ہمیں دے دیں"۔

"کیا!!!" ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

☆○☆



# ان کی آمد

نواب صاحب چند لمحے انہیں گھورتے رہے۔۔۔ آخر بولے۔

"تم لوگوں کو کس نے کہ دیا کہ کیسٹ یہاں ہے"۔

"شوکی برادرز نے۔۔۔ ہم نے انہیں دھمکی دی تھی۔۔۔ اگر وہ یہ نہیں بتائیں گے کہ کیسٹ کہاں ہے۔۔۔ تو ہم نواب صاحب کو ہلاک کر دیں گے۔۔۔ لہٰذا شوکی نے فوراً کہ دیا کہ کیسٹ نواب صاحب کی حویلی میں موجود ہے"۔

"جب تم یہاں پر نہیں آئے تھے۔۔۔ اس وقت ہم اس کیسٹ کو وی سی آر پر چلا کر دیکھ رہے تھے۔۔۔ پولیس کے آنے پر میں باہر نکل آیا تھا۔۔۔ اس کے بعد مجھے پولیس اسٹیشن لے جایا گیا۔۔۔ یہ حالات تو تم لوگوں کو بھی معلوم ہیں' پھر مجھے اور میرے وکیل کو اغوا کر لیا گیا۔۔۔ وہاں سے ہم لوٹے تو شوکی برادرز تم لوگوں کے پاس پہنچ چکے تھے۔۔۔ لہٰذا اب مجھے کیا معلوم کہ کیسٹ کہاں ہے؟"

"اتنی لمبی چوڑی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔ شوکی نے بتایا ہے۔۔۔ کیسٹ وی سی آر میں لگی ہوئی ہے"۔

"اوہ نہیں"۔ وہ خوف زدہ ہو گئے۔۔۔ پھر اندر کی طرف دوڑ پڑے۔۔۔ لیکن وہ ان سے آگے آ گئے اور نواب صاحب کا راستہ روکتے ہوئے ایک نے کہا۔

"آپ ایک بات بھول رہے ہیں۔۔۔ آپ کی زندگی بچانے کے لیے شوکی برادرز نے یہ بتایا ہے کہ کیسٹ کہاں ہے۔۔۔ اب اگر آپ ہمیں کیسٹ نکالنے نہیں دیں گے۔۔۔ ان کی زندگی بچانے کے لیے۔۔۔ تو آپ خود سوچ لیں کہ ان کا کردار کیا ہے اور آپ کا کیا۔۔۔ دوسرے یہ کہ ہم اگر گیارہ بجے تک وہاں ۔ پہنچے تو ان لوگوں کا کام تو ویسے بھی تمام کر دیا جائے گا۔۔۔ اور وہاں ہم کیسٹ لے کر جائیں گے۔۔۔ بغیر کیسٹ لیے نہیں"۔

"نن نہیں"۔ وہ چلائے۔

"لہٰذا۔۔۔ آپ کے پاس ایک ہی راستہ ہے۔۔۔ اور وہ یہ کہ آپ ہمیں فوراً کیسٹ دے دیں"۔

"ہاں۔۔۔ یہی کرنا ہو گا۔۔۔ افسوس"۔

اور پھر وہ انہیں ساتھ لیے اس کمرے میں آئے۔۔۔ جس میں شوکی برادرز اور انوار عالم کو رکھا تھا۔۔۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا اور وی سی آر میں سے کیسٹ نکال لی۔۔۔ اس وقت نواب صاحب کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔

"افسوس! یہ۔۔۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔۔۔ بہت برا ہو رہا



ہے"۔ وہ بولے۔

"اور ہمارے حق میں یہ کتنا اچھا ہو رہا ہے نواب صاحب۔۔۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔

اب وہ کیسٹ اٹھائے باہر کی طرف بڑھے۔۔۔ حویلی کے باہر ان کی گاڑی کھڑی تھی۔۔۔ لیکن اس پر کوئی نمبر پلیٹ نہیں تھی۔۔۔ نواب صاحب اور ان کے نشانہ باز دروازے پر بے بسی کے عالم میں کھڑے انہیں گاڑی کی طرف بڑھتے دیکھتے رہے کہ اچانک ایک اور واقعہ ہوا۔۔۔ ایک شخص آندھی اور طوفان کی طرح اس شخص کی طرف دوڑا۔۔۔ جس کے ہاتھ میں کیسٹ تھی اور کیسٹ چھین کر یہ جا وہ جا۔۔۔ وہ اس قدر تیزی سے دوڑا کہ وہ چاروں ہکا بکا رہ گئے اور پھر اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔۔۔ اب یہ دوڑ پیدل لگ رہی تھی۔۔۔ ان کی گاڑی وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔

"اف مالک۔۔۔ یہ کیا ہوا۔۔۔ کیسٹ ان سے کوئی اور لے بھاگا۔۔۔ ارے باپ رے۔۔۔ اس طرح تو یہ لوگ گیارہ بجے تک وہاں نہیں پہنچیں گے اور وہاں موجود لوگ۔۔۔ نن نہیں نہیں۔۔۔ میں تو آگے سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔ اب ہم کیا کریں۔۔۔ کیوں شیخو۔۔۔ ہم کیا کریں"۔ انہوں نے ایک نشانہ کی طرف دیکھا۔

"سرکار۔۔۔ آپ پولیس کو فون کریں۔۔۔ شوکی برادرز کے دوست انسپکٹر کاشان کو بلائیں۔۔۔ شاید وہ لوگ کچھ کر سکیں۔۔۔ اس گاڑی پر نمبر

پلیٹ بھی نہیں ہے... لیکن پھر بھی پولیس والوں کے اپنے طریقے ہوتے ہیں"۔

"جاؤ... جلدی فون کرو... میں یہیں ہوں"۔

شیخو اندر چلا گیا... نواب صاحب بے تابی کے عالم میں ہاتھ ملتے رہے... باقی تو ان کے پیچھے کھڑے انہی کے انداز میں ہاتھ مل رہے تھے... پھر آدھ گھنٹہ گزر گیا... غنڈوں کی واپسی نہ ہو سکی... البتہ انسپکٹر کاشان اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا... نواب صاحب نے اسے جلدی جلدی صورت حال بتائی... سن کر انسپکٹر کاشان کا رنگ اڑ گیا۔

"یہ بہت ہولناک صورت حال ہے"۔

"ہاں انسپکٹر صاحب... اسی لیے تو آپ کو بلایا ہے"۔

"آپ نے اچھا کیا... لیکن ہم اس موقعے پر کر ہی کیا سکتے ہیں"۔ انسپکٹر کاشان بولا۔

"تب پھر آپ کو بلا کر میں نے کیا اچھا کیا"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

انسپکٹر کاشان کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا' پھر اس نے خود کو سنبھالا۔

"بہرحال! ہم ان لوگوں کی تلاش میں نکلتے ہیں... ہماری کوشش ہو گی' کسی طرح ہم اس کوٹھی تک پہنچ جائیں... جس میں آئی جی



صاحب اور شوکی برادرز کو رکھا گیا ہے"۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔ نواب صاحب جلدی سے بولے۔

عین اس لمحے شیخو نے آ کر بتایا۔

"آپ کا فون ہے... اور غالباً یہ انہی لوگوں کی طرف سے ہے"۔

"اوہ تب تو ہم بھی آپ کے ساتھ اندر چلتے ہیں"۔

"ہاں چلیے"۔ نواب صاحب نے کہا اور اندر کی طرف دوڑ لگا دی۔

"ایک منٹ نواب صاحب... پہلے ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ فون کہاں سے کیا گیا ہے۔

"انسپکٹر کاشان نے کہا اور ٹیلی فون ایکسچینج سے گاڑی میں لگے فون پر رابطہ کیا گیا۔

"دیکھیے... نواب خالو سے اس وقت کچھ مجرم بات کرنا چاہتے ہیں... آئی جی صاحب ان کے قبضے میں ہیں... ہم جاننا چاہتے ہیں... فون کہاں سے کیا جا رہا ہے؟"

"بہت بہتر جناب... فون پر بات ہو جانے کے بعد ہم فوراً آپ کو رنگ کر دیں گے... آپ اپنا نمبر لکھوائیں"۔

نمبر نوٹ کرا کر وہ اندر آئے۔

"نواب صاحب... فون آپ ہی سنیں... اور یہ ظاہر نہ ہو کہ

ہم بھی یہاں ہیں"۔

"اچھا"۔ اب انہوں نے نشانے باز کے ہاتھ سے ریسیور لے لیا... جو اس وقت تک اس پر ہاتھ رکھے کھڑا رہا تھا۔

"نواب خانو بات کر رہا ہوں... آپ کون ہیں؟" وہ بارعب آواز میں بولے۔

"ہمارے درمیان یہ بات طے ہوئی تھی کہ اگر گیارہ بجے تک واپس نہ ہوئے تو ہم آئی جی صاحب اور شوکی برادرز کو شوٹ کر دیں گے... اب گیارہ بجنے میں چند منٹ باقی ہیں... اطلاعاً" عرض ہے"۔

"لیکن پہلے آپ بات سن لیں... میں نے کیسٹ آپ کے چاروں آدمیوں کے حوالے کر دی تھی... بلکہ انہوں نے خود اس کو وی سی آر میں سے نکالا تھا... لیکن جونہی وہ کیسٹ لے کر حویلی سے باہر نکلے... ایک دبلے پتلے اور لمبے قد کے آدمی نے کسی چھلاوے کی طرح کیسٹ ان سے چھینی اور دوڑ لگا دی... آپ کے چاروں ساتھی اس کے تعاقب میں گئے ہوئے ہیں... اور اب تک ان کی کوئی خبر نہیں مل سکی... ان حالات میں آپ بتائیں... ہمارا کیا قصور ہے؟"

"اگر یہ بات درست ہے تو ہم ان کا انتظار کریں گے... کیونکہ کیسٹ نہ ملنے کی صورت میں بھی آخر وہ واپس آئیں گے... اگر انہوں نے یہی کہانی سنائی... جو آپ نے بیان کی ہے... تب ہم لوگوں کو رہا کر دیں گے... کیونکہ ان سے ہماری کوئی دشمنی نہیں



ہے... لیکن اگر کہانی اس کے الٹ ہوئی تو نواب صاحب آپ کو اپنے دوست اور دوست کے دوستوں کے جسموں کے ٹکڑے ملیں گے... جس طرح فوندا کے ٹکڑے انہیں ملے تھے"۔

"فوندا کے ٹکڑے... کیا مطلب؟"

"فوندا کے ٹکڑوں کے بارے میں انسپکٹر کاشان آپ کو بتا دے گا"۔ طنزیہ انداز میں کہا گیا اور فون بند ہو گیا۔

اسی وقت گاڑی والے فون کی گھنٹی بجی... انسپکٹر کاشان کے ایک ماتحت نے ریسیور اٹھایا... فون ایک پبلک فون بوتھ سے کیا گیا ہے۔

"اور یہ بوتھ کہاں ہے؟"

"ریواز چوک پر"۔

"اوہ اچھا"۔ انسپکٹر کاشان نے یہ نام نوٹ کر لیا اور نواب صاحب کی طرف مڑے۔

"آپ نے اس عمارت کو باہر سے تو بالکل نہیں دیکھا ہو گا"۔

"نہیں... اندر سے بھی پوری عمارت نہیں دیکھ سکا... بس جس کمرے میں مجھے رکھا گیا تھا... میں صرف اس کمرے کو پہچان سکتا ہوں"۔

"ہم ریواز چوک کی طرف جا رہے ہیں... مجرم نے فون وہاں سے کیا تھا... ہو سکتا ہے... وہ عمارت وہاں کہیں ہو... کیونکہ فون کرنے کے لیے وہ زیادہ دور نہیں جا سکتے"۔

عین اس لمحے دروازے کی گھنٹی بج اٹھی۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"میں دیکھتا ہوں سرکار"۔ شیخو نے کہا اور باہر کی طرف چلا گیا۔ وہ الجھن کے عالم میں خاموش بیٹھے رہے۔ آخر شیخو کی واپسی ہوئی اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت تھی۔

"کیا بات ہے بھئی؟"

"انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی"۔

"کیا مطلب۔ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی۔ اور تم انہیں وہیں چھوڑ آئے۔ نامعقول"۔

یہ کہہ کر نواب صاحب دوڑ پڑے۔ انسپکٹر کاشان نے ان کا ساتھ دیا۔ دروازے پر واقعی۔ انسپکٹر جمشید' خان رحمان' پروفیسر داؤد' محمود' فاروق اور فرزانہ موجود تھے۔

"السلام علیکم"۔ نواب صاحب اور انسپکٹر کاشان ایک ساتھ بولے۔

"وعلیکم السلام۔ آپ بہت وقت پر آئے۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے۔ بہت جلد کرنا ہے۔ ورنہ نہ جانے کیا ہو جائے"۔

"ہم آئی جی صاحب کے دفتر سے سیدھے ادھر چلے آ رہے ہیں۔ اگر معاملہ فوری نوعیت کا ہے۔ تو ہم بیٹھیں گے نہیں۔ اور نہ تفصیل سنیں گے۔ پہلے یہ بتائیں۔ اس وقت کیا خطرہ درپیش



ہے؟"

"آئی جی صاحب اور شوکی برادرز دشمنوں کے قبضے میں ہیں۔ انہوں نے انہیں جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دی ہے"۔

"آیئے چلیں"۔ انسپکٹر جمشید فوراً اس گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ جس میں وہ آئے تھے۔

"لیکن جائیں کہاں۔ ہمیں تو وہ جگہ معلوم ہی نہیں"۔

"یہ باتیں گاڑی میں۔ ہم ایک ہی گاڑی میں جا سکیں گے۔ اس میں کافی جگہ ہے۔ دشمنوں نے کوئی فون تو کیا ہو گا"۔

"جی ہاں۔ انہوں نے فون ریواز چوک کے پبلک فون بوتھ سے کیا تھا"۔

"بہت خوب۔ آپ ڈرائیونگ کریں۔ کیونکہ شہر سے آپ زیادہ واقف ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے انسپکٹر کاشان سے کہا۔

گاڑی چل پڑی۔

"ریواز چوک اس فون بوتھ تک آپ ہمیں لے جا ہی سکتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں سر کیوں نہیں"۔

"آگے ہم اس کوٹھی یا مکان کو خود تلاش کر لیں گے"۔

"بہت خوب سر۔ کیا اب میں تفصیل سنا دوں"۔

"ہاں ضرور لیکن ریواز چوک آنے سے پہلے پہلے تفصیل ختم ہو

جانی چاہیے"۔

"تب بہت مختصر کرنا ہو گی"۔

"کریں... وقت کم ہے ہمارے پاس"۔

انسپکٹر کاشان نے اور نواب صاحب نے تفصیل سنانا شروع کی... وہ بغور سنتے رہے... ان کے خاموش ہونے پر وہ بولے۔

"آپ کا مطلب ہے... اس وقت یہ معلوم نہیں کہ کیبٹ کہاں ہے... صرف ہم یہ جانتے ہیں کہ مجرموں نے فون ریواز چوک سے کیا تھا"۔

"ہاں جناب... بالکل"۔

"نواب صاحب... آپ کم از کم ایک بات تو بتا سکتے ہیں"۔ ایسے میں فرزانہ کی آواز گونجی... یہ پہلا موقع تھا... جب ان تین میں سے کوئی بولا تھا... ورنہ وہ بالکل خاموش تھے۔

"فرمایئے!" نواب صاحب اس کی طرف مڑے۔

"اس کمرے کا رنگ کیسا تھا؟"

"اوہ ہاں! یہ بہت ضروری سوال ہے؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"گہرا سرخ... اور کالے رنگ کا حاشیہ"۔

"کمرے کی کوئی اور بات' کوئی اور ڈیزائن"۔

"دروازے کا رنگ سنگترے کے رنگ جیسا تھا"۔

"شکریہ... ہمارے لیے یہ بہت ہے"۔



"لیجیے... ہم ریواز ٹاؤن کے چوک میں پہنچ گئے... وہ رہا وہ فون بوتھ"۔

"آپ کسی ماتحت کے ذریعے اس پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھوا لیں... ہم اس عمارت کو ابھی تین چار منٹ میں تلاش کر لیتے ہیں... آپ یہاں اتر جائیں... نواب خالو آپ تشریف رکھیں... اوہ ہاں... انسپکٹر کاشان صاحب... آپ کے ماتحت نشانات اٹھا کر اس بوتھ سے دور چلیں جائیں اور بالکل اوٹ میں ہو کر اس کی نگرانی کریں... اگر کوئی فون کرنے کے لیے آئے تو اس کا بہت احتیاط سے تعاقب کیا جائے... اور یہ دیکھا جائے کہ وہ کس گھر یا عمارت میں داخل ہو رہا ہے... اس گھر تک فون کا تار آ رہا ہے یا نہیں"۔

"اوہ... اوہ... واقعی... یہ پہلو بہت اہم ہے"۔ نواب صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"انسپکٹر کاشان! جونہی عمارت ملی... ہم آپ کو بلا لیں گے... آپ پریشان نہ ہوں... ہم آپ کو ساتھ لے کر اندر جائیں گے"۔

"جی بہت بہتر"۔ وہ کافی پریشان نظر آ رہا تھا۔

پھر گاڑی آگے بڑھ گئی... صرف ایک منٹ بعد گاڑی واپس آتی نظر آئی... نزدیک آنے پر وہ رک گئی۔

"آیئے... وہ گھر مل گیا ہے... جس میں یہ سب لوگ موجود ہیں"۔

"آپ یہ بات اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں؟"۔

"اس لیے کہ سنگترے کے رنگ کا دروازہ وہاں موجود ہے۔۔۔ اور دیواروں پر سرخ رنگ کیا گیا ہے۔۔۔ گہرا سرخ"۔

"حیرت نہیں۔۔۔ حیرت ہے۔۔۔ کمال ہے۔۔۔ آپ لوگ واقعی حیرت انگیز ہیں۔۔۔ کس قدر جلد اس جگہ کا پتا چلا لیا"۔

"لیکن اب مسئلہ تو ہے۔۔۔ اندر داخل ہونے کا۔۔۔ اگر وہاں ہمارے ساتھی نہ ہوتے تو اور بات تھی۔۔۔ اس وقت اور بات ہے"۔

"پھر۔۔۔ اب آپ کیا کریں گے؟"

"بس دیکھتے جائیں"۔

اب وہ گاڑی سے اتر کر آگے بڑھے۔

"چلو فاروق۔۔۔ جلدی کرو"۔

"بہت بہتر ابا جان۔۔۔ میں یہ گیا اور وہ نکلا"۔

"یہ گیا اور وہ نکلا۔۔۔ کیا مطلب؟" نواب صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

لیکن فاروق تو اس وقت تک آگے بڑھ بھی چکا تھا۔۔۔ اور اس سرخ عمارت کے پچھلی طرف تھا۔۔۔ یہ ایک بڑی کوٹھی تھی۔

"انسپکٹر صاحب۔۔۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔۔۔ یہ کس کی کوٹھی ہے؟"

"نہیں سر۔۔۔ مجھے معلوم نہیں"۔



"خیر۔۔۔ اس کوٹھی کی شان و شوکت کا مطلب ہے۔۔۔ مجرم بااثر ہیں۔۔۔ اور ان پر ہاتھ ڈالنا آسان کام نہیں ہو گا"۔

"لیکن ہم اپنے ساتھیوں کو تو چھڑا ہی سکیں گے"۔

"ہاں! کیوں نہیں۔۔۔ ان شاء اللہ۔۔۔ اسی لیے تو یہاں آئے ہیں۔۔۔ ورنہ وہ کیسٹ تو اب یہاں نہیں ہے"۔

تین منٹ بعد فاروق آتا نظر آیا۔

"ارے۔۔۔ فاروق آ بھی گیا اور ہم باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔۔۔ آیئے"۔

"آپ کو وہاں موجود رہنا چاہیے تھا۔۔۔ مجھے خود آپ تک آنا پڑا"۔ فاروق کے لہجے میں شکایت تھی۔

"اوہ معاف کرنا بھئی"۔ انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

اور پھر وہ آگے بڑھے۔۔۔ انہوں نے کوٹھی کا گیٹ کھلا پایا اور ایک اندرونی دروازہ بھی کھلا نظر آیا۔

"آخر یہ کیسے ہو گیا؟" نواب صاحب کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔۔۔ نواب صاحب۔۔۔ اس وقت ہمارے ساتھی خطرے میں ہیں"۔

وہ دبے پاؤں اندر بڑھے اور پوری کوٹھی میں گھومنے لگے۔۔۔ آخر ایک ایسے کمرے کے باہر پہنچ گئے۔۔۔ جس کا دروازہ بند تھا۔۔۔ اور اندر سے باتیں کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"انسپکٹر جمشید نے دروازے پر دباؤ ڈالا۔۔۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔۔۔ انہوں نے چند لمحے کے لیے کچھ سوچا۔۔۔ پھر منہ سے عجیب کھسر پھسر کی آواز نکالی۔۔۔ اتنی آواز جو اندر بھی سنی جا سکے۔۔۔ یک لخت اندر خاموشی چھا گئی۔

"باہر کوئی ہے"۔ کسی نے سرگوشی کی۔۔۔ فرزانہ نے یہ سرگوشی بخوبی سن لی۔

"لیکن۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ بیرونی دروازہ بند ہے۔۔۔ کوئی اندر کیسے آ سکتا ہے"۔

"ہو سکتا ہے۔۔۔ یہ ہمارا وہم ہو۔۔۔ پھر بھی باہر نکل کر دیکھ لینا چاہیے"۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور ایک شخص باہر نکلا۔۔۔ انسپکٹر جمشید کا ہاتھ فوراً حرکت میں آیا اور وہ گرتا چلا گیا۔۔۔ اس کے گرنے کی آواز گونجی۔

"یہ کیا ہوا؟" اندر سے کسی نے کہا۔

اور ساتھ ہی وہ اندر داخل ہو گئے۔۔۔ اندر موجود سب لوگ بری طرح اچھلے۔

"کک۔۔۔ کیا۔۔۔ کیا مطلب؟"

"اور آپ مطلب کس بات کا پوچھ رہے ہیں، پہلے تو یہ بتائیں"۔



اب انہوں نے دیکھا۔۔۔ انوار عالم اور شوکی برادرز ایک طرف بری طرح بندھے پڑے تھے۔۔۔ ان کے علاوہ کمرے میں نو آدمی موجود تھے۔۔۔ دسواں ان کا ساتھی اس کمرے کے باہر بے ہوش پڑا تھا۔

"سر۔۔۔ اسے بھی اندر کھینچ لیتے ہیں۔۔۔ کہیں ہوش میں آ کر گڑبڑ نہ کرے"۔ انسپکٹر کاشان بولے۔

"فکر نہ کرو۔۔۔ وہ آدھ گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا۔۔۔ آپ پہلے اپنے ساتھیوں کو تو کھولیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔۔۔ اندر داخل ہونے سے پہلے ہی وہ اپنے ہاتھ میں پستول لے چکے تھے۔۔۔ ان نو کے چہروں پر حیرت ہی حیرت نظر آ رہی تھی۔۔۔ پھر ان میں سے ایک نے جھلا کر کہا۔

"خبردار۔۔۔ آپ کون ہیں۔۔۔ اور اندر کس طرح داخل ہوئے۔۔۔ آپ کو معلوم نہیں۔۔۔ یہ گھر کس کا ہے۔۔۔ اور بغیر اجازت داخل ہونے پر آپ کے خلاف مقدمہ درج ہو جائے گا"۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ ہاں۔۔۔ آپ یہ ضرور بتا دیں کہ یہ گھر کس کا ہے؟"

"پہلے آپ بتائیں۔۔۔ آپ کون ہیں۔۔۔ اے۔۔۔ خبردار۔۔۔ انہیں نہ کھولو۔۔۔ ورنہ آپ سب کے جسم یہاں پھڑکتے نظر آئیں گے"۔

"ایسی کیا بات ہو گئی بھئی۔۔۔ آخر ہم اپنے ساتھیوں کو کیوں نہیں کھول سکتے۔۔۔ آپ کا مطالبہ تو ہم پورا کر چکے ہیں۔۔۔ کیسٹ آپ

کے حوالے کر چکے ہیں۔۔۔ اب آپ کے ساتھی اس کو بحفاظت یہاں نہ پہنچا سکے تو اس میں ہمارا کیا قصور"۔

"ابھی یہ فیصلہ نہیں ہوا۔۔۔ کہ"۔

ساتھ ہی ایک فائر ہوا۔۔۔ ان میں سے ایک کی چیخ بلند ہوئی۔

"ایسی غلطی پھر نہ کرنا۔۔۔ ورنہ گولی دل کے آرپار ہو گی"۔ محمود کی آواز گونجی۔۔۔ اس کی جیب میں سوراخ ہو چکا تھا۔

"کیسی غلطی؟"

"ان صاحب نے اپنا پستول نکالنے کی کوشش کی تھی"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ"۔

"دیکھو بھئی۔۔۔ ہم کوئی کچے پکے نشانہ باز نہیں ہیں۔۔۔ ہم تو اڑتی چڑیا کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔۔۔ یہ اور بات ہے کہ آج تک کسی اڑتی چڑیا کو نشانہ بنایا نہیں۔۔۔ بلاوجہ کسی جان دار کی جان لینا ہمیں گوارا نہیں"۔

"تب پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔۔۔ تم اڑتی چڑیا کو نشانہ بنا سکتے ہو"۔ مجرموں میں سے ایک نے کہا۔

"سکہ اچھال کر تجربہ کر لیتے ہیں ہم"۔ فاروق مسکرایا۔

"بھئی تم لوگوں کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں۔۔۔ یہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی ہیں"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ ہائیں۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ ہم کیا سن رہے ہیں؟"



"وہی جو ہم آپ کو سنا رہے ہیں"۔

اس وقت تک انسپکٹر کاشان، انوار عالم اور شوکی برادرز کو کھول چکا تھا۔

"اب آپ لوگ خود کو بندھوا لیں۔۔۔ بہتری اسی میں ہے۔۔۔ ورنہ پھر پہلے آپ کے جسموں کی مرمت کرنا ہو گی۔۔۔ اس کے بعد باندھا جائے گا"۔

"مرمت کرنے والے"۔

"اچھا۔۔۔ یہ بات ہے۔۔۔ محمود، فاروق اور فرزانہ۔۔۔ ذرا تم ہی ان کی مرمت کر دو۔۔۔ میرے ہاتھ میں تو پستول ہے۔۔۔ اور خان رحمان کے کپڑے خراب ہو جائیں گے۔۔۔ پروفیسر داؤد اس وقت شاید لڑنے بھڑنے کے موڈ میں نہیں ہیں"۔

"نہیں نہیں جمشید۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ تم کہو تو میں ابھی ان کی چٹنی بنا کر رکھ دوں"۔

"اور میں مربہ"۔

"نہیں۔۔۔ اس وقت نہ مربے کی ضرورت ہے۔۔۔ نہ چٹنی کی۔۔۔ البتہ میں چاہتا ہوں۔۔۔ ان کا آملیٹ تیار کر دیں۔۔۔ اور آملیٹ تیار کرنے کے ماہر یہ تینوں ہیں۔۔۔ شاید اپنی امی سے ٹریننگ لیتے رہتے ہیں"۔

"آپ نے درست فرمایا ابا جان۔۔۔ ان کے ٹیوشن سنٹر میں اب

ہم بھی بیٹھنے لگے ہیں"۔

"نیوشن سفٹر... کیا مطلب؟" نواب صاحب حیران ہو کر بولے۔

"وہ... اس کی تفصیل پھر سہی... فی الحال آپ آئیٹ بنتا دیکھیں"۔

اور پھر وہ تینوں ان نوٹ پڑے... انہوں نے بھی لڑنے مرنے کے لیے پر تول لئے... اپنی طرف سے وہ بہت مہارت سے لڑے... لیکن صرف تین منٹ بعد وہ فرش پر پڑے نظر آئے۔

"اب اس کو بھی گھسیٹ لو... باندھنا تو اس کو بھی پڑے گا"۔

ان دس کو باندھ دیا گیا... ایسے میں باہر دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی... انہوں نے فوراً پستول نکال لئے... پھر چار آدمی اندھا دھند اندر داخل ہوئے۔

"استاد یہ کیا... بیرونی دروازہ کھلا"۔

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ بیرونی دروازہ کیوں کھلا ہوا تھا۔

"یہ... یہ کیا ہو؟"

"وہی... جو اب تمہارے ساتھ ہو گا... خود کو آرام سے بندھواؤ گے یا مار کھا کر"۔

"کک... کیا مطلب؟"



انہوں نے آرام سے بندھوانے سے انکار کر دیا تھا... ان کا حشر دیکھ لیں... جسم پہ کہاں کہاں چوٹیں نظر آ رہی ہیں"۔

"بندھوا لو بھئی... یہ انسپکٹر جمشید پارٹی ہے"۔ استاد نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا!!!" وہ چلا اٹھے۔

"پہلے یہ بتاؤ... کیسٹ ان لوگوں نے تمہارے حوالے کی تھی یا نہیں"۔

"ہاں! کر دی تھی... لیکن افسوس... وہ کوئی اچک لے گیا... ہم نے اس کا تعاقب کیا... بہت کوشش کی... اس تک پہنچ جائیں... لیکن نہیں پہنچ سکے"۔ وہ تو چھلاوہ تھا... چھلاوہ"۔ ایک نے کہا۔

"یہ بہت برا ہوا... اب باس ہمیں نہیں چھوڑے گا"۔

"باس کی بات نہ کریں... اب ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے... پہلے یہ بتاؤ... باس تم سے کس طرح رابطہ کرتا ہے"۔

"فون آتا ہے اس کا"۔

"اور یہاں فون موجود ہے"۔ انہوں نے کی طرف دیکھا۔

"بالکل... کیوں نہ ہو فون... باس کوئی معمولی آدمی نہیں ہے"۔

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"وہ آگیا باس کا فون"۔
استاد کے منہ سے نکلا۔

☆○☆



# تم ہار جاؤ گے

"بہت خوب! چلو یہ اچھا ہے... باس کا فون آگیا... انسپکٹر کاشان ایکسچینج کو فون کریں... اس فون کے نمبر انہیں بتا دیں"۔
"جی ہاں ضرور"۔ انسپکٹر کاشان نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔
ادھر فون کی گھنٹی بج رہی تھی... انسپکٹر جمشید نے آگے بڑھ کر ریسور اٹھایا اور استاد کی آواز میں بولے۔
"یس سر"۔
"استاد یہ تم ہو... کیا بنا... وہ چار الو کے پٹھے آئے یا نہیں"۔
"آ گئے ہیں سر... لیکن کیسٹ حاصل کیے بغیر... وہ چھلاوہ نہ جانے کون تھا... جو ان سے کیسٹ چھین لے گیا"
"اوہ... اچھا... اب مجھے میدان میں نکلنا پڑے گا... تم لوگ وہیں ٹھہرو... میں آ رہا ہوں"۔
"الو کے پاس"۔
اور پھر فون بند کر دیا گیا... انسپکٹر جمشید نے مسکراتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔

"لیجئے۔۔۔ ایک اور مزے کی بات۔۔۔ باس یہاں تشریف لا رہے ہیں۔۔۔ اس سے اچھی بات کیا ہو گی۔۔۔ محمود۔۔۔ جلدی کرو۔۔۔ باہر کی طرف دوڑ لگا دو۔۔۔ انسپکٹر کاشان یا کوئی ماتحت یا کوئی پولیس کی گاڑی اب باہر نظر نہ آئے"۔

"جی اچھا"۔ محمود نے کہا اور باہر دوڑ گیا۔

"آپ لوگ حیرت انگیز ہی نہیں۔۔۔ حیرت انگیز ترین ہیں۔۔۔ اتنی جلدی آپ نے استاد کی آواز منہ سے نکال دی۔۔۔ اور اس قدر اچھی جیسے کہ باس کوئی فرق محسوس نہیں کر سکا"۔ انوار عالم بولے۔

"یہ تو خیر کوئی ایسی خاص بات نہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"لیکن پیکٹ کیا کیا بنے گا۔۔۔ ہم تو یہ بھی نہ جان سکے کہ اس میں کیا تھا؟" آئی جی بولے۔۔۔ ساتھ ہی انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھ کر بولے۔

"باس سے ملاقات ہو لے۔۔۔ پھر بتائیں گے آپ کو کیسٹ کیا بنے گا۔۔۔ ویسے پروفیسر صاحب آپ کا کیا خیال ہے۔۔۔ اس کیسٹ میں سے کچھ نظر کیوں نہیں آتا"۔

"یا تو اس کو کسی خاص وی سی آر پر لگا کر دیکھنا پڑے گا۔ کسی خاص رنگ کی عینک لگا کر دیکھنا ہو گا۔۔۔ ورنہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کیسٹ میں کچھ بھی نہ ہو اور اتنا لمبا چوڑا ہنگامہ ہو جائے"۔

"کیوں استاد صاحب؟" انسپکٹر جمشید بولے۔۔۔ لیکن وہ کس



بول سکتا تھا۔۔۔ ان کے منہ کو بھی بند کر دیا گیا تھا۔

"استاد کے منہ سے کپڑا نکال دو فاروق"۔

"لک۔۔۔ کہیں یہ کاٹ نہ لے"۔

"اوہو۔۔۔ تمہاری انگلیوں کو شد نہیں لگا ہوا"۔ فرزانہ بولی۔

انوار عالم اور دوسرے مسکرا دیئے۔۔۔ پھر فاروق نے اس کے منہ پر سے کپڑا کھول دیا۔

"ہاں استاد جی۔۔۔ ذرا بتانا تو۔۔۔ اس کیسٹ میں آخر کیا ہے؟"

"یہ بات تو باس کو بھی معلوم نہیں"۔

"تب پھر۔۔۔ آخر کسے معلوم ہے؟"

"ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں"۔

"تمہارا باس کون ہے"۔

"ہم نہیں جانتے۔۔۔ لیکن شاید اب ہم سب اسے پہلی بار دیکھ لیں گے"۔

"لگتا تو ایسا ہی ہے۔۔۔ ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ میک اپ میں آئے"۔ انوار عالم بولے۔

"پروا نہیں۔۔۔ ہم میک اپ اتار دیں گے"۔

اسی وقت انسپکٹر کاشان اور باقی لوگ اندر آ گئے۔

"انہیں ادھر ادھر چھپا دیں۔۔۔ ضرورت کے وقت یہ مدد کر سکیں گے"۔ انہوں نے انسپکٹر کاشان سے کہا۔۔۔ پھر چونک کر بولے۔

"اور ہاں... ایکسچینج والوں نے کیا نمبر بتایا"۔

"پبلک فون بوتھ کا ہے... ارشد ٹاؤن کا"۔

"اس کا مطلب ہے... بس ارشد ٹاؤن میں کہیں رہتا ہے"۔

"لیکن سر ارشد ٹاؤن کوئی چھوٹا سا علاقہ نہیں ہے"۔ انسپکٹر کاشان نے بتایا۔

"یہ علاقہ بھی چھوٹا نہیں ہے... ہم نے آخر اللہ کی مہربانی سے کوٹھی بھی تو تلاش کر ہی لی"۔

"اوہ! آپ لوگوں میں صلاحیتیں بے شمار ہیں"۔ انوار عالم نے کہا۔

اور پھر ان کا انتظار ختم ہو گیا... دروازے پر دستک ہوئی۔ پروگرام پہلے سے طے تھا... انسپکٹر جمشید باہر کی طرف چلے گئے۔ انہوں نے بے دھڑک دروازہ کھول دیا... جونہی بس اندر داخل ہوا انہوں نے اس کی کن پٹی پر پستول کی نالی رکھ دی۔

"حرکت نہ کرنا"۔

"کک... کیا مطلب؟"

"یہ عمارت اب ہمارے قبضے میں ہے... تم سے فون پر بات میں نے کی تھی"۔

"نن نہیں... نہیں"۔ وہ چلا اٹھا۔

"یقین نہیں تو اندر چل کر اپنے ماتحتوں سے پوچھ لو"۔



"ٹھیک ہے... لیکن تم کون ہو؟" اس نے فوراً خود پر قابو پا لیا۔

"میں... خادم کو انسپکٹر جمشید کہتے ہیں... آپ اپنے بارے میں فرمائیں... آپ کا نام کیا ہے"۔

"میں... میں... میں"۔

وہ اپنا نام نہ بتا سکا... انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

"شاید! آپ کے والدین آپ کا نام رکھنا بھول گئے تھے"۔

اس نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا... آخر وہ اسے اس کمرے میں لے آئے جس میں سب موجود تھے... اب انہوں نے اس شخص کو دیکھا... شوکی کا تو مارے حیرت اور خوف کے برا حال ہو گیا... انوار عالم بھی سکتے میں رہ گئے۔

"سر آپ... آپ"۔

"ہاں میں... ارے شاہ... مجھے کسی نے فون کیا تھا کہ یہاں کوئی گڑبڑ ہے... لہٰذا میں حالات معلوم کرنے چلا آیا... لیکن جونہی دروازہ کھلا... ان صاحب نے اپنا پستول میری کن پٹی سے لگا دیا... ان کا کہنا ہے 'یہ انسپکٹر جمشید ہیں'"۔

"جی ہاں! اس میں کوئی شک نہیں... ویسے شکر ہے... آپ کو اپنا نام تو یاد آ گیا"۔

"کیوں ابا جان! یہ اپنا نام بھول گئے تھے؟" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ختم کرو... یہ بتاؤ... یہ یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"کیا آپ اب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ اس گروہ کے... یہ سب لوگ بندھے نظر آ رہے ہیں... کیا آپ ان کے باس نہیں ہیں"۔

"باس! کیا مطلب... میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے... نہ میں جانتا ہوں... یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"اور آپ میرے دفتر بھی اتفاقاً آ گئے تھے؟" انوار عالم نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں بالکل"۔ وہ مسکرائے۔

"خیر خیر... لیکن دروازے میں داخل ہوتے وقت تو آپ سے کوئی جواب نہیں جڑ سکا تھا"۔

"پستول کی نال کوئی کن پٹی پر رکھ دے تو آدمی بوکھلا ہی جاتا ہے"۔

"ہاں... خیر... یہ تو ہے... تو آپ اس گروہ کے باس نہیں ہیں... اور نہ اس پیکٹ سے آپ کا کوئی تعلق ہے"۔

"جی نہیں... بالکل نہیں"۔

"بہت خوب! ہم ابھی اس کیسٹ کو جلا دیتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا... پھر وہ ان کی طرف مڑے۔

"لانا بھئی شوکی... ذرا وہ کیسٹ"۔

"لل... لیکن... انکل"۔ شوکی ہکلانے لگا۔



"اوہ ہاں! یاد آیا... کیسٹ اب تمہارے پاس کہاں ہے... وہ تو ان لوگوں سے کوئی چھلاوہ لے بھاگا تھا"۔

"تب تو آپ اس کو اس وقت جلا نہیں سکتے... لہٰذا جلانے کا پروگرام پھر کسی وقت کر لیں"۔

"ہاں اچھا ٹھیک ہے"۔

"مسٹر باس... عرف ارمانی شاہ... کیا آپ بتا سکتے ہیں... اس کیسٹ میں کیا ہے"۔

"میرا اس کیسٹ سے کوئی تعلق نہیں... نہ میں کسی گروہ کا باس ہوں... مجھے تو کسی نے فون کیا تھا کہ اس عمارت... میں کوئی گڑبڑ ہے... اب آپ بتائیں... میرا اس میں کیا قصور ہے؟"

"ہاں واقعی... آپ کا اس میں کیا قصور... خیر... اگر آپ کا اس میں کوئی قصور نہیں... تب پھر آپ ایک کام کریں"۔

"اور وہ کیا؟"

"ذرا اپنی تلاشی دے دیں"۔

"تلاشی... کیا مطلب... آپ ملک کے وزیر داخلہ کی تلاشی لیں گے... آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا"۔

"لینے کو تو ہم صدر صاحب کی تلاشی بھی لے سکتے ہیں... اور وہ چوں نہیں کر سکتے"۔

"کیا کہا... صدر صاحب کی تلاشی... اور آپ لوگ لے سکتے

ہیں"۔

"ہاں! بالکل... اور اب آپ کی تلاشی لی جائے گی... آپ سے یہ پوچھا جائے گا... فونڈا کون تھا... آپ کو کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے پاس کوئی پیکٹ ہے... پیکٹ اس سے وصول کرنے کے بعد اسے قتل کرنے کا حکم آپ نے کیوں دیا تھا... غریب فونڈا کے ٹکڑے آخر کیوں کیے گئے... اگر آپ ان تمام سوالات کے جوابات دے دیں تو ہم یہ بات تسلیم کر لیں گے کہ آپ باس نہیں ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے روانی کے عالم میں کہا۔

"جج... جی... کیا فرمایا... آپ نے ابا جان... آپ تسلیم کر لیں گے یہ باس نہیں ہیں... لیکن ان کے اس بیان کے بعد تو یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ یہی باس ہیں"۔ فرزانہ جلدی جلدی بولی۔

"اوہ ہاں... لیکن بھئی... تم سمجھی نہیں"۔

"آپ مہربانی فرما کر پہلے اس بات کی وضاحت کر دیں کہ میں کیا نہیں سمجھی"۔ فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"جب یہ صاحب یہ تسلیم کر لیں کہ انہوں نے ہی فونڈا کو ہلاک کرنے کا حکم دیا تھا... اور پیکٹ حاصل کرنے کے بعد... تو اس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ اصل باس یہ نہیں ہیں... ان کے اوپر بھی کوئی بیٹھا ہے... اور یہ بتائیں گے کہ وہ کون ہے... اس پیکٹ کی اسے کیا ضرورت ہے... اس صورت میں ہم مان لیں گے کہ یہ اصل باس



نہیں ہیں... ہاں چھوٹے موٹے باس ضرور ہو سکتے ہیں... کیونکہ خود انہیں معلوم نہیں کہ اس پیکٹ میں کیا ہے؟"

"تب پھر ان سے مغز مارنے کا کیا فائدہ ہے... اصل باس کی بات کریں"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اصل باس کے بارے میں تو یہ بتا سکتے ہیں نا... اور یہ بھی کہ فونڈا کے بارے میں انہیں کب اپنے باس سے معلوم ہوا تھا... لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ تو کچھ بتا ہی نہیں رہے... ان کی طرف سے ہم ہی بول رہے ہیں"۔

"تو ہم چپ ہو جاتے ہیں... اب کوئی نہ بولے"۔ فاروق نے گویا اعلان کیا۔

"ہم تو پہلے ہی نہیں بول رہے... بول تو بس تم رہے ہو... لہٰذا یہ اعلان تم خود کو ہی سنا لو"۔ محمود نے جل بھن کر کہا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ... خیر... مسٹر باس... میرا مطلب ہے... نقلی باس یا چھوٹے باس... مہربانی فرما کر بتا دیں... یہ سب کیا چکر ہے"۔

"میں کچھ نہیں جانتا"۔

"محمود... یہ صاحب یوں نہیں مانیں گے... ان کی تلاشی لی جائے... اور جو چیزیں برآمد ہوں... ان کی ساتھ ساتھ تصاویر لی جائیں"۔

"تصاویر... یہاں کیمرہ کہاں؟"

"آپ فکر نہ کریں... آپ کو آم کھانے سے غرض ہے... یا پیڑ گننے سے... برآمد ہونے والی چیزوں کی تصاویر اگر ہم آپ کی خدمت میں پیش نہ کر سکیں تو اس صورت میں آپ خیال کر لیجئے گا... کہ ہمارے پاس کیمرہ تو کوئی تھا نہیں... بس ہوا میں ہی تیر چلا رہے تھے... کیا خیال ہے آپ کا؟"

"تم ملک کے وزیر داخلہ کی تلاشی بغیر وارنٹ کے لے رہے ہو... تم پر مقدمہ چلے گا انسپکٹر جمشید"۔

"کوئی بات نہیں... میں مقدمہ بھگت لوں گا... لیکن دکھ اس بات کا کر رہوں گا کہ آپ کیا ہیں... ویسے آپ کی حرکات پر بہت دنوں سے میری نظریں تھیں... اگرچہ آپ ملک کے اس حصے میں رہتے ہیں... لیکن پھر بھی میں آپ کی حرکات نوٹ کرتا رہا ہوں"۔

"آپ دارالحکومت میں رہ کر میری حرکات نوٹ کرتے رہے ہیں... اچھا کمال ہے... سنا بھئی آپ لوگوں نے... اس کا مطلب ہے... انسپکٹر جمشید پاگل ہو گئے ہیں"۔

"دیکھئے جناب! آپ ہماری موجودگی میں ہمارے ابا جان کو پاگل نہیں کہہ سکتے"۔ فاروق نے بھنا کر کہا۔

"تمہارا مطلب ہے... تمہاری غیر حاضری میں کہہ سکتے ہیں"۔

"نن نہیں... غیر حاضری میں بھی نہیں کہہ سکتے"۔



"تب تمہارا جملہ غلط تھا"۔

"ہو گا... یہ اردو کا پیریڈ نہیں ہے"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"ہم نے غلط نہیں کہا... آپ کے اخباری بیانات مجھے چونکا رہے ہیں... آپ کے ہر اخباری بیان میں ہمارے پیارے وطن سے نفرت کا اظہار ہوتا رہا ہے... آپ کے بیانات کچھ اس قسم کے ہوتے ہیں... ہماری فوج میں بھی بہت خرابیاں ہیں... کمزوریاں ہیں... اور اگر دشمن ملک نے اچانک حملہ کر دیا تو ہماری فوج اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی... ذرا غور کریں... یہ جو بیان ہے... یہ مایوسی پھیلائے گا یا خوشی کی لہر دوڑائے گا... آپ کا ایک بیان تھا... ہمارا ملک تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا... لیکن اللہ کا شکر ہے... یہ تباہی کے دہانے پر نہیں پہنچا... جوں کا توں قائم ہے... اور بھی آپ کے بیانات ملک دشمنی کی طرف ہی اشارہ کرتے ہیں... اب یہاں... آپ کے آنے سے بیس منٹ پہلے ایک فون آیا... ان لوگوں کا بیان ہے کہ اس عمارت میں انہیں صرف اور صرف باس کا فون آتا ہے... لہٰذا جب فون آیا تو صاف ظاہر ہے... باس کا ہی ہو سکتا تھا... لہٰذا میں نے استاد کی آواز میں بات کی... آپ کو ان لوگوں کی ناکامی کی خبر سنائی کہ یہ لوگ پیکٹ حاصل نہیں کر سکے... لہٰذا آپ نے کہا کہ اب مجھے میدان میں آنا پڑے گا... میں آ رہا ہوں... اس کے بعد سے لے کر اب تک عمارت میں صرف آپ آئے ہیں... اور کوئی نہیں آیا... اب آپ کیا کہتے

ہیں؟"

"یہ تو کوئی ثبوت نہ ہوا؟"

"اگر یہ ثبوت نہیں ہے تو پھر... میں اور ثبوت پیش کر دیتا ہوں... ہاں محمود... اب تک تم نے کیا کچھ نکالا"۔

"کوئی خاص چیز نہیں... یہ سگریٹ لائٹر ہے... کچھ کرنسی نوٹ ہیں... اور بس"۔

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا... ایک بار اور تلاشی لو"۔

"میں سب جیبیں دیکھ چکا ہوں... ابا جان"۔ محمود نے کہا۔

"اچھی بات ہے... اب پھر مجھے تلاشی لینا پڑے گی... کیا خیال ہے؟"

"کیا مطلب... کیا آپ کے خیال میں آپ کوئی اور چیز برآمد کر لیں گے؟"

"ہاں کیوں نہیں... اس لیے کہ میری تلاشی لینے کا انداز اور ہے"۔

"انسپکٹر جمشید تم بھگتو گے"۔

"اچھا جناب... بھگت لیں گے... یوں بھی بھگتنا تو اب ہمارا روز کا کام ہو گیا ہے"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

پستول انہوں نے خان رحمان کو دے دیا... اور خود تلاشی کے لیے آگے بڑھے... اس وقت اس نے خوف کے عالم میں کہا۔



"انسپکٹر جمشید... مجھے ہاتھ نہ لگانا"۔

"کیوں... کیا بات ہے... تمہیں ہاتھ لگاتے ہی میں پگھل جاؤں گا"۔

"نہیں... جلا کر راکھ کر دیئے جاؤ گے"۔

"مسٹر صاحب... ہم لوگ ایسی دھمکیوں میں آنے والے نہیں... لہٰذا آپ اپنی دھمکیاں سنبھال کر رکھ لیں"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

"کک... کیا سنبھال کر رکھ لیں"۔ پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"جی دھمکیاں"۔ وہ بولا۔

"ارے... یہ... یہ آپ کی کمر پر کیا چپکا ہوا ہے؟" انسپکٹر جمشید چونک اٹھے... ساتھ ہی وہ خوف زدہ انداز میں اچھلا... اور اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔

"محمود... تم فون سنو... میں ان کی کمر پر ہاتھ پھیرتا ہوں"۔

"جی بہتر"۔ یہ کہہ کر محمود آگے بڑھا اور اور فون کا ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو استاد... سناؤ... کیسی رہی"۔

"میں استاد نہیں... شاگرد ہوں"۔

"ارے تو فون استاد کو دو نا"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"وہ اس وقت بہت مصروف ہیں... ان کے ہاتھ بیر فارغ نہیں"۔ محمود نے کہا۔

"تو ان سے کہو... چھلاوہ پیکٹ کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے"۔

"استاد... مسٹر چھلاوہ پیکٹ کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید تلاشی کو بھول گئے... فوراً فون کی طرف لپکے اور ریسیور اس کے ہاتھ سے لے کر استاد کی آواز میں بولے۔

"ہاں کہو... کیا بات ہے"۔

"کیسٹ اس وقت میرے پاس ہے"۔

"اوہ... تو تم وہی چھلاوے ہو"۔ انہوں نے چونک کر کہا۔

"ہاں! میں وہی ہوں... سودا کرو گے یا میں کیسٹ کسی اور پارٹی کو فروخت کر دوں"۔

"چلو سودا کر لیتے ہیں... تم اس کیسٹ کے کیا مانگتے ہو؟"

"صرف دس لاکھ"۔

"ہمیں منظور ہے... جس عمارت میں ہم رہتے ہیں... وہ دیکھی ہے"۔

"اگر دیکھی نہ ہوتی... تو کیسٹ کیسے اڑا لے جاتا... تمہارے گروہ کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کرتا رہا ہوں میں... میں نے سوچا تھا... شاید اس طرح کوئی لمبا ہاتھ مارنے کے قابل ہو جاؤں... سو میں



کامیاب ہو گیا"۔

"او کے... کیسٹ یہاں لے آؤ... دس لاکھ مل جائیں گے"۔

"میں اتنا بے وقوف نہیں"۔ اس نے کہا۔

"تب پھر" انہوں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"جس جگہ میں کہوں... وہاں تمہارا صرف ایک آدمی رقم لے کر آئے گا... میں کیسٹ لے کر آؤں گا... اس طرح دونوں چیزوں کا تبادلہ ہو جائے گا"۔

"اور اگر تم نے کوئی نقلی کیسٹ تھما دی... تو؟"

"یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کیسٹ میں کیا ہے... اگر کہیں معلوم ہو جاتا تو شاید میں اس کیسٹ کی اس سے بھی بڑی رقم طلب کرتا... لیکن خیر... یہ بھی کافی ہیں"۔

"جگہ بتاؤ... میرا آدمی رقم لے آئے گا۔

"سوچ کر بتاؤں گا... فی الحال اتنی گفتگو کافی ہے"۔

"اچھی بات ہے... ہم فون کا انتظار کریں گے"۔

اور پھر فون بند کر دیا گیا... انہوں نے ارباب شاہ کی طرف دیکھا۔

"جو چھلاوہ کیسٹ لے اڑا ہے... اس کا فون تھا... اب وہ کیسٹ کے دس لاکھ مانگتا ہے"۔

"یہ بات تم مجھے کیوں بتا رہے ہو"۔

"تب پھر... کہے بتاؤں... اب میں دس لاکھ کا بندوبست کہاں سے کروں"۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں"۔

"آپ ان کی کمر پر سے کوئی چیز اتار رہے تھے"۔

"اوہ ہاں... یہ بات تو میں بھول ہی گیا"۔

وہ پھر آگے بڑھے... اب جو انہوں نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا اور ہاتھ باہر نکالا... اس میں کچھ کاغذات تھے... جو اس نے کمر کے ساتھ اس طرح چپکا رکھے تھے کہ عام آدمی کو ان کا پتا بھی نہ چلتا"۔

"یہ کیسے کاغذات ہیں اربانی شاہ"۔

"پتا نہیں... یہ کاغذات میرے نہیں ہیں... تم نے کوئی مداری کا کھیل دکھایا ہے... یہ کاغذات پہلے سے تمہاری آستین میں چھپے ہوئے تھے... لہٰذا تم زیادہ جانتے ہو کہ یہ کیسے ہیں"۔

"ہوں... اچھا خیر... لیکن اگر ان کاغذات میں تمہارا نام بھی نکل آیا"۔

"اس صورت میں کاغذات تم نے تیار کیے ہوں گے... تاکہ میرے خلاف چکر چلا سکو"۔

"بہت خوب! آپ کے پاس شاید ہر بات کا گھڑا گھڑایا جواب تیار ہے... لیکن خیر... ہم بھی دیکھیں گے... کہ آپ کہاں تک بھاگتے ہیں... پروفیسر صاحب آپ ذرا ان کاغذات کا جائزہ لے لیں... ہم



اتنے میں دوسرے کام کر لیتے ہیں"۔

"دوسرے کام... کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"اب آخر کو انہیں مجرم تو ثابت کرنا ہے نا... اور ان سے یہ تو اگلوانا ہے کہ انہیں کس طرح پتا چلا تھا' کوئی پیکٹ فوجدا کے ہاتھ لگا ہے"۔

"ہاں! یہ بہت اہم... بلکہ اہم ترین سوال ہے"۔

"لیکن میرا اس سوال سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔

"مسٹر اربانی شاہ... آپ ایک بات بھول رہے ہیں"۔

"اور وہ کیا؟"

"جب آپ اس عمارت میں داخل ہوئے تھے اور میں نے آپ کی کن پٹی پر پستول رکھ دیا تھا... اس وقت آپ کی اور میری کیا بات چیت ہوئی تھی... اگر آپ اس گروہ کے باس نہیں ہیں تو پھر اس بات چیت کو کس خانے میں فٹ کریں گے... پہلے یہ سوچ لیں"۔

"اس گفتگو کا آپ عدالت میں کیا ثبوت پیش کریں گے... عدالت میں ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے... آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم"۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اتنا تو خیر معلوم ہے"۔ انسپکٹر جمشید بے چارگی کے عالم میں بولے۔

"تو پھر جب آپ عدالت میں وہ گفتگو دہرائیں گے... تو میرا

وکیل آپ سے اس گفتگو کا ثبوت مانگے گا۔ آپ کیا ثبوت پیش کریں گے۔۔۔ وہ گفتگو صرف میرے اور آپ کے درمیان ہوئی تھی۔۔۔ اس وقت تو ان لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ کیا جواب ہے' آپ کے پاس اس بات کا؟"

"پہلے تو وہ گفتگو دہرا لی جائے۔۔۔ میں نے آپ کی کن پٹی پر پستول رکھنے ہی کہا تھا۔ حرکت نہ کرنا۔ آپ نے فوراً کہا۔ کیا مطلب۔۔۔ اس پر میں نے کہا تھا۔ یہ عمارت اب میرے قبضے میں ہے۔۔۔ تم سے فون پر میں نے بات کی تھی۔۔۔ اس پر آپ نے چلا کر کہا۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ آخر آپ نے یہ نہیں نہیں کیوں کہا تھا"۔

"میں نے کوئی نہیں نہیں' نہیں کہا تھا"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"بہت خوب! اس کے بعد میں نے کہ تھا' یقین نہیں تو اندر چل کر اپنے ماتحتوں سے پوچھ لو"۔

"اس پر آپ نے کہا۔ ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن تم کون ہو۔۔۔ آخر آپ نے ٹھیک ہے کیوں کہا۔ جب اس عمارت اور اس عمارت میں رہنے والوں سے آپ کا کوئی تعلق نہیں۔۔۔ اور آپ اتفاقیہ طور پر آئے تھے۔۔۔ آپ کے پاس۔۔۔ اس سوال کا جواب ہے کوئی"۔

"میں نے کہا نا۔۔۔ ہمارے درمیان ایسی کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔۔۔ یہ سب آپ کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں"۔

"پھر میں نے اپنا نام بتایا تو آپ کی سٹی گم ہو گئی۔۔۔ آپ اپنا نام



تک نہ بتا سکے' اگر کوئی بات نہیں تھی۔۔۔ آپ کا ان مجرموں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔۔۔ تو آپ کو فوراً اپنا نام بتانا چاہیے تھا۔۔۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔۔۔ کیا خیال ہے آپ کا"۔

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔ شاید آپ اپنے ان ساتھیوں کو گواہ پیش کرنے کے لیے یہ باتیں کر رہے ہیں۔۔۔ لیکن انسپکٹر جمشید۔۔۔ اس طرح بھلا ثبوت حاصل کیے جاتے ہیں۔۔۔ آپ کی عقل ضرور آج گھاس چرنے چلی گئی ہے۔۔۔ میرا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں"۔

"اور نہ آپ ان کے باس ہیں؟"

"ہاں۔۔۔ بالکل نہیں"۔ اس نے کہا۔

"اچھا۔۔۔ اب یہ ساری گفتگو سنیں"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ زور سے چونکا۔

"یہ ساری گفتگو ٹیپ ہو چکی ہے۔۔۔ مطلب یہ کہ جب سے آپ اندر داخل ہوئے تھے۔۔۔ اس وقت سے لے کر اس وقت تک کی بات چیت"۔

"نن نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں نے تمہارے پاس کوئی ٹیپ ریکارڈ نہیں دیکھا"۔

"تب پھر گھبرانے کی کیا بات ہے"۔

"ہاں واقعی۔۔۔ اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے؟"

"سنئے۔۔۔ آپ کے لیے اس میں گھبرانے کی ضرورت ہے۔۔۔ ہمارے لیے نہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"تشریف رکھئے مسٹر اربانی شاہ۔۔۔ اور غور سے سنیں"۔

اب انہوں نے خفیہ ٹیپ ریکارڈر کا بٹن دبا دیا۔۔۔ جلد ہی ٹیپ پر وہ بات چیت سنائی دینے لگی۔۔۔ اربانی شاہ کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ اور پھر اس کا چہرہ تن گیا۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں مسٹر اربانی شاہ؟"

"ان کی بجائے جمشید۔۔۔ تم مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے۔۔۔ یہ کاغذات کیا کہتے ہیں"۔ ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی۔

"اوہ ہاں۔۔۔ آپ ان کاغذات کو پڑھ چکے ہیں"۔

"ہاں! ان کی رو سے یہ شخص بدقسمتی سے **شاوجستان** کا ایجنٹ ہے"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔۔۔ کیونکہ **شاوجستان** ان کا پڑوسی دشمن ملک تھا۔۔۔ اور سب سے زیادہ نقصان اسی سے انہیں پہنچتا تھا۔۔۔ لہٰذا وہ لوگ انٹارجہ کے جاسوس کو کم خطرناک خیال کرتے تھے۔۔۔ **شاوجستان** کے جاسوس کو زیادہ۔۔۔ اور اس وقت یہ شخص **شاوجستان** کا جاسوس ثابت ہو گیا تھا۔

"تب تو کھیل لمبا ہو گیا۔۔۔ اب ہمیں یہاں بڑے بڑے لوگوں کو



بلانا پڑے گا۔۔۔ کیا خیال ہے سر"۔ وہ انوار عالم کی طرف مڑے۔

"ہاں بے شک۔۔۔ اور یہ کام میں کرتا ہوں۔۔۔ آپ اس کی طرف دھیان رکھئے۔۔۔ اگر یہ کہیں فرار ہو گیا۔۔۔ تو یہ ہمارے لیے بہت خطرناک بات ہو گی"۔

"خطرناک تو یہ اب تک حد درجے ہمارے لیے رہا ہے۔۔۔ اس وقت تک اس نے ملک کو کیا کیا نقصانات نہیں پہنچائے ہوں گے۔۔۔ اف مائک۔۔۔ **شاوجستان** کا ایجنٹ اور بن گیا ملک کا وزیر داخلہ۔۔۔ اس سے خوفناک مسئلہ کیا ہو گا بھلا۔۔۔ آپ مہربانی فرما کر ملٹری کے آفیسرز کو بھی بلا لیں۔۔۔ کیونکہ اس نے تو اب تک فوجی راز بھی نہ جانے کتنے اس طرف ارسال کیے ہوں گے۔۔۔ ایسے لوگ آستین کے سانپ ہیں"۔

"آپ فکر نہ کریں۔۔۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر یہاں بہت سے لوگ موجود ہوں گے"۔

انسپکٹر جمشید نے اب پستول کی نال کا رخ ٹھیک اس کے دل کی طرف کر دیا تھا۔۔۔ ساتھ ہی وہ بولے۔

"مسٹر اربانی شاہ۔۔۔ ایک بات ذہن میں رکھئے گا۔۔۔ میرا نشانہ ذرا خطا نہیں کرتا۔۔۔ گولی ٹھیک دل پر لگے گی۔۔۔ اگر تم نے حرکت کرنے کی کوشش کی"۔

"تو ہم اسے باندھ ہی کیوں نہ دیں ابا جان۔۔۔ نہ رہے گا بانس نہ

بجے گی بانسری"۔ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک... باندھ دو اسے... اس دوران میں بدستور پستول کا رخ اس کی طرف رکھوں گا"۔

اسے اچھی طرح جکڑ دیا گیا... اور پھر وہاں آفیسرز کی آمد شروع ہوئی... بڑے بڑے سول اور فوجی آفیسر وہاں پہنچ گئے... جب سب آ گئے... تو انہیں سارا قصہ سنایا گیا... وہ بت بن کر رہ گئے... نائب صدر بھی وہاں موجود تھے... انہوں نے ساری کہانی سن کر کہا۔

"اس سے زیادہ سنسنی خیز خبر میں نے تو آج تک سنی نہیں... سوال یہ ہے کہ اس شخص کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ فونڈا نامی ایک شخص کے پاس کوئی خاص پیکٹ ہے"۔

"اب حالات کی بنیاد پر میں اس سوال کا جواب دے سکتا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تو پھر دیں جواب"۔ نائب صدر صاحب بولے۔

"شاہوجستان کی طرف سے ہی اسے یہ اطلاع ملی تھی... اور پھر اس نے استاد اور اس کے ماتحتوں کو حرکت میں آ جانے کا حکم دے دیا... لیکن اس سے کچھ دیر پہلے ہی فونڈا نے پیکٹ شوکی برادرز کے حوالے کر دیا... اسے بھی خطرے کا احساس ہو گیا تھا شاید"۔

"ہوں... لیکن یہ سب ہو جانے کے باوجود ہمیں نہیں معلوم... کیسٹ میں کیا تھا... اور نہ کیسٹ ہمارے ہاتھ لگ سکی"۔ نائب صدر



نے افسوس زدہ انداز میں کہا۔

"یہ بات درست ہے سر... یہ کام ابھی شروع ہو گا... لیکن اس سے پہلے ہم اربانی شاہ سے معلومات حاصل کرنے کی اجازت چاہتے ہیں"۔

"اس میں اجازت کی کیا بات ہے؟" نائب صدر بولے۔

"میرا مطلب ہے... اس سلسلے میں ان پر کچھ سختی کرنا پڑے گی"۔

"کوئی پروا نہیں... جس قدر سختی کر سکتے ہیں، کریں... اور اس نے اب تک ملک کے جتنے راز شاہوجستان کو بھیجے ہیں... ان سب کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں"۔

"او کے سر... اب آپ لوگ بے فکر ہو جائیں... ہم اس سے بہت کچھ معلوم کر لیں گے"۔

"انسپکٹر جمشید... تم ہار جاؤ گے"۔ ایسے میں اربانی شاہ بولے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"مطلب یہ کہ تم مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں اگلوا سکو گے"۔

"خیر بھئی... دیکھا جائے گا"۔

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی... وہ چونک اٹھے... انسپکٹر جمشید نے ریسور اٹھایا... تو دوسری طرف چھلاوہ کہہ رہا تھا۔

"جگہ اور وقت نوٹ کرو انسپکٹر جمشید"۔

# دکھتی رگ

"ایک منٹ"۔ انہوں نے اس سے کہا اور پھر ریسیور پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے۔

"لیجئے صاحبان... اس طرف چھلاوہ موجود ہے... وہ کیسٹ کے لیے رقم طلب کر رہا ہے... جگہ اور وقت بتانا چاہتا ہے"۔

"ٹھیک ہے... آپ اس سے طے کر لیں... کوئی اعتراض نہیں... حکومت اس کیسٹ کے لیے رقم خرچ کرے گی"۔

"لیکن سر... یہ سوچ لیں... اس بات کا بھی امکان ہے کہ اس کیسٹ میں کچھ بھی نہ ہو... اور اس بات کا بھی امکان ہے کہ چھلاوہ ں کیسٹ کی بجائے کوئی دوسری کیسٹ ہمیں تھما دے... کیونکہ ن ال اس کیسٹ میں نظر تو کچھ بھی نہیں آ سکا"۔

"کوئی بات نہیں... حکومت یہ خرچ برداشت کرے گی"۔ نائب صدر بولے۔

"بہت بہت شکریہ"۔

اور پھر انہوں نے ہاتھ ہٹا لیا۔



"ہاں مسٹر چھلاوے... فرمائیں... آپ کیا چاہتے ہیں"۔

"پروفیسر داؤد کو رقم دے کر شمالی پہاڑیوں پر بھیج دیں"۔

"کیا!!!" وہ چلائے۔

"ہاں! آپ اس قدر کیوں چلائے ہیں... میں نے تمہاری پارٹی کا کمزور ترین آدمی بلایا ہے... میں جانتا ہوں... وہ لڑ بھڑ نہیں سکتے"۔

"او کے... اور وقت بتائیے"۔

"اب سے صرف بیس منٹ بعد اور اگر کسی اور نے ساتھ آنے کی کوشش کی... کوئی چال چلنے کی کوشش کی گئی... تو پھر میں کیسٹ کو آگ لگا دوں گا... آگ لگانے کا سامان میں ساتھ لایا ہوں... آگ پہلے ہی روشن ہو گی"۔

"اچھی بات ہے... پروفیسر آ رہے ہیں... لیکن تم نے وقت بہت کم دیا ہے... ابھی تو ہم نے رقم کا انتظام بھی نہیں کیا"۔

"رقم کے انتظام کے لیے مزید دس منٹ دیتا ہوں... آدھ گھنٹے تک اگر پروفیسر نہ آئے تو میں کیسٹ شلوجستان کی حکومت کے حوالے کر دوں گا... اور شلوجستان کی حکومت مجھے اس کیسٹ کی کہیں زیادہ قیمت دے گی... اس لیے کہ اس حکومت کو معلوم ہے... کیسٹ میں کیا ہے"۔

"اچھی بات ہے... پروفیسر آدھ گھنٹے تک وہاں ہوں گے... لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے... کہ اس صورت میں تم شلوجستان

سے سودا کیوں نہیں کر رہے... جب کہ وہاں سے زیادہ رقم مل سکتی ہے"۔

"نہیں... مجھے اپنے ملک سے اتنی محبت ضرور ہے... کہ میں کوئی راز دشمن ملک کو فروخت نہیں کر سکتا"۔

"اوہ... تب تم... ہمارے لیے اربانی شاہ سے بہتر ہو... اچھا شکریہ"۔

انہوں نے جھنگو جلدی جلدی سب کو بتائی... آفیسر اسی وقت حرکت میں آ گئے اور پروفیسر جانے کی تیاری کرنے لگے... دس منٹ بعد وہ وہاں سے ایک کار میں روانہ ہوئے... کار بھی وہ خود ہی چلا رہے تھے... اور ان کے پاس کار میں ایک بریف کیس میں موجود تھی"۔

شمالی پہاڑیوں میں پہنچ کر وہ کار سے اتر آئے... ایک طرف انہیں آگ جلتی نظر آئی... رات کا آخری پہر تھا... وہ ٹارچ ساتھ نہ لائے ہوتے تو اس راستے پر سفر بہت مشکل ہو جاتا... ٹارچ کی روشنی میں وہ آگ کی طرف بڑھتے چلے گئے... یہاں تک کہ اس کے نزدیک پہنچ گئے... ایسے میں ایک سرد آواز سنائی دی۔

"پروفیسر! وہیں ٹھہر جاؤ... بریف کیس کھول کر دکھاؤ"۔

"میں کیوں کھول کر دکھاؤں... تم خود کھول کر دیکھ لو"۔

"نہیں... تم کھول کر ٹارچ کی روشنی میں نوٹ گن کر دکھاؤ۔



میں کسی قسم کی دھوکا بازی نہیں چلنے دوں گا"۔

"کمزور ترین آدمی کو بلا کر بھی تم یہ کہہ رہے ہو... دور دور تک دیکھ لو... کوئی اور نہیں آیا میرے ساتھ"۔

"وہ میں دیکھ چکا ہوں"۔

"اچھی بات ہے... لیکن میں ایسا بیٹھ کر کر سکوں گا"۔

اور آپ کو بیٹھنے سے روکا کس نے ہے"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ اکڑوں بیٹھ گئے... ٹارچ کی روشنی میں انہوں نے بریف کیس کھول ڈالا اور اس میں سے نوٹوں کی گڈیاں نکال نکال کر اسے دکھاتے اور گنتے چلے گئے... جب رقم پوری ہو گئی تو بولے۔

"ہاں! اب بتاؤ... اب مطمئن ہو گیا تمہارا؟"

"بالکل ہو گیا... رقم یہاں چھوڑ کر دس قدم پیچھے ہٹ جائیں... میں کیسٹ اچھالوں گا... آپ دبوچ لیجئے گا"۔

"وہ تو ٹھیک ہے... میرے دوست... لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ... کیسٹ وہی ہے... جو تم نے ان لوگوں سے چھینی تھی"۔

"آپ فکر نہ کریں... اگر دھوکا کرنا ہوتا تو پھر میں یہ کیسٹ شاہجستان کو بیچتا... شاہجستان کی حکومت اگر اس کیسٹ کے لیے اربانی شاہ کو حرکت میں لا سکتی ہے... تو یہ ضرور ان کے لیے بہت اہم ہے"۔

"مہربانی فرما کر ایک بات اور بتا دو... ہماری الجھن دور ہو جائے گی"۔

"اور وہ کیا؟"

"اربانی شاہ کو تو کیسٹ کے بارے میں شلوجستان کی حکومت نے بتایا تھا... تمہیں کیسے معلوم ہو گیا"۔

"افسوس! میں یہ نہیں بتا سکتا... اس لیے کہ اگر میں یہ بات بتا دوں گا تو میں گرفتار کر لیا جاؤں گا... اور یہ کون چاہے گا کہ اتنی رقم ملنے کے بعد وہ گرفتار ہو جائے"۔

"اچھا... اتنا بتا دو... فوڈا کے پاس کیسٹ کیسے پہنچی"۔

"یہ بات مجھے معلوم نہیں ہے"۔

"تم درمیان میں کہاں سے ٹپک پڑے تھے"۔

"یہ بتانے میں اور یہ بتانے میں کوئی فرق نہیں کہ مجھے کیسٹ کے بارے میں کس طرح علم ہو گیا تھا؟"

"پڑھے لکھے آدمی لگتے ہو... ایسے کام کیوں کرتے ہو"۔

"آہا... تو آپ نے یہ اندازہ لگا لیا کہ میں پڑھا لکھا ہوں... کیوں نہ ہو... آپ بھی تو انسپکٹر جمشید کے ساتھی ہیں"۔

اور وہ ہنس پڑے... پھر بولے۔

"اچھا... اب میں چلتا ہوں... کیسٹ"۔

"ٹھیک ہے پروفیسر... کوئی دھوکا تو نہیں ہو رہا میرے ساتھ"۔



"اگر تم دھوکا نہیں کر رہے تو پھر تمہارے ساتھ بھی دھوکا نہیں ہو رہا... لیکن جرم جرم ہے... وہ چھپ نہیں سکتا"۔

"آپ فکر نہ کریں... میں نہیں پکڑا جاؤں گا"۔

"اوہ اچھا خیر"۔

اور پھر اس نے کیسٹ اچھال دی... انہوں نے دبوچ لی... پھر وہ کار کی طرف چل پڑے... وہ اس شخص کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھ سکے تھے... بریف کیس بھی اس نے ان کے سامنے نہیں اٹھایا تھا... ان کے نیچے اتر آنے کے بعد اٹھایا ہو گا۔

کیسٹ لیے وہ پھر اسی عمارت میں آ گئے... وہاں اب تک سب لوگ موجود تھے... شوکی نے کیسٹ کو اچھی طرح دیکھا بھالا۔

"لگتی تو وہی ہے... لیکن اس طرح کیا پتا چلتا ہے"۔

"اب اس کیسٹ کا معمہ پروفیسر داؤد حل کریں گے"۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

"اوہ ہاں... لیکن اس کے لیے تو مجھے تجربہ گاہ واپس جانا پڑے گا"۔

"ٹھیک ہے... یہاں کام ختم ہو گیا"۔

"کیا کہا جمشید... یہاں کام ختم ہو گیا"۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

"کیوں... آپ کے خیال میں اب کیا کام باقی ہے"۔

"ابھی ہم نے چھلاوے کو گرفتار نہیں کیا... بریف کیس میں

ایک خفیہ آلہ موجود ہے۔۔۔ بریف کیس جہاں بھی ہو گا۔۔۔ ہم وہاں پہنچ سکتے ہیں"۔

"ارے واہ۔۔۔ وہ مارا پھر تو"۔ وہ اچھل پڑے۔

"تو پھر۔۔۔ ابھی چلتے ہیں۔۔۔ پہلے اس شخص کو گرفتار کریں گے۔۔۔ پھر کمرۂ امتحان میں ان دونوں سے باتیں ہوں گی۔۔۔ یعنی ارمانی شاہ سے اور چھلاوے سے"۔

"بہت خوب پروفیسر صاحب۔۔۔ آج تو آپ کمال کر رہے ہیں۔۔۔ چلئے پھر"۔

باقی لوگوں کو رخصت کر دیا گیا۔۔۔ کیٹ اب انسپکٹر جمشید کے قبضے میں تھی۔۔۔ ارمانی شاہ کو کڑی نگرانی میں دفتر پہنچا دیا گیا۔۔۔ اب وہ پروفیسر صاحب کے ساتھ روانہ ہوئے۔۔۔ ان کے پاس اس آلے کا دوسرا حصہ تھا۔۔۔ وہ آلہ اشارہ دے رہا تھا۔۔۔ بے آواز اشارہ۔۔۔ وہ اس کے تحت روانہ ہوئے۔۔۔ انہیں پندرہ منٹ تک سفر کرنا پڑا۔۔۔ پھر اشارے کا رخ تبدیل ہوتا نظر آیا۔۔۔ اس طرح انہیں کئی موڑ کاٹنے پڑے۔۔۔ آخر ایک مکان کے سامنے رکتے ہوئے پروفیسر بولے۔

"وہ شخص۔۔۔ یا بریف کیس اس مکان میں ہے"۔

"بہت خوب پروفیسر صاحب۔۔۔ مزا آ گیا"۔ وہ بولے۔

نیچے اتر کر محمود نے دستک دی۔۔۔ ایک منٹ بعد دروازہ کھلا۔ پھر وہ شخص بہت زور سے اچھلا۔



"اتنی رات گئے آپ جاگ رہے ہیں جناب"۔ انسپکٹر جمشید طنزیہ لہجے میں بولے۔

"آپ۔۔۔ آپ یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"بس۔۔۔ کیا کریں۔۔۔ چلئے اندر"۔

وہ اسے اندر لے آئے۔۔۔ اب وہ بری طرح خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔ وہ نقدی کہاں ہے"۔

"میرے بیڈ کے نیچے موجود ہے۔۔۔ لیکن آپ لوگ یہاں کس طرح پہنچ گئے"۔

"یہ بات بتانے والی نہیں' تم اب یہ بتاؤ۔۔۔ کیٹ کے بارے میں کس طرح معلوم ہو گیا تھا"۔

"افسوس! میں اس رقم سے عیش نہیں کر سکا"۔

"جرم کے ذریعے کمائی جانے والی دولت سے کوئی عیش نہیں کر سکتا۔۔۔ اگر کوئی کر لے تو وہ عیش بہت مہنگی پڑتی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کیا کہا۔۔۔ انکل۔۔۔ مہنگی عیش"۔ آفتاب نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا۔۔۔ تمہیں کیا ہوا؟" وہ اس کی طرف مڑے۔

"میرا مطلب ہے۔۔۔ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"حد ہو گئی... اب لوگ میری نقل کرنے لگ گئے"۔ فاروق نے بھنا کر کہا۔

"میرا خیال ہے... ان صاحب کو دفتر لے چلتے ہیں... وہیں باتیں ہوں گی"۔

"چلو یہ ٹھیک رہے گا"۔

چارپائی کے نیچے سے انہیں رقم مل گئی... وہ اسے بھی دفتر لے آئے... اور کمرۂ امتحان میں داخل ہوئے... وہاں پہلے ہی ارباب شاہ موجود تھا... جونہی ارباب شاہ نے چھلاوے کو دیکھا... اچھل پڑا۔

"یہ... یہ... یہ کیا؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں... کیا آپ اسے جانتے ہیں؟"

"جانتا ہوں کیا... یہ میرے دفتر میں ملازم ہے... میرا اسسٹنٹ"۔

"اوہ... اسی لیے اسے پیکٹ کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا... یہ کسی طرح آپ کی باتیں سنتا رہتا تھا... اس نے پیکٹ کے بارے میں آپ کو حکم دیتے سن لیا اور خود بھی حرکت میں آ گیا... غالباً" یہ اپنی گذشتہ زندگی میں جرائم پیشہ رہا ہے... اس کا نام کیا ہے' ریکارڈ میں سے اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ مل جائے گا۔

"رشید لودھی"۔ اس نے فوراً کہا۔

"خیر... چھلاوے والی الجھن تو ہو گئی رفع... رہ گیا آپ کا معاملہ... اب آپ بتائیں... آپ کو فونڈا اور پیکٹ کے بارے میں



کس طرح علم ہوا؟"

"نہیں بتا سکتا"۔ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے... شاوجستان کی حکومت نے براہ راست آپ کو یہ ہدایت دی تھی... میں غلط تو نہیں کہہ رہا"۔

"نہیں بتا سکتا"۔

"دیکھئے... آپ بڑے آدمی ہیں... ہمیں سختی پر مجبور نہ کریں... ورنہ کل اخبارات میں یہ خبر لگی ہو گی... ملک کا وزیر داخلہ غدار نکلا... کمرۂ امتحان میں اس نے شاوجستان کا ایجنٹ ہونے کا اقرار کر لیا... وغیرہ"۔

"نن نہیں... نہیں"۔ وہ چلایا تھا۔

"تو پھر بتائیں... کس نے آپ کو پیکٹ اور فونڈا کے بارے میں بتایا تھا"۔

"کہا نا... نہیں بتا سکتا"۔

"کس دیں بھئی انہیں شکنجے میں"۔

"جوتی میں آئے کر لو... تم بھی کیا یاد کرو گے"۔

"آپ کا مطلب ہے... آپ کچھ نہیں بتائیں گے"۔

"اگر میں کچھ بتانے والا ہوتا تو شاوجستان کی حکومت مجھے اپنا ایجنٹ کبھی مقرر نہ کرتی"۔

"ہمت خوب! تب پھر صاف ظاہر ہے... آپ کو اس بارے میں

شاوجستان کی حکومت نے ہی بتایا تھا"۔

"جو جی میں آئے سمجھ لیں... میں زبان سے کچھ نہیں کہوں گا"۔

"آخر کیوں... اس مرحلے پر بتا دینے میں کیا حرج ہے"۔

"اصل میں میں زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا... ہم جیسوں سے یہ عہد لیا جاتا ہے... کہ جان دے دیں گے بتائیں کہ کچھ نہیں... یہ تو آپ کے کاغذات ہاتھ لگ گئے... ورنہ آپ کو میری زبان سے کبھی پتہ نہ چلتا کہ میں کون ہوں"۔

"لیکن ہم اس کیس میں آگے اسی صورت میں بڑھ سکتے ہیں... جب آپ ہمیں بتا دیں کہ شاوجستان میں آپ کو کس نے حکم دیا تھا... یا وہ شخص یہیں ہمارے ملک میں رہتا ہے... اگر آپ بتا دیں گے تو ہم آپ سے نرم سلوک کریں گے' ورنہ آپ پر بہت سختی ہو گی"۔

"کیا نرم سلوک کریں گے... کیا مجھے سرحد پار کر جانے کی اجازت دیں گے"۔

"اتنا تو خیر نہیں کر سکتے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تب پھر؟"

"پھر یہ کہ جیل میں آپ باعزت سزا سے بچ جائیں گے... میں بھی کمی کرا دی جائے گی"۔



"یہ سب جھوٹے وعدے ہیں... جب میں بتا دوں گا... پھر مجھے کوئی نہیں پوچھے گا"۔

"آپ کا جرم اگرچہ اتنا سنگین ہے... کہ آپ کے ساتھ کوئی نرمی کرنے کو جی نہیں چاہتا... پھر بھی میں وعدہ کرتا ہوں کہ... آپ کے ساتھ نرمی کی جائے گی"۔

"نہیں... میں کچھ نہیں بتاؤں گا"۔

"ان کی اچھی طرح تلاشی لی جائے... خودکشی کرنے والی کوئی چیز ان کے پاس نہیں ہونی چاہیے"۔

"لیکن ابا جان! تلاشی تو پہلے ہی لی جا چکی ہے"۔

"بھئی خودکشی کے قابل کسی چیز کو ذہن میں رکھ کر تلاشی لی جائے گی"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"اوہ ہاں! واقعی"۔

اس کی تلاشی لی گئی... لیکن ایسی کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔

"اسے بھوکا پیاسا رکھا جائے... جب تک یہ بتانے پر آمادہ نہ ہو... کھانے پینے کو نہ دیا جائے... دیکھتے ہیں یہ صاحب کتنے سخت ثابت ہوتے ہیں"۔

"آپ لوگ بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں... اگر آپ مجھے رہا کر دیں تو میں یہ بات آپ کو بتا سکتا ہوں"۔ ایسے میں رشید لودھی بول پڑا۔

"کیا مطلب... تم کیا جانتے ہو؟"

"یہی جانتا ہوں... انہیں کون حکم دیتا رہتا ہے"۔

"ارے تو بتاؤ نا... بھئی"۔ وہ اچھل پڑے۔

"نہیں پہلے سودا... میں تسلیم کرتا ہوں... کہ گزشتہ زندگی میں جرائم پیشہ تھا... ایک بہت ہی ماہر جیب کترا تھا... لیکن پھر ایک حادثے کے بعد میں نے پکی اور سچی توبہ کر لی اور ملازمت کی تلاش شروع کر دی... اس طرح دفتر داخلہ میں ٹائپسٹ کی ملازمت مل گئی... ٹائپ میں نے شوقیہ سیکھ رکھی تھی... اور پھر میں ترقی کر کے سٹینو لگ گیا... اس درمیان میں نے کوئی جرم نہیں کیا... ہاں یہ جرم ضرور ہوا ہے کہ میں ایک آلہ کے ذریعے ان کی بات چیت سننے لگا تھا... وہ بھی اس لیے کہ ان پر مجھے شک گزرا تھا... یہ ضرور کوئی جرم کرتے ہیں... آخر میں نے جان لیا کہ یہ شاہجستان کے ایجنٹ ہیں... میں نے سوچا تھا کہ ان کے خلاف ثبوت حاصل کر کے حکومت کے علم میں یہ بات لاؤں گا... ثبوت کے چکر میں فوٹو اور پیکٹ کا ذکر سامنے آیا... اور میرے ذہن میں جراثیم پیدا ہو گئے کہ یہ پیکٹ اگر حاصل کر لوں تو ایک بڑی رقم حاصل کر سکتا ہوں... گویا میرا ذہن جب بار پھر جرم کی طرف متوجہ ہو گیا تھا... کاش ایسا نہ ہوتا... یہ ہے میری کہانی... اگر آپ میرا یہ جرم معاف کرا دیں تو میں آپ کو بہت کچھ بتا سکتا ہوں"۔



"لیکن پھر تمہیں وعدہ کرنا ہو گا... کہ آئندہ زندگی میں کبھی کوئی مجرمانہ کام نہیں کرو گے"۔

"ٹھیک ہے... میں وعدہ کرتا ہوں"۔

"چلو پھر بسم اللہ کرو... بتاؤ"۔

"آپ کو میرے ساتھ دفتر چلنا ہو گا... میں ان کے کمرے میں آپ کو بہت کچھ دکھاؤں گا"۔

"نن نہیں... نہیں"۔ اربانی شاہ نے چلا کر کہا۔

"کیا ہوا جناب... چیخ کیوں پڑے"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"دکھتی رگ پر ہاتھ لگ گیا ہے شاید"۔ محمود مسکرایا۔

"اس کا مطلب ہے... ہمیں ان کے دفتر میں جانا ہی ہو گا"۔ فرزانہ نے کہا۔

"بالکل... چلو بھئی"۔

اور پھر وہ اسی وقت اس کے دفتر پہنچے... دفتر کے ساتھ آرام کرنے والے کمرے میں رشید لوھی نے پہلے تو وہ آلہ دکھایا جس کے ذریعے وہ بات چیت سنتا رہتا تھا... پھر ایک الماری کا خفیہ تالہ کھول ڈالا... اندر نظر پڑتے ہی وہ اچھل پڑے۔

ان کی آنکھوں میں حیرت اور خوف دوڑ گیا۔

☆○☆

# پنکھے کا شکنجہ

"اف مالک! یہ۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ یہاں تو بے شمار آلات ہیں۔۔۔ اور ٹرانسمیٹر بھی ہیں۔۔۔ یعنی طویل فاصلے کی بات چیت سننے کے لیے اور سنانے کے لیے"۔

"ہاں جناب! شلوجستان میں کوئی شخص ہے۔۔۔ جانی بھوری۔۔۔ اس شخص کے پیغامات یہ وصول کرتا تھا۔۔۔ اسی نے اسے بتایا تھا کہ ۳۴ جیک روڈ پر ایک شخص فوٹو لگا رہتا ہے۔۔۔ غالباً" کرائے دار ہے۔۔۔ اس شخص کے پاس ایک پیکٹ ہے۔۔۔ جو ابھی ابھی کسی طرح اس کے ہاتھ لگی ہے۔۔۔ وہ پیکٹ ہر حال میں اس سے حاصل کر کے شلوجستان بھجوانا ہے۔۔۔ اس کے بارے میں اس قدر زبردست ہدایات کی گئیں اور ہر قسم کی احتیاط کے لیے کہا گیا کہ میں بھی چونک اٹھا۔۔۔ یہ الفاظ بھی ادا کیے گئے کہ وہ پیکٹ بہت اہم ہے۔۔۔ اس قدر اہم کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے"۔

"لیکن پیکٹ کی نشانی کیا بتائی گئی"۔

"پلاسٹک کور پر خفیہ الفاظ درج ہوں گے۔۔۔ جو پڑھے نہیں جا



سکیں گے۔۔۔ بس اتنی بات بتائی تھی"۔

"پلاسٹک کور۔۔۔ ارے باپ رے۔۔۔ وہ تو میں نے نواب خانو صاحب کی ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا تھا"۔

"جاؤ۔۔۔ دوڑ لگا دو۔۔۔ وہ کور بہت اہم ہیں"۔

محمود، فاروق اور فرزانہ نے اسی وقت باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔۔۔ باقی لوگ وہیں ٹھہرے رہے۔۔۔ انسپکٹر جمشید نے رشید لودھی کی طرف دیکھا۔

"ہاں تو اور کیا بتایا تھا جانی بھوری نے اس غدار کو"۔

"میں غدار نہیں"۔ اریانی شاہ نے جھلا کر کہا۔

"کیا کہا۔۔۔ تم غدار نہیں"۔ وہ چونک کر بولے۔

"ہاں۔۔۔ بالکل نہیں"۔

"حیرت ہے۔۔۔ آخر کیسے تم غدار نہیں"۔

"جب تم لوگ کسی کو ٹریننگ دے کر شلوجستان یا کسی دوسرے ملک میں جاسوسی کے لیے بھیجتے ہو۔۔۔ تو شلوجستان میں اگر وہ پکڑا جائے تو وہاں اسے غداری کی سزا دی جاتی ہے۔۔۔ کیا آپ کے نزدیک وہ غدار ہے؟"

"نہیں! ہمارے نزدیک تو وہ اپنے ملک کا وفادار ہوتا ہے"۔

"بہت خوب! تب پھر میں بھی اپنے ملک کا وفادار ہوں"۔

"کیا مطلب۔۔۔ کیا تم ہندو ہو؟" انسپکٹر جمشید چلائے۔

"ہاں بالکل۔۔۔ میں ہندو ہوں اور ابھی بہت کم عمر تھا جب میرے ملک نے ٹریننگ دے کر مجھے ادھر بھیج دیا تھا۔۔۔ اور پھر میں یہاں کا شہری بن گیا۔۔۔ یہاں کے دفتر داخلہ میں ملازمت کر لی۔۔۔ ترقی کرتے کرتے میں ایک مشہور آدمی بن گیا۔۔۔ پھر میں نے الیکشن میں حصہ لیا اور کامیاب ہو گیا۔۔۔ کیونکہ لوگوں سے بہت ہمدردی سے پیش آتا تھا۔۔۔ لوگوں کے خوب کام کرتا تھا۔۔۔ اس طرح میں ایک بہت ہمدرد انسان کے طور پر ابھرتا چلا گیا۔۔۔ اور جب الیکشن لڑا تو لوگوں نے مجھے دھڑا دھڑ ووٹ دیئے۔۔۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ وہ مسلمان کے بھیس میں ایک ہندو کو ووٹ دے رہے ہیں۔۔۔ اس طرح میں صوبائی وزیر بنا پھر وفاقی وزیر بن گیا اور آخر میں وزیر داخلہ بن گیا۔۔۔ یہ ہے میری کہانی"۔

"اور جانی بھوری والی بات بھی درست ہے؟"

"ہاں! اب میں کیا کروں گا چھپا کر۔۔۔ آپ کو تمام باتوں کا پتہ چل ہی گیا ہے"۔

"بہت خوب! اس کا مطلب ہے۔۔۔ اب ہمیں اس پیکٹ کا راز جاننے کے لیے جانی بھوری سے ملنا ہو گا"۔

"نہ۔۔۔ نہ۔۔۔ یہ کوشش ہرگز نہ کریں۔۔۔ جانی بھوری شاوجستان کا ہوا ہے"۔ اریانی شاہ نے بوکھلا کر کہا۔

"لیکن تمہیں خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت پیش آ گئی ہے۔ وہاں جائیں گے ہم۔۔۔ خوف تم کھا رہے ہو"۔ خان رحمان نے حیران



ہو کر کہا۔

"میں نے ایک بات سوچی ہے۔۔۔ اگر آپ پسند کریں"۔ اس نے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"آج سے میں آپ کا جاسوس بن جاتا ہوں۔۔۔ جانی بھوری سے راز معلوم کر کے آپ کو بتا دیا کروں گا۔۔۔ آپ مجھے آزاد رہنے دیں"۔

"نہیں۔۔۔ ہم آستین کے سانپوں پر بھروسہ نہیں کرتے۔۔۔ ہم خود شاوجستان جائیں گے اور جانی بھوری سے ملاقات کریں گے۔۔۔ ہم اس سے پوچھیں گے۔۔۔ اس پیکٹ کا راز کیا ہے۔۔۔ وہ یا اس کی حکومت کیوں ہر قیمت پر وہ پیکٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

عین اس لمحے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔۔۔ وہ چونک اٹھے۔

"لو بھئی بات کرو۔۔۔ لیکن ابھی یہ ظاہر نہ کرنا کہ تم پکڑے گئے ہو۔۔۔ ورنہ بھیجا اڑ جائے گا"۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے جیب سے پستول نکال لیا اور اس کے دماغ کا نشانہ لے لیا۔

"ہم۔۔۔ میں بات نہیں کرنا چاہتا"۔

"تم صرف اس کا پیغام سنو گے۔۔۔ یا اس کے سوال کا جواب دو گے اور بس"۔ وہ سرد آواز میں بولے۔

"جی بہتر"۔ اس نے کانپ کر کہا۔۔۔ اور الماری کے نزدیک آ گیا۔۔۔ اس نے سیٹ آن کیا اور بولا۔

"ارباني شاه اس طرف موجود ہے"۔

"پیکٹ کا کیا بنا؟"

انسپکٹر جمشید نے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور حلق سے اس کی آواز نکالی۔

"پیکٹ حاصل کر لیا ہے"۔

"پلاسٹک کور پر خفیہ الفاظ موجود ہیں"۔

"یس سر"۔ وہ بولے۔

"بہت خوب... یہ پیکٹ مجھے بھیج دو... لیکن بہت احتیاط کی ضرورت ہے... پیکٹ بہت زیادہ اہم ہے"۔

"آپ فکر نہ کریں سر"۔

"او کے"۔ اور اس کے ساتھ ہی سلسلہ بند ہو گیا۔

انہوں نے بھی سیٹ آف کیا اور اس کی طرف مڑے۔

"مسٹر ارباني شاہ... اب جب کہ ہمیں یہ تمام باتیں معلوم ہو گئی ہیں... تو آپ اتنا اور بتا دیں... جانی بھوری کون ہے... اس کا عمدہ کیا ہے اور ہم اس سے کہاں ملاقات کر سکتے ہیں"۔

"سوری! میں اب بھی اپنے ملک کا وفادار ہوں... نہیں بتاؤں گا"۔

"اچھی بات ہے... اب آپ کو شکنجے میں کسنا پڑے گا"۔

"ضرور کس لیں... بندہ نہیں بولے گا"۔



اسے کمرۂ امتحان میں پھر لایا گیا... پہلے شکنجے میں کسا گیا... اور بٹن دبایا گیا... اس کی چیخیں بلند ہوتی چلی گئیں... پھر آہستہ ہونے لگیں... یہاں تک کہ بالکل بند ہو گئیں... اور وہ مکمل طور پر بے ہوش ہو گیا... گویا پہلا مقابلہ وہ جیت گیا تھا... اس نے زبان نہیں کھولی تھی... اب اسے ہوش میں لایا گیا... تو اس نے مسکرا کر دیکھا۔

"ہار گئے نا انسپکٹر"۔

"ہاں! پہلا مقابلہ تم جیت گئے"۔

"میں یہ سب مقابلے جیتوں گا"۔

"دیکھتے ہیں بھئی"۔ انہوں نے کہا اور اسے دوسرے شکنجے میں کسنے کا اشارہ کیا... اس شکنجے میں اس کی حالت غیر ہو گئی... لیکن اس نے منہ پھر بھی نہ کھولا... ایک بار پھر اسے ہوش میں لایا گیا۔

"ہار گئے نا آپ"۔ وہ ہنسا۔

"ہاں! دوسرا راؤنڈ بھی آپ جیت گئے... اب تیسرے کی باری ہے"۔

"کوئی پروا نہیں"۔

"خیر کوئی بات نہیں... ہمیں بھی کوئی پروا نہیں... اس کا سراغ بہرحال ہم لگا ہی لیں گے"۔ انہوں نے کہا اور تیسرے شکنجے میں کسنے کا اشارہ کیا... تیسرے شکنجے میں اس کا پورا بدن کمان کی طرح مڑ گیا... اور اس کے منہ سے جھاگ بہنے لگا... لیکن اس نے زبان پھر بھی نہ

کھولی۔۔۔ آخر اسے نکال لیا گیا۔۔۔ ہوش میں آنے پر اس نے پھر ہنس کر کہا۔

"بس۔۔۔ ہار گئے تیسرا مقابلہ بھی"۔

"ہاں! لیکن اب میں ایک نیا مقابلہ شروع کروں گا۔۔۔ اس کے بعد تم خود چیخ چیخ کر بولو گے۔۔۔ میں بتانے کے لیے تیار ہوں۔۔۔ میں بتانے کے لیے تیار ہوں"۔

"ایسا نہیں ہو گا۔۔۔ اس بات کو نوٹ کر لیں"۔

"او کے۔۔۔ اسے ایک الگ کمرے میں لے چلو بھئی"۔

اور پھر اس کمرے کے فرش پر اسے لٹا دیا گیا۔۔۔ اس طرح کہ وہ ہل جل بھی نہ سکے۔۔۔ یعنی اس کے ہاتھ پاؤں اس طرح باندھے گئے کہ وہ ہل جل بھی نہ سکتا تھا"۔

"یہ۔۔۔ یہ تم کیا کرنے جا رہے ہو انسپکٹر جمشید"۔ اس نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"بس دیکھتے جاؤ"۔

اور پھر چھت پر لگا ہوا پنکھا چلا دیا گیا۔۔۔ سخت سردی کا موسم تھا۔۔۔ پنکھا جب چلا تو کمرے میں یک دم سردی اور بڑھ گئی۔

"یہ۔۔۔ یہ تم کیا کر رہے ہو"۔

"کچھ نہیں۔۔۔ شنجوں میں تمہارا جسم بہت گرم ہو گیا تھا۔ اسے ٹھنڈا کرنے کے لیے ایسا کیا ہے"۔



"بند کرو۔۔۔ پنکھا بند کرو۔۔۔ مجھے سردی لگ رہی ہے"۔

"تو کیا ہوا۔۔۔ تم تو وہ ہو۔۔۔ جو تین تین شنجوں میں کسے گئے اور زبان پھر بھی نہیں کھولی' اب تو صرف تمہارے اوپر یہ پنکھا چل رہا ہے۔۔۔ گرمیوں میں جس کی شدید ضرورت ہوتی ہے"۔

"ارے تو گرمیوں میں ہوتی ہے نا۔۔۔ سردیوں میں تو نہیں ہوتی۔۔۔ اور آج کل سردیاں ہیں۔۔۔ تمہیں اتنا بھی نہیں معلوم"۔

"نہیں معلوم"۔ وہ بولے۔

"خدا کے لیے پنکھا بند کرا دو"۔

"اس کی صرف ایک شرط ہے۔۔۔ سوالات کے جوابات دے دو"۔

"نہیں نہیں۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا"۔

"تو پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ پنکھا بند کر دیا جائے"۔

"اف مالک۔۔۔ یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا"۔

"اسی میں۔۔۔ جس میں تم نے خود کو پھنسایا ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"میں کہتا ہوں۔۔۔ پنکھا بند کرو"۔

"بھئی آخر ہو کیا گیا۔۔۔ شنجوں میں تو اتنے نہیں گھبرائے۔۔۔ اور یہاں تمہارا برا حال ہے"۔

"شنجوں کی اور بات ہے۔۔۔ اس پنکھے کی اور بات ہے۔۔۔ شنجے میں تو چاہے مجھے اب بھی کس دیں"۔

"ہرگز نہیں... اب اس شکنجے کا مزا چکھو"۔

"یہ... یہ شکنجہ کب ہے... یہ تو پنکھا ہے"۔

"ہاں! یہ پنکھے کا شکنجہ ہے"۔

وہ ایک طرف ہو گئے... کیونکہ انہیں بھی سردی لگنے لگی تھی۔

"اب ہم سے تو سردی برداشت نہیں ہو رہی... جب معاملہ تمہاری برداشت سے باہر ہو جائے... اس وقت ہمیں آواز دے دینا"۔

"نن نہیں... نہیں"۔ وہ مارے خوف کے چلائے۔

دوسرے حیران تھے کہ جو شخص تین شکنجوں کی تکلیف کو برداشت کر گیا... وہ پنکھے کی سرد ہوا سے خوف کھا رہا تھا"۔

وہ کمرے سے نکل آئے اور دوسرے کمرے میں آ بیٹھے... ایسے میں انہیں اچانک خیال آیا

"ارے... محمود' فاروق اور فرزانہ اب تک نہیں لوٹے... کہیں نواب خالو نے تو انہیں نہیں روک لیا... انسپکٹر کاشان... آپ کا نمبر معلوم ہو گا... ذرا فون کریں انہیں"۔

"جی اچھا"۔ اس نے کہا اور حویلی کے نمبر ملانے لگا... جلد ہی سلسلہ مل گیا۔

"نواب خالو بات کر رہا ہوں"۔

"اور یہ میں ہوں نواب صاحب"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بالکل غلط... نواب صاحب تو میں ہوں"۔ وہ بھنا کر بولے۔



"اوہ... آپ غلط سمجھے... میں نے آپ کو ہی نواب صاحب کہا ہے"۔

"اچھا... مجھے ہی کہا ہے... تب تو بہت بہت شکریہ"۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

"یہاں آپ کی طرف محمود' فاروق اور فرزانہ کو بھیجا تھا... وہ یہاں پہنچے... یا نہیں"۔

"جی نہیں تو... وہ تو ادھر نہیں آئے"۔

"کیا کہا... نہیں آئے"۔ وہ چونک اٹھے۔

"بالکل نہیں"۔ وہ بولے۔

"اوہ... اچھا... اگر آ جائیں تو آپ ذرا فون کر دیجئے گا... ہم لوگ اس وقت آئی جی کے دفتر میں ہیں"۔

"بہت اچھا"۔

فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے... ان کی پیشانی پر پسینے کے قطرے تھے۔

"وہ تینوں وہاں نہیں پہنچ سکے... جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ راستے میں کسی اور چکر کا شکار ہو گئے... مطلب یہ کہ شاید انہیں اغوا کر لیا گیا ہے"۔

"نن نہیں"۔ پروفیسر داؤد ہکلائے۔

"میرا خیال ہے... اب ہمیں حرکت میں آ جانا چاہیے... انسپکٹر

کاشان آپ یہیں ٹھہریں گے... اور انوار صاحب آپ بھی... اگر یہ شخص کچھ بتانے پر آمادہ ہو جائے تو آپ صرف اتنا کریں گے کہ پنکھا بند کر دیں... پنکھا بند ہونے پر جو کچھ بتائے نوٹ کر لیں... خاص طور پر اس سے معلوم کرنا ہے کہ جانی بھوری کون ہے... اس کا اصل نام کیا ہے... اور وہ ہمیں کہاں ملے گا"۔

"کیا مطلب... کیا آپ کے خیال میں یہ اس کا اصل نام نہیں ہے؟"

"خیال یہی ہے... کہ یہ فرضی نام ہے"۔

"اوہ اچھا... خیر... آپ لوگ جائیں... ہم دیکھ لیں گے"۔

وہ باہر نکل آئے... اور حویلی کی طرف روانہ ہوئے... راستے میں وہ بغور دیکھتے جا رہے تھے... دن نکلنے کے قریب تھا... گویا مصیبتوں بھری رات ختم ہو رہی تھی اور نیا سورج طلوع ہونے کے قریب تھا... سڑک کا جائزہ لیتے ہوئے آخرکار وہ حویلی تک پہنچ گئے... محمود' فاروق اور فرزانہ کا درمیان میں کہیں کوئی سراغ نہیں لگ سکا تھا... وہ گاڑی سے اتر آئے... انسپکٹر جمشید نے دستک دی... ایک نشانے باز نے دروازہ کھولا اور انہیں دیکھ کر چونک اٹھا۔

"یہ... آپ ہیں؟"

"ہاں! یہاں محمود' فاروق اور فرزانہ نہیں پہنچے"۔

"جی نہیں... نواب صاحب نے بھی ہم سے پوچھا تھا... جب



آپ کا فون آیا تھا"۔

"اچھا خیر... پہلے آپ ہمیں اس کمرے میں لے چلیں... جس میں ان لوگوں نے پناہ لی تھی... اور کیسٹ وی سی آر میں لگائی تھی"۔

"اچھی بات ہے... آئیں"۔

وہ انہیں اندر کی طرف لے چلا' اسی وقت سامنے سے نواب صاحب آتے نظر آئے"۔

"اوہ آپ لوگ... کیا پھر کچھ چکر شروع ہو گیا ہے؟"

"چکر ختم کب ہوا ہے نواب صاحب"۔

"محمود' فاروق اور فرزانہ کو آپ نے ادھر کس لیے بھیجا تھا؟"

"ایک کام سے... کیسٹ پر جو کاغذ اور پلاسٹک کور چڑھایا گیا تھا... ہمیں اس کی ضرورت ہے... اور وہ یہیں ردی کی ٹوکری میں ہو گا"۔

"اوہ ہاں! اس وقت تک تو ضرور ہو گا... لیکن ایک گھنٹے بعد اگر آپ آتے تو پھر شاید وہ نہ ملتا... اس لیے کہ صفائی کرنے والی صبح سویرے آ جاتی ہے"۔

"ٹھیک ہے... ہمیں اس کمرے تک لے چلیں"۔

وہ سب اس کمرے میں آئے... ردی کی ٹوکری میں کاغذ اور پلاسٹک کور کے ٹکڑے جوں کے توں موجود تھے... انسپکٹر جمشید نے پلاسٹک کور کو بغور دیکھا... اس کے ایک کونے پر کچھ حروف لکھے گئے

تھے... لیکن ہاتھ سے نہیں... کسی مشین سے... لیکن وہ حروف ان کی سمجھ میں نہ آ سکے... کاغذ پر کچھ بھی نہیں لکھا گیا تھا... تاہم انہوں نے کاغذ کو بھی احتیاط سے رکھ لیا... اور باہر کی طرف مڑ گئے۔

"شکریہ نواب صاحب... اب ہم چلتے ہیں"۔

"بس... صرف اس کے لیے آئے تھے آپ لوگ؟" ان کے لہجے میں حیرت تھی"۔

"جی ہاں! بس ان کے لیے"۔ وہ مسکرائے... لیکن ان کی مسکراہٹ بجھی بجھی تھی... کیونکہ محمود' فاروق اور فرزانہ کا اب تک کوئی پتا نہیں چلا تھا۔

باہر نکلنے پر وہ اپنی گاڑی میں آ بیٹھے۔

"جمشید! خیر تو ہے... پہلے تو تم محمود' فاروق اور فرزانہ کے لیے کبھی اتنے پریشان نہیں ہوتے تھے... غائب تو وہ اکثر ہو جاتے ہیں"۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

"ہاں پروفیسر صاحب... اس کی وجہ ہے... اور وہ یہ کہ یہ کیس مجھے پریشان کر رہا ہے... ہم ابھی تک اس کیسٹ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے"۔

"وہ اب ہم معلوم کر لیں گے... تم فکر نہ کرو"۔ پروفیسر مسکرائے۔

"کیسے... پروفیسر صاحب؟"۔



"بھئی سیدھی سی بات ہے... میں کیسٹ پر کام شروع کر رہا ہوں... اور تم ان خفیہ حروف کو پڑھوانے کی کوشش کرو... لیکن تمہارے دوست تو دارالحکومت میں ہوں گے"۔

"تو کیا ہوا... میں ان حروف کی نقل ابھی انہیں فیکس کر دیتا ہوں"۔ وہ مسکرائے۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

انہوں نے اسی وقت دفتر سے اپنے دوست کو فیکس کر دیا اور درخواست کی کہ ان حروف کا مطلب تحریر کر کے انہیں بذریعہ فیکس ارسال کر دیا جائے... ادھر پروفیسر صاحب اس کیسٹ کو لے کر اپنے تجربات میں گم ہو گئے... کچھ ضروری چیزیں تو ہر وقت ان کے بیگ میں ان کے ساتھ ہوتی تھیں... کچھ چیزیں انہوں نے انسپکٹر کاشان کے ذریعے منگوا لیں۔

اب دن پوری طرح روشن ہو چکا تھا... لیکن محمود' فاروق اور فرزانہ کی طرف سے اب تک کوئی اطلاع نہیں مل سکی تھی... ایک گھنٹے بعد خفیہ تحریروں کے ماہر کی طرف سے رپورٹ مل گئی... انہوں نے لکھا تھا۔

"یہ الفاظ قطعاً سمجھ میں نہیں آئے... لیکن ان پر کام جاری ہے... اور بہت سے ماہرین کو ان پر غور کرنے کے لیے بلایا گیا ہے... دیکھیں کیا نتیجہ نکلتا ہے"۔

وہ اور پریشان ہو گئے۔۔۔ پروفیسر داؤد کے پاس پہنچے۔۔۔ اس رپورٹ کی خبر انہیں سنائی تو ان کے چہرے پر الجھن پیدا ہو گئی۔

"اور آپ کہاں تک پہنچے؟"

"کہیں بھی نہیں جمشید۔۔۔ یہ کیسٹ تو بالکل خالی ہے۔۔۔ میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔۔۔ کسی نے اس کیسٹ کا ہوا کھڑا کر لیا ہے۔۔۔ تاکہ اس کی قیمت بڑھتی چلی جائے۔۔۔ بڑھتی چلی جائے۔۔۔ اور آخر میں اس کو بہت زیادہ دولت لے کر فروخت کرے"۔

"لیکن کوئی اس چیز کو بغیر کسی ثبوت کے کس طرح فروخت کر سکتا ہے"۔ انہوں نے اعتراض کیا۔

"تب پھر جمشید۔۔۔ تم خود بتاؤ۔۔۔ آخر اس میں کیا ہے؟"

"میرا ایک آئیڈیا ہے پروفیسر صاحب۔۔۔ آپ خان رحمان کے ساتھ ٹی وی کے سامنے بیٹھ جائیں۔۔۔ وی سی آر میں کیسٹ لگا دیں۔۔۔ اور مختلف رنگوں کی عینکوں کے ذریعے اس کو دیکھتے رہیں۔۔۔ شاید کسی خاص رنگ کی عینک کے ذریعے اس فلم کو دیکھا جا سکے"۔

"میں اس نظریے پر بھی کام شروع کر دیتا ہوں۔۔۔ تم فکر نہ کرو۔۔۔ اور محمود، فاروق اور فرزانہ کے لیے کچھ کرو"۔

"اب دن نکل آیا ہے۔۔۔ اب ان کی تلاش آسان ہو گی"۔

"کیا مطلب۔۔۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے"۔ خان رحمان نے چونک کر کہا۔



"رات کے وقت سڑک پر باریک چیز نظر نہیں آتی۔۔۔ اب اگر فاروق نے کہیں پاؤڈر کے ذرات گرائے ہوں گے تو وہ رات کو نظر نہیں آ سکتے تھے۔۔۔ اب آسانی سے نظر آ جائیں گے۔۔۔ یا ان میں سے کسی نے کوئی اور چیز اگر گرائی ہو گی تو وہ بھی نظر آ جائے گی۔۔۔ ویسے میرا خیال یہی ہے کہ انہیں اغوا کر لیا گیا ہے"۔

"لیکن کس نے۔۔۔ اس چکر کا باس گرفتار ہو چکا۔۔۔ چھلاوہ بھی پکڑا گیا۔۔۔ ان حالات میں اور کون ہے جو انہیں اغوا کرتا"۔

"ہو سکتا ہے۔۔۔ اس پیکٹ کا جال دور تک پھیلا ہوا ہو۔۔۔ باس کے کچھ اور ساتھی ہوں۔۔۔ جنہوں نے یہ انتقامی کارروائی کی ہو"۔

"اوہ ہاں! اس بات کا زبردست امکان ہے"۔

عین اس وقت دفتر کا ایک ملازم تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف آیا۔

"سر۔۔۔ آئی جی کے کمرے میں رکھے فون پر کوئی آپ سے بات کرنا چاہتا ہے"۔

"لیجئے۔۔۔ شاید کوئی پیغام ان کی طرف سے آ گیا"۔

"اللہ کرے۔۔۔ جلد سراغ مل جائے"۔

"آمین"۔ وہ اور خان رحمان بولے۔

پھر انسپکٹر جمشید انوار عالم کے کمرے میں داخل ہوئے۔۔۔ اور ریسیور اٹھا کر بولے۔

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"اوہ! یہ آپ ہیں انسپکٹر صاحب۔۔۔ بہت خوب۔۔۔ آپ کے تینوں بچے اس وقت ہمارے قبضے میں ہیں"۔

"لیکن یہ کیسے ہو گیا۔۔۔ وہ آپ کے قابو میں کیسے آ گئے؟" انہوں نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"وہ اس طرح کہ آپ ہمیں نہیں جانتے"۔

"اچھا خیر۔۔۔ فرمایئے۔۔۔ کیا حکم ہے"۔

"ایک بچے کے بدلے میں ہمیں ایرانی شاہ چاہیں۔۔۔ دوسرے بچے کے بدلے میں وہ کیسٹ۔۔۔ تیسرا بچہ آپ کو صحیح سلامت دے دیں گے۔۔۔ آپ بھی کیا یاد کریں گے۔۔۔ کیا کسی رئیس سے ملاقات ہوئی ہے"۔

"بہت خوب! تاوان کہاں اور کیسے ہو گا"۔ انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

"پہلے تو یہ معلوم کرنا تھا کہ آپ تیار ہیں یا نہیں"۔

"پہلے طریقہ بتائیں"۔

"جی نہیں۔۔۔ پہلے آپ بتائیں۔۔۔ آپ تیار ہیں یا نہیں"۔

"چلئے ٹھیک ہے۔۔۔ میں تیار ہوں"۔

"لیکن ایک بات لکھ لیں۔۔۔ اور وہ یہ کہ اگر آپ نے دھوکا دینے کی کوشش کی۔۔۔ تو پھر آپ کے بچے زندہ نہیں ملیں گے"۔



"اچھی بات ہے۔۔۔ یہ بات میں نے اپنے ذہن میں لکھ لی ہے"۔

"آدھ گھنٹ تک آپ کو بتا دیں گے"۔

"شکریہ"۔ انہوں نے کہا اور سلسلہ بند ہوتے ہی انہوں نے انسپکٹر کاشان کی طرف دیکھا۔

"فوراً معلوم کریں۔۔۔ یہ فون کہاں سے کیا گیا ہے"۔

انسپکٹر کاشان نے فون کیا۔۔۔ دوسری طرف سے انہوں نے بتایا کہ رابیہ ٹاؤن کے پبلک فون بوتھ نمبر ۳ سے کیا گیا ہے۔

فوراً اس بوتھ کے آس پاس سادہ لباس والے مقرر کر دیں۔۔۔ ٹھیک آدھ گھنٹے بعد جو کوئی اس بوتھ میں داخل ہو۔۔۔ اسے گرفتار کر لیں"۔

"بہت بہتر"۔

"لیکن اس علاقے کے باقی بوتھ بھی نظر میں رکھے جائیں۔۔۔ اور اس وقت سے ٹھیک آدھ گھنٹے بعد جو کوئی فون کرنے آئے۔۔۔ اسے روک لیا جائے۔۔۔ لیکن اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہو۔۔۔ اس لئے کہ وہ کوئی ضرورت مند بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ یعنی اس کیس سے الگ کوئی عام آدمی"۔

"بہت خوب۔۔۔ آپ فکر نہ کریں۔۔۔ پوری احتیاط کی جائے گی"۔

"اور ہاں! اس کا کیا بنا... میرا مطلب ہے... اریانی شاہ کا"۔

"وہ تو بہت بری طرح چیخ اور چلا رہا ہے"۔

"کچھ بتانے پر تیار ہوا یا نہیں"۔

"میرا خیال ہے... ہونے ہی والا ہے"۔

"میں دیکھتا ہوں... آپ یہ انتظامات کریں"۔

وہ اس کمرے کی طرف بڑھے... جس میں اریانی شاہ کو لٹایا گیا تھا... وہ واقعی بری طرح چیخ رہا تھا۔

"میں کہتا ہوں... اس پنکھے کو بند کرو... میرے آس پاس ہیٹر لگاؤ... میرا خون جم چلا ہے... جلدی کرو... جلدی کرو... ارے تم سن ہی نہیں رہے... اچھا... بند کرو... میں جانی بھوری کے بارے میں بتانے کے لیے تیار ہوں"۔

وہ اس کے یہ الفاظ سن کر چونک اٹھے... اور ایک ماتحت کے کان میں بولے۔

"اندر جا کر پنکھا بند کر دیں اور اس سے پوچھیں... کیا وہ واقعی بتانے کے لیے تیار ہے... پھر باہر آ کر مجھے بتائیں"۔

"او کے سر... میں سمجھ گیا"۔ ماتحت نے کہا اور کمرے میں چلا گیا... پہلے اس نے پنکھا بند کیا... پنکھا بند ہونے کی آواز سن کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"ہاں مسٹر اریانی شاہ... تم واقعی بتانے کے لیے تیار ہو... یا پھر



پنکھا چلایا جائے"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا... یعنی میں کہ رہا ہوں کہ میں بتانے کے لیے تیار ہوں... میں اس قدر سردی برداشت نہیں کر سکتا"۔ اس نے چلا کر کہا۔

"بالکل ٹھیک... میں انسپکٹر صاحب کو بلا کر لاتا ہوں"۔

"ہاں ہاں... لے آؤ... لیکن کوئی ہیٹر تو لگا دو... میرا... میرا خون جم گیا ہے"۔

"اچھی بات ہے... ہیٹر بھی لگاتے ہیں"۔

پہلے اس کے پاس ہیٹر لگایا گیا... تب کہیں اس کی جان میں جان آئی... پھر انسپکٹر جمشید اندر داخل ہوئے اور مسکراتے ہوئے بولے۔

"میں نے سنا ہے... آپ بتانے پر تیار ہو گئے ہیں"۔

"ہاں بالکل ہو گیا ہوں... اب برفانی موت کون مرے"۔

"کیا کہا... برفانی موت"۔ انہوں نے چونک کر کہا... انہیں فاروق کا خیال آ گیا تھا... انہیں خود پر غصہ بھی آیا کہ بغیر کسی احتیاط کے انہیں رات کے وقت بھیج دیا۔

"ہاں برفانی موت... میں تو پہلے ہی سردی بہت محسوس کرتا ہوں"۔

"اچھا تو پھر بتائیں"۔

"جسم ذرا گرم تو ہونے دیں"۔

"اچھی بات ہے... ہم چند منٹ انتظار کر لیتے ہیں"۔

اور پھر چند منٹ بعد وہ واقعی بولنے کے لیے تیار ہو گیا... وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"ہاں انسپکٹر صاحب... اب پوچھئے... کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

"پہلی بات جانی بھوی کہاں رہتا ہے... اس کا تعلق کس محکمہ سے ہے"۔

"شاوجستان کے خفیہ سراغرسانی کے محکمے کا انچارج ہے... محکمہ کا نام ہے جاز"۔

"جاز"۔ وہ بولے۔

"جی ہاں... جاز... شاوجستان کا سب سے خوفناک محکمہ"۔

"اس کا دفتر... یا دفاتر کہاں ہیں"۔

"صدر دفتر دارالحکومت میں ہے... اس محکمہ کا سربراہ جانی بھوری ہی ہے"۔

"اور یہ واقع کہاں ہے دارالحکومت میں؟"

"صدر روڈ... ایوان صدر سے کچھ ہی فاصلے پر... اور انسپکٹر جمشید وہاں تک جانے کی کوشش نہ کرنا... ورنہ پھنس جاؤ گے... اور ایسے پھنسو گے کہ پھر نکل نہیں سکو گے... آخر تم وہاں جا کر کرو گے کیا... کیس تمہارے ہاتھ لگ چکی ہے"۔



"ابھی تک یہ پتا نہیں چل سکا کہ کیس میں کیا ہے... جاز کا صدر جانی بھوری شاید یہ بات بتا دے' اس لیے جانا پڑے گا"۔ انہوں نے کہا۔

"ہاہاہا... تو آپ گئے کام سے' چلئے اس طرح میرا انتقام تو پورا ہو جائے گا' میرا مطلب ہے... جب آپ جانی بھوری کے ہاتھ لگ جائیں گے تو وہ بھی آپ کو بہت انوکھے انداز سے زبان کھولنے پر مجبور کر دے گا"۔

"کوئی بات نہیں' دیکھا جائے گا... اب بتاؤ... میرے بچے کہاں ہیں؟"

"ان کے اغوا سے میرا کوئی تعلق نہیں... میرے لیے کام کرنے والے تو بس یہی لوگ ہیں... جب کوئی آزاد ہی نہیں تو آپ کے یا آپ کے بچوں کے خلاف کوئی کارروائی کیسے کرے گا"۔

"ہوں! لیکن ابھی ابھی فون موصول ہوا ہے... اغوا کرنے والوں نے بچوں کو رہا کرنے کے شرط بتائی ہے... طریقہ ابھی نہیں بتایا... وہ لوگ بھی کیس کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ایک ان کا مطالبہ ضرور ہے"۔ یہ کہتے ہوئے وہ مسکرایا۔

"اور وہ کیا" اس نے چونک کر کہا۔

"یہ کہ ارمانی شاہ کو رہا کر دیا جائے"۔

"نن نہیں"۔ اس نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔ آپ خوفزدہ کیوں ہو گئے"۔

"تب پھر آپ خطرہ میں ہیں' ہوش کریں"۔ اس نے حد درجے خوفزدہ ہو کر کہا۔

"میں سمجھا نہیں"۔ وہ الجھن کے عالم میں بولے۔

"غور کریں۔۔۔ اس شہر میں کیٹ کے بارے میں صرف مجھے اطلاع دی گئی تھی۔۔۔ رشید لودھی چلاوہ تو میرے اپنے دفتر کا آدمی نکلا' اس نے میری باتیں سن لیں اور خود کیٹ اڑانے کا پروگرام بنا لیا۔۔۔ اس کا تو کسی گروہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔۔۔ تو پھر وہ کون لوگ ہیں۔۔۔ جنہوں نے آپ کے بچوں کو اغوا کیا ہے"۔

"کچھ اور لوگوں کو سن گن مل گئی ہو گی کیٹ کی"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں! ایک بات تو یہ ہو سکتی ہے۔۔۔ اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر دوسری بات بہت خوفناک ہے۔۔۔ خاص طور پر"۔

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی۔۔۔ انسپکٹر جمشید اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں"۔

"طریقہ کار کی وضاحت کرنے لگا ہوں۔۔۔ غور سے سن لیں۔۔۔ شاہی پہاڑیاں۔۔۔ ٹھیک رات کے آٹھ بجے کیٹ لے کر آ جائیں۔۔۔ اکیلے۔۔۔ اور ساتھ ہی ارمانی شاہ بھی۔۔۔ آپ کو آپ کے بچے مل جائیں



گے"۔

"ایک منٹ۔۔۔ شاہی پہاڑیاں۔۔۔ رات کے آٹھ بجے۔۔۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔۔۔ آپ کا ارمانی شاہ سے کیا تعلق ہے"۔

"ابھی بچے ہو انسپکٹر جمشید"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا۔۔۔ انہوں نے فوراً ایکس چینج کا نمبر دبایا۔

"یہ فون ارشد ٹاؤن کے فون بوتھ سے کیا گیا ہے"۔

"کیا اسی بوتھ سے"۔ وہ جلدی سے بولے۔

"نہیں۔۔۔ بوتھ نمبر ے سے"۔

"ہوں! اچھا"۔ وہ بولے' پھر انسپکٹر کاشان کی طرف مڑے۔

"ارشد ٹاؤن کے سبھی بوتھوں کی نگرانی شروع کرا دیں"۔

"جی بہتر"۔ اس نے کہا اور وائرلیس پر ہدایات دینے لگا"۔

"ہاں مسٹر ارمانی شاہ۔۔۔ آپ کیا کہہ رہے تھے؟"

"میں کہہ رہا تھا۔۔۔ اگر کیٹ کے بارے میں کچھ اور لوگوں کو سن گن مل گئی ہے۔۔۔ اور وہ حرکت میں آ گئے ہیں تو پھر آپ کے بچوں کو ان لوگوں نے اغوا کیا ہے۔۔۔ لیکن اگر کچھ اور لوگوں کو سن گن نہیں ملی۔۔۔ اور معاملہ ابھی تک صرف جاز کے ہاتھوں میں ہی ہے تو پھر یہ بات آپ کے لیے حد درجے خوف ناک ہے"۔

"آخر کیسے؟"

"اس کا مطلب ہے..... جانی بھوری نے یا تو اپنے کچھ جلاد اس طرف بھیج دیئے ہیں..... تاکہ آپ سے کیسٹ حاصل کی جا سکے..... یا پھر وہ خود یہاں آ چکا ہے"۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

☆○☆



# جان کوری

انوار عالم کے کمرے میں وہ سب موجود تھے..... صرف محمود' فاروق اور فرزانہ نہیں تھے' اس پر غور ہو رہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔

"میرا خیال ہے..... کیسٹ ان کے حوالے کر دی جائے..... اور اربانی شاہ کو بھی..... ہم اس کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں"۔ انوار عالم بولے۔

"بالکل ٹھیک سر"۔ انسپکٹر کاشان نے فوراً کہا۔

"آپ لوگ محمود' فاروق اور فرزانہ کے لیے پریشان نہ ہوں..... ابھی آٹھ بجنے میں یوں بھی بہت وقت ہے..... ارشد ٹاؤن کے فون بوتھ ہم لوگوں کی نظروں میں ہیں..... اب اگر اس گروہ کے کسی فرد نے فون کیا تو اس کا تعاقب کیا جائے گا..... اور اس طرح وہ لوگ ہماری نظروں میں آ جائیں گے..... دراصل یہ کام ہمیں پہلے ہی کر لینا چاہیے تھا..... یعنی ارشد ٹاؤن کے تمام فون بوتھوں کی نگرانی"۔

"لیکن اگر اب کوئی فون نہ آیا..... دوسرے یہ کہ ارشد ٹاؤن میں تو نہ جانے کتنے آدمی فون بوتھ استعمال کریں گے..... یہ کیسے اندازہ

لگایا جا سکتا ہے کہ کس کا تعلق گروہ سے ہے"۔

"ہاں! یہ الجھن بھی ہے۔۔۔ بہرحال میں اب یہاں بیٹھا نہیں رہ سکتا۔۔۔ میں ارشد ٹاؤن جا رہا ہوں"۔

"تب پھر۔۔۔ ہم بھی چلیں گے جمشید"۔ خان رحمان نے کہا۔

"اور اگر آپ مناسب خیال کریں تو مجھے بھی ساتھ لے لیں"۔ انسپکٹر کاشان بولے۔

"لیکن۔۔۔ دفتر میں موجودگی بھی ضروری ہے۔۔۔ یہاں بھی حملہ ہو سکتا ہے"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ میں شوکی برادرز کے ساتھ یہیں ٹھہر جاتا ہوں"۔ انسپکٹر کاشان بولے۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ وائرلیس پر ہم رابطہ رکھیں گے"۔

"او کے"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

اور پھر وہ ارشد ٹاؤن پہنچ گئے۔۔۔ انہوں نے سادہ لباس والوں سے رپورٹ لی۔

"موٹھ نمبر ۷ سے جس شخص نے فون کیا۔۔۔ اس کا حلیہ کیا تھا؟"

"ہم نہیں دیکھ سکے۔۔۔ ہماری توجہ نمبر ۱ پر تھی۔۔۔ ۷ نمبر یہاں سے یوں بھی دور ہے"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ کوئی بات نہیں۔۔۔ میں بھی چکر لگا رہا ہوں۔۔۔ کسی



بوتھ میں کوئی شخص بھی داخل ہونے لگے۔۔۔ فوراً مجھے اطلاع دی جائے۔۔۔ فون کرنے والے کو کچھ نہ کہا جائے"۔

"او کے سر"۔ سادہ لباس والے نے کہا۔

اور پھر وہ اپنی گاڑی میں چکر لگانے لگے۔

"اس سے کیا ہو گا جمشید؟" پروفیسر داؤد نے پریشان ہو کر کہا۔

دفتر والے چاہتے ہیں۔۔۔ میں کیسٹ دے کر بچے واپس لے لوں۔۔۔ جب کہ میں چاہتا ہوں۔۔۔ بچے کیسٹ دیئے بغیر حاصل کروں۔۔۔ ہاں ارپانی شاہ کو وہ بے شک ہم سے لے لیں۔۔۔ اگرچہ اس کا دشمنوں کے حوالے کرنا بھی مفید نہیں ہے۔۔۔ اس نے اب تک کیا کیا راز شلوجستان کو بھیجے ہیں۔۔۔ یہ تو اس سے ابھی فرصت میں معلوم کریں گے ہم۔۔۔ لہٰذا اسے بھی ان کے حوالے کرنا نقصان دہ ہو گا۔۔۔ لیکن اگر کوئی مجبوری پیش آ گئی۔۔۔ تو پھر ہم ارپانی شاہ کو دے دیں گے۔۔۔ کیسٹ پھر بھی نہیں دیں گے"۔

"ایک بات اور جمشید۔۔۔ اس کیسٹ پر کوئی نشان وغیرہ تو ہے نہیں۔۔۔ دوسری سادہ کیسٹوں کی طرح کی ہے۔۔۔ ہم اس کی جگہ کوئی اور کیسٹ کیوں نہ ان کے حوالے کر دیں"۔ خان رحمان بولے۔

"نہیں خان رحمان۔۔۔ یہ کام مجھے نہیں آتے۔۔۔ کیسٹ دینے کی بات کروں گا تو پھر اصل کیسٹ ہی دوں گا۔۔۔ ورنہ دوں گا ہی نہیں"۔

"اچھا بھائی۔۔۔ تم جانو۔۔۔ تمہارا کام جانے"۔ پروفیسر داؤد نے

منہ بنایا۔

"کیوں... کیا ہوا پروفیسر صاحب؟"

"بچوں کے بغیر بور ہو رہا ہوں... چاہتا ہوں... وہ جلد از جلد آ جائیں اور ہم کیسٹ پر کام شروع کریں"۔

"اس پر تو آپ نے کچھ کام کیا بھی ہے... لیکن کچھ نظر نہیں آ سکا"۔

"اس بات کا بھی زبردست امکان ہے کہ وہ ہو ہی خالی"۔

"تب پھر اس کے لیے اتنا ہنگامہ کیوں"۔

"کیسٹ کی قیمت بڑھانے کے لیے... اس طرح اس کی بہت بڑی قیمت وصول کی جا سکے گی"۔

"پتا نہیں کیا چکر ہے... اور اگر جانی بھوری خود ادھر نہیں آ گیا ... تو تم ادھر جاؤ گے... گویا اب **شلوجستان** جانا ہو گا"۔

"اگر آپ جانا نہیں چاہتے تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا"۔

وہ مسکرائے۔

"اوہو جمشید... تم غلط سمجھے... بلکہ بالکل غلط سمجھے... میں اپنی نہیں... تمہاری بات کر رہا ہوں"۔

"میری زندگی ہی کیا ہے"۔ وہ بولے۔

ایسے میں وائرلیس پر اشارہ ملا۔

"سر... بوتھ نمبر نو میں ایک شخص داخل ہوا ہے... ہم اندازہ



نہیں لگا سکتے کہ اس کا ان معاملات سے کوئی تعلق ہے یا نہیں... بس آپ کو اطلاع دے رہے ہیں"۔

"شکریہ... بوتھ کس طرف ہے"۔

"آپ کس سڑک پر ہیں؟"

انہوں نے سڑک کا نام پڑھا... پھر بولے۔

"تنویر روڈ پر"۔

"جی ٹھیک ہے... تنویر روڈ پر پہلے چوک سے بائیں ہاتھ مڑ جائیں... آپ کو فون بوتھ نمبر نو نظر آ جائے گا"۔

"شکریہ"۔ انہوں نے کہا اور کار کی رفتار بڑھا دی... جب وہ بوتھ کے سامنے پہنچے... وہ فون کر کے باہر آ رہا تھا... انسپکٹر جمشید نے نظر بھر کر اس کی طرف دیکھا... لیکن وہ انہیں بالکل عام آدمی لگا... انہوں نے وائرلیس پر رابطہ کیا۔

"نہیں بھئی... یہ تو عام آدمی ہے"۔

"آپ کی ہدایات تھیں نا سر... اس لیے... ارے... یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں"۔ سادہ لباس والا چونکا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں... جلدی بتائیں"۔

"ایک شخص بوتھ نمبر ۶ میں داخل ہوا ہے... لیکن وہ چور نظروں سے بار بار ادھر ادھر دیکھ رہا ہے... بہت احتیاط سے داخل ہوا ہے"۔

"اوہ! میں آ رہا ہوں... راستا بتائیں"۔

وہ فوراً نمبر ۶ کے سامنے پہنچ ... فون کرنے والے کا منہ دوسری طرف تھا... جب وہ باہر نکلا... اس وقت انہوں نے اس کا چہرہ دیکھا... اس پر واقعی گھبراہٹ کے آثار تھے... چہرے کے نقوش دیکھ کر انسپکٹر جمشید زور سے چونکے... ان پر جوش طاری ہو گیا... وہ فوراً گاڑی سے اتر آئے اور پیدل اس کے تعاقب میں چلنے لگے... اب ان کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا... جلد ہی انہوں نے اسے ایک سفید رنگ کی عمارت میں داخل ہوتے دیکھا... انہوں نے فوراً انسپکٹر کاشان کو فون کیا... جلد ہی انسپکٹر کاشان بھی اپنے کچھ اور ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔

"وہ شخص اس عمارت میں گیا ہے... کیا آپ اس عمارت کے بارے میں بتا سکتے ہیں؟"

"ہاں جناب! کیوں نہیں... یہ انشارجہ کے سفیر کی رہائش گاہ ہے"۔

"کیا کہا... انشارجہ کے سفیر کی رہائش گاہ"۔ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں جناب... میں سفیر کو جانتا ہوں"۔

"بہت خوب... اب عمارت کو گھیر لیا جائے"۔

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" سادہ لباس والی بلی۔



"میرے بچے اس عمارت میں قید ہیں... پروفیسر صاحب آپ کو مبارک ہو"۔

"مبارک باد کیسی؟" انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

"اس بات کی کہ اس معاملے میں اب انشارجہ بھی شامل ہو گیا ہے... جانی بھوری ابھی تک اس طرف نہیں آیا... لیکن اب شاید وہ بھی آئے گا"۔

"اس کا مطلب ہے... یہ چکر بہت بڑا ہے"۔

"حالات اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں... لیکن ہو سکتا ہے... ایسی کوئی بات نہ ہو... کسی نے بلاوجہ کیسٹ کا ہوا کھڑا کر دیا ہو اور اس کیسٹ میں کچھ بھی نہ ہو"۔

"لیکن جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کیسٹ میں کچھ نہیں ہے... یا کیا ہے' اس وقت تک ہم کیسے اس معاملے سے ہٹ سکتے ہیں... ایک تو کیسٹ ہمارے قبضے میں ہے... دوسرے ہمارے بچے ان کے قبضے میں ہیں"۔

"ہاں! یہ باتیں بھی ہیں"۔

"لیکن سر... اگر ہم نے اس عمارت کو گھیرے میں لیا اور سفیر کے علم میں یہ بات آ گئی تو وہ طوفان کھڑا کر دیں گے"۔ سادہ لباس والے نے کہا۔

"ہاں جمشید... ہمارے پاس تلاشی لینے کا کوئی جواز بھی تو نہیں

ہے"۔

"بھئی کہ چکا ہوں... بچوں کو اس عمارت میں لایا گیا ہے"۔

"آخر آپ یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہ سکتے ہیں"۔

"میں انہیں جانتا ہوں... بہت اچھی طرح"۔ یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے اور پھر آگے بڑھ گئے... سادہ لباس والا بوکھلا اٹھا۔

"انسپکٹر صاحب آپ بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں... یہ محض بہت خرافت ہے... بہت لڑاکا... جھگڑالو... اور پھر یہ کہ انشارجہ کی حکومت اس کی بات بہت مانتی ہے... ہماری حکومت میں بھی اس کا بہت رعب اور دبدبہ ہے"۔

"اچھا... کیا نام ہے اس کا"۔

"جان کوری"۔ اس نے بتایا۔

"کیا!!!" پروفیسر داؤد زور سے اچھلے... اور پھر ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"آپ کو کیا ہوا؟" خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

"روکو... خان رحمان... جمشید کو روکو"۔

خان رحمان نے ایک نظر ان پر ڈالی اور پھر دوڑ لگا دی... یہاں تک کہ وہ انسپکٹر جمشید کے پاس پہنچ گئے۔

"پروفیسر صاحب تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں جمشید"۔

"چپ رہو خان رحمان"۔ یہ کہ کر وہ آگے بڑھے۔



"بائیں جمشید... تم نے سنا نہیں... پروفیسر داؤد تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں... اس سفیر کے متعلق وہ کچھ جانتے ہیں... لہذا اندر جانے سے پہلے تم ان کی بات سن لو"۔

"تم نے سنا نہیں خان رحمان چپ رہو"۔ انہوں نے جھلا کر کہا اور آگے قدم اٹھا دیے۔

خان رحمان دھک سے رہ گئے... انسپکٹر جمشید پر اس وقت عجیب سی کیفیت طاری تھی۔

"شاید تم میری بات نہیں سمجھے"۔

"سمجھ چکا ہوں... یہ انشارجہ کے سفیر کی رہائش ہے... اس سفیر کا نام جان کوری ہے... یہ نام سن کر پروفیسر داؤد کو بہت زبردست جھٹکا لگا ہے... بس... یہی بات ہے نا... اور اب پروفیسر صاحب مجھے روکنا چاہتے ہیں... سفیر کے بارے میں کوئی بات بتانا چاہتے ہیں... لیکن میں نہیں رک سکتا خان رحمان... اندر بچوں پر ظلم ہو رہا ہے"۔

"سن نہیں... یہ تم کیسے کہ سکتے ہو؟"

"میرے کانوں میں قرزانہ کی چیخ گونجی ہے"۔

"ہم... ہم نے نہیں سنی"۔

"میرے کان تم لوگوں کی نسبت بہت زیادہ تیز ہیں... یہ عمارت ساؤنڈ پروف ہے... لیکن اس کے باوجود میرے کانوں میں اس کی آواز آئی ہے اور اب میں رک نہیں سکتا"۔

"آپ کو ضرور وہم ہوا ہے"۔ سادہ لباس والے نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں"۔ ان کے لہجے میں بلا کی سختی تھی۔۔۔ سادہ لباس والا سہم گیا اور پھر وہ آگے بڑھ گئے۔۔۔ دروازہ پر مسلح پہرے دار موجود تھے۔۔۔ انہوں نے فوراً رائفلیں سنبھالیں۔

"خبردار۔۔۔ آگے نہ آئیں۔۔۔ وہیں سے پہلے اپنا تعارف کرائیں"۔

"پولیس"۔ وہ بولے۔

"صرف پولیس کہہ دینا کافی نہیں"۔

"انسپکٹر جمشید"۔ انہوں نے کہا۔

"کس سلسلے میں آئے ہیں"۔

"مسٹر جان کوری سے ملاقات کے لیے"۔

"وقت لیے بغیر آپ ان سے ملاقات نہیں کر سکتے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی دو فائر ہوئے اور رائفلیں ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ کیا"۔ وہ چلائے۔

"میرے پاس وقت بہت کم ہے۔۔۔ ہاتھ اوپر اٹھا دو اور مجھے اندر لے چلو"۔

"سر۔۔۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔ یہ کوئی عام عمارت نہیں



ہے۔۔۔ ایک سفیر کی رہائش ہے۔۔۔ وہ بھی انشارجہ کے سفیر کی"۔ سادہ لباس والا کانپ گیا۔

"ہو گی۔۔۔ آپ خاموش رہیں۔۔۔ میں معاملات کو آپ سے زیادہ سمجھتا ہوں۔۔۔ اور اگر یہاں موجود ہونے کی بنا پر آپ اپنے لیے کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہیں تو آپ چلے جائیں"۔

"بہت بہت شکریہ جناب"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"شکریہ کیسا؟" وہ چونکے۔

"اجازت دینے کا۔۔۔ میں جا رہا ہوں"۔

"ہاں جائیں۔۔۔ مجھے آپ جیسے بزدلوں کی ضرورت نہیں"۔ انہوں نے جل کر کہا اور ان سے بولے۔

"تم لوگوں نے اب تک ہاتھ نہیں اٹھائے"۔

"کسی پولیس انسپکٹر کی کیا مجال کہ ہمارے ہاتھ اٹھوا دے۔۔۔ ہمیں تو بڑے بڑے آفیسر سلام کرتے ہیں"۔

"اچھا۔۔۔ یہ بات ہے۔۔۔ تو پھر یہ لیں"۔

دو فائر اور ہوئے اور ان کی انگلیوں سے خون بہتا نظر آیا۔۔۔ ان کی چیخیں بہت دلدوز تھیں۔

"اب بھی وقت ہے۔۔۔ آخری بار وارننگ دے رہا ہوں۔۔۔ فوراً اندر لے چلیں۔۔۔ ورنہ اس بار دل کا نشانہ لوں گا"۔

"نن نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ چلئے۔۔۔ آیئے"۔

وہ ان کے آگے چلنے لگے۔۔۔ اس طرح وہ عمارت کے اندر داخل ہوئے اور پھر وہ انہیں ایک کمرے کے دروازے تک لائے۔۔۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید کے جسم کو ایک جھٹکا لگا۔۔۔ ان کا جسم کانپ گیا۔

"اف مالک؟"

"کیا ہوا جمشید۔۔۔ تم ٹھیک تو ہو"۔

"ان پر بہت ظلم ہو رہا ہے"۔

"کن پر؟" پہرے دار چونکا۔

"تم ایک طرف ہٹ جاؤ۔۔۔ کیا مسٹر جان کوری اس کمرے میں ہیں"۔

"جی ہاں۔۔۔ یہ کہہ کر اس نے دروازے پر دستک دی۔

"یس۔۔۔ آ جاؤ اندر کیا بات ہے"۔ اندر سے کہا گیا۔

انہوں نے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گئے۔۔۔ اندر سفیر کے ساتھ تین آدمی اور تھے۔

"آپ میں سے مسٹر جان کوری کون ہے؟"

"میں ہوں جناب۔۔۔ آپ بغیر اجازت اندر کیوں آئے۔۔۔ پہلے تو یہ بتائیں۔۔۔ اور یہ میرے پہرے داروں کے ہاتھ۔۔۔ ارے۔۔۔ ان کے ہاتھوں سے تو خون بہہ رہا ہے"۔ وہ اچھل پڑا۔

"آپ محمود، فاروق اور فرزانہ پر ظلم رکوائیں۔۔۔ فوراً ورنہ میں آپ کا بھیجا پاش پاش کرنے لگا ہوں۔۔۔ میں ہرگز ہرگز نہیں رکوں گا"۔



ان کی سرد آواز میں نہ جانے کیا تھا۔۔۔ باقی لوگوں نے سفیر کو کانپتے دیکھا۔۔۔ وہ سرخ و سفید رنگ کا موٹا سا آدمی تھا۔

"محمود، فاروق اور فرزانہ۔۔۔ یہ کون لوگ ہیں۔۔۔ آپ کیا بات کر رہے ہیں؟"

"اچھا! آپ یوں نہیں مانیں گے۔۔۔ لیجئے پھر پہلے نمونہ چکھئے"۔

"سر۔۔۔ کیا کر رہے ہیں۔۔۔ یہ سفیر ہیں"۔ ایک سادہ لباس والا چلایا۔

"خاموش۔۔۔ باہر چلے جائیں آپ"۔ انسپکٹر جمشید گرجے۔۔۔ اور پھر انہوں نے ساتھ ہی ایک فائر کر دیا۔۔۔ گولی نے سفیر کے کان کی لو اڑا دی۔۔۔ اس کے منہ سے بھیانک چیخ نکل گئی۔۔۔ کان سے خون کی دھار بہنے لگی۔۔۔ اس نے فوراً اس پر ہاتھ رکھ لیا۔۔۔ ہاتھ بھی رنگین ہو گیا"۔

"فوراً ظلم روکو۔۔۔ ورنہ آپ کے دماغ میں گولی اترے گی۔۔۔ اس کے علاوہ دوسری بات نہیں ہو گی"۔

"ایک منٹ۔۔۔ مم۔۔۔ میں رکواتا ہوں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے بستر پر رکھے سیٹ کا ایک بٹن دبایا اور چیخا۔

"رک جاؤ۔۔۔ ان پر ظلم بند کرو"۔

"اور انہیں اس کمرے میں لے آؤ"۔ انسپکٹر جمشید گرجے۔

"انہیں فوراً اس کمرے میں لے آؤ"۔ اس نے کہا۔

"کمال ہو گیا جمشید... حیرت ہے"۔ پروفیسر داؤد بول اٹھے۔

"واقعی جمشید... مان گئے تمہیں"۔

سادہ لباس والا ابھی کمرے سے نکل ہی رہا تھا... وہ بھی رک گیا... اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"مم... میں معافی چاہتا ہوں سر"۔ اس نے ان کی طرف دیکھا۔

"اور میں نے آپ سے کیا کہا ہے... آپ باہر چلے جائیں... مجھے آپ کی ضرورت نہیں... باہر عمارت کے گرد موجود سادہ لباس والوں کے ساتھ کھڑے ہو جائیں"۔ انہوں نے خشک لہجے میں کہا اور وہ باہر سرک گیا۔

اسی وقت محمود، فاروق اور فرزانہ اندر داخل ہوئے... ان کی حالت دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے ان کے ناکوں... کانوں اور مونہوں سے خون بہہ رہا تھا... جسم پر جگہ جگہ نیل نظر آ رہے تھے۔

"یہ لوگ تم سے کیا چاہتے تھے بھئی... اور تم ان کے قابو میں کس طرح آ گئے"۔ انسپکٹر جمشید ناخوشگوار انداز میں بولے۔

"یہی تو مشکل ہے ابا جان... ان لوگوں نے ہم سے کچھ بھی نہیں پوچھا... کوئی سوال نہیں کیا... یہاں لائے اور بس مارنا پیٹنا شروع کر دیا"۔

"لیکن کیسے... تم ہاتھ پیر کیوں نہ چلا سکے؟"



"پہلے ہمیں ایک گیس کے ذریعے بے ہوش کیا گیا تھا... اس کو سونگھنے کے بعد ہم ہاتھ پیر ہلانے کے قابل نہیں رہے تھے"۔

"اور اب... اب کیا تم گیس کے اثر سے آزاد ہو چکے ہو؟"

"کسی حد تک... بس آہستہ آہستہ چل پھر سکتے ہیں... تھوڑے بہت ہاتھ پیر ہلا سکتے ہیں"۔

"اور قابو میں کس طرح آئے"۔

"اسی گیس کے ذریعے... ہم جب اپنی گاڑی میں داخل ہوئے... کوئی چیز ہلکے سے دھماکے سے پھٹ گئی اور گاڑی میں گیس پھیل گئی... ہم آن کی آن میں بے ہوش ہو گئے... ہوش میں آئے تو اس عمارت میں تھے اور یہ ہمیں مار پیٹ رہے تھے"۔

"یقیناً بے ہوشی کی حالت میں ہی انہوں نے مارنا پیٹنا شروع کر دیا تھا"۔

"ہاں بالکل"۔

"کمال ہے... یہ تو شاید بہت زیادہ خار کھائے بیٹھے تھے... خیر کوئی بات نہیں... اب ہم ان کا جو حشر کریں گے... وہ بھی یہ یاد رکھیں گے... مرمت کرنے والے کل کہتے تھے"۔

"چلو... اگر گیس کی وجہ سے ہم بے بس نہ ہو گئے ہوتے تو ہم انہیں دیکھ لیتے"۔

"انہوں نے دیکھا... انہیں اندر لانے والے چار ہی تھے"۔

"تم نے ہی ان کا یہ حشر کیا ہے؟"

"ہاں! لیکن یہ ہمارے سر کا حکم تھا... اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں"۔ ایک بولا۔

"یہ چاروں بھی انشارج کے تھے... اس کی بات سن کر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کوئی بات نہیں... میں بھی ان تینوں کو حکم دے دوں گا کہ وہ تمہاری مرمت کریں... اس میں ان کا قصور نہیں ہو گا"۔

"جی... کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ان کے ہاتھ پیر چلنے کے قابل ہونے دو... مطلب خود بخود سمجھ میں آ جائے گا... مسٹر جان کوری... آپ کیا کہتے ہیں"۔

"تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اپنے بچوں کو لے کر فوراً یہاں سے نکل جاؤ... ورنہ جلد ہی یہاں بہت بڑے بڑے آفیسرز آ موجود ہوں گے... اور تمہیں یہاں سے معافی مانگ کر رخصت ہونا پڑے گا"۔

"کیا کہا... مجھے معافی مانگ کر رخصت ہونا پڑے گا"۔

"ہاں! بالکل"۔

"اچھی بات ہے... فون آپ کے پاس رکھا ہے... آپ بلا لیں بڑے بڑے آفیسرز کو... آج جب تک ان چاروں اور آپ کے ناک کانوں اور آنکھوں سے خون نہیں جاری ہو گا... ہم یہاں سے نہیں



جائیں گے"۔

"اوہو اچھا... ان کے ساتھ تم مجھ سے بھی یہ سلوک کرو گے... بہت بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہو"۔

"میں نے کہا نا... بلا لیں فون کر کے بلا لیں جس جس کو بلانا ہے... ادھر میرے بچے ہاتھ پیر چلانے کے قابل ہوئے... ادھر مرمت کا کام شروع ہوا"۔

"جمشید... ہم انتظار کیوں کریں... یہ کام ہم بھی تو کر سکتے ہیں"۔

"نہیں... میری خواہش ہے... کہ یہ کام یہ تینوں ہی کریں... دیکھو نا خان رحمان... ان سے کوئی بات اگلوانے کی کوشش میں اگر یہ ظلم کیا جاتا تو ایک بات بھی تھی"۔

"ہاں جمشید... یہ ان لوگوں کی بہت بڑی زیادتی ہے... اور خود میرا خون بھی بری طرح کھول رہا ہے... خیر کوئی بات نہیں... خون کے سرد ہونے سے پہلے تو ہم بھی یہاں سے نہیں جائیں گے"۔

ادھر جان کوری جلدی جلدی فون کر رہا تھا... اس کے چہرے پر طیش کا عالم تھا... اس کا بس نہیں چل رہا تھا... ورنہ شاید وہ انہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیتا۔

"ہاتھ پیر ہلا کر دیکھو بھئی... اب کس حد تک جان آئی ہے"۔

"جی بہتر"۔ محمود نے کہا۔

انہوں نے ہاتھ پیر ہلانے جلانے شروع کیے۔

"مسٹر جان کوری! اس کیسٹ میں کیا ہے؟"

"پہلے یہ بتاؤ... کیسٹ تم لوگوں کے پاس ہے یا"۔ اس نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

"ہاں"۔

"اگر تم وہ کیسٹ مجھے دے دو تو جو تم کہو... تمہیں دلوا سکتا ہوں"۔

"کیا مطلب... کیا تمہارا اشارہ دولت کی طرف ہے"۔

"دولت... بڑا حقیر... کہو تو تمہیں وزیر لگوا دوں"۔

"اپنے ملک کا یا میرے ملک کا؟" انہوں نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔

"تمہارے ملک کا"۔ اس نے منہ بنایا۔

"اپنے ملک کا وزیر تو میں خود جب چاہے بن سکتا ہوں... لیکن میں نے کبھی خواہش نہیں کی... مجھے تو بس اپنے پیشے سے عشق ہے... میں اس سے الگ نہیں ہو سکتا... لہٰذا اس کے مقابلے میں مجھے وزارت تو کیا' صدارت بھی منظور نہیں... کوئی اور بات کرو مسٹر جانا کوری"۔

"اچھی بات ہے... پھر تم کہو... کیا چاہتے ہو؟"

"کیسٹ کے بدلے میں؟" وہ بولے۔



"ہاں اور کس کے بدلے میں"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس میں ہے کیا... اس وقت تک میں اس بارے میں کوئی بات کر ہی نہیں سکتا"۔

"سوری... یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ کیسٹ میں کیا ہے"۔

"گویا آپ کو معلوم ہے کہ کیسٹ میں کیا ہے؟" انسپکٹر جمشید چونک اٹھے۔

"نہیں... مجھے بالکل معلوم نہیں... لیکن میری حکومت کی طرف سے خفیہ ہدایات ملی ہیں... کہ جیسے بھی ہو کیسٹ حاصل کی جائے... اس کے لیے چاہے کچھ بھی کرنا پڑے... کسی حد تک بھی جانا پڑے"۔

"حیرت ہے... پہلے تو شلوجستان کی حکومت اس کے پیچھے پڑی تھی... اب انشارجہ بھی شامل ہو گیا... اور اس کیسٹ میں نظر کچھ نہیں آتا"۔

"کیا مطلب... نظر کچھ نہیں آتا"۔

"ہاں... نظر کچھ بھی نہیں آتا... کئی بار اس کو وی سی آر میں لگا کر دیکھ چکے ہیں"۔

"تب تو پھر وہ تمہارے لیے بیکار ہے... لہٰذا میرے حوالے کر دو"۔

"آپ انشارجہ سے بات کر لیں"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب... کیا بات کرلوں"۔

"یہ کہ اس میں ہے کیا... آپ یہ ہمیں بتا دیں... ہم کیسٹ آپ کے حوالے کر دیں گے"۔

"وعدہ کرتے ہو انسپکٹر جمشید"۔ اس نے چونک کر کہا۔

"بالکل... لیکن آپ لوگوں کی مدت کا پروگرام جوں کا توں ہے"۔

"ہم اس پر بھی بات کر لیں گے... ایک منٹ ٹھہریں"۔

یہ کہہ کر وہ اندرونی کمرے میں جانے لگا... لیکن انسپکٹر جمشید نے کڑک دار آواز میں کہا۔

"مسٹر جان کوری... ہم اتنے بھی سیدھے نہیں... جتنے تم نے خیال کر لیا ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"تم اور تمہارے یہ ساتھی اس وقت پستولوں کی زد میں ہیں... لہٰذا آپ دوسرے کمرے میں کس طرح جا سکتے ہیں"۔

"اس صورت میں انشارجہ سے رابطہ نہیں کر سکتا"۔

"تو پھر میرا ایک ساتھی آپ کے ساتھ جائے گا... آپ اس کے پستول کی زد میں رہیں گے"۔

"چلئے... یونہی سہی... بھیجیں اسے میرے ساتھ"۔

"جاؤ خان رحمان... بلکہ نہیں... کہیں یہ حضرت کوئی چال نہ



چل جائیں... تم انہیں زد میں رکھو... میں اس کے ساتھ جاتا ہوں"۔

"او کے"۔ انہوں نے کہا۔

انسپکٹر جمشید اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں داخل ہوئے... وہ چونک اٹھے... اس کمرے میں آلات کا جال بچھا ہوا تھا... ایک آلے کو اس نے آن کیا اور فریکوئنسی ملائی... دوسری طرف ٹوں ٹوں شروع ہو گئی... پھر ایک آواز ابھری۔

"یس"۔

"سر... نمبر ۱۴"۔

"اچھا... کیا بات ہے؟"

"کیسٹ کے سلسلے میں انسپکٹر جمشید سے بات ہوئی ہے... واقعی... آپ کی اطلاع درست ثابت ہوئی ہے... کیسٹ انہی لوگوں کے پاس ہے"۔

"اچھا تو پھر... یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟"

"ان کی صرف ایک شرط ہے... اور وہ یہ کہ یہ بتا دیا جائے... کہ اس کیسٹ میں کیا ہے"۔

"سوری... یہ نہیں بتایا جا سکتا... اور یہ لوگ اس کیسٹ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے... کیونکہ انہیں کچھ نظر آئے گا ہی نہیں"۔

"آپ نے چیف کا جواب سن لیا؟" جان کوری ان کی طرف مڑے۔

"چیف کا نام کیا ہے آپ کے؟"

"اس کی ضرورت نہیں"۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اس صورت میں ہم کیسٹ نہیں دیں گے"۔

"کیسٹ ہم آپ سے وصول کر لیں گے... بس اس بات کی تصدیق کی ضرورت تھی کہ کیسٹ آپ کے پاس ہے بھی یا نہیں"۔

"وہ میں بتا چکا ہوں"۔

"او کے"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی آواز بند ہو گئی... جان کوری نے سیٹ بند کر دیا... وہ واپس اس کمرے میں آئے... اور پھر وہاں بڑے بڑے آفیسرز کی آمد شروع ہوئی... ان میں وزیر بھی تھے... دوسرے سرکاری آفیسر بھی تھے... آئی جی انوار عالم بھی تھے... گویا انہیں بھی بلایا گیا تھا۔

"مسٹر جان کوری... آپ نے ہم سب کو یہاں کیوں بلایا ہے... ارے یہ... انہیں کیا ہوا... یہ تو غالباً" انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں"۔

"جی ہاں! یہ انہی کے بچے ہیں... ہمیں کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی... جس کی بنا پر ہم نے انہیں پکڑ کر کچھ مارا پیٹا... اب انسپکٹر جمشید کا کہنا ہے کہ یہ بھی جواب میں میرے ساتھیوں کی مرمت اپنے بچوں سے کرائیں گے"۔

"یہ تو قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا ہو گیا"۔ ایک وزیر نے برا سا منہ بنایا۔



"بالکل ٹھیک فرمایا آپ نے... لیکن قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی ابتدا کس نے کی؟"

"آپ نے"۔ وزیر صاحب بولے۔

"جی... کیا فرمایا... میں نے ابتدا کی؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں اور کیا... کیا آپ یہاں غیر قانونی طور پر داخل نہیں ہوئے"۔

"بات ابتدا کی ہو رہی ہے... ابتدا کس نے کی؟"

"آپ نے"۔ اسی وزیر نے پھر کہا۔

"سر... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... ابتدا ان لوگوں کی طرف سے ہوئی ہے... ان سے پوچھا جائے... انہوں نے ان تینوں بچوں کو اغوا کیوں کیا ہے"۔

"انہوں نے کوئی بدتمیزی کی ہو گی"۔

"اس کی انہیں رپورٹ درج کرانی چاہیے تھی... انہیں گرفتار کرانا چاہیے تھا"۔

"یہ بھی آخر سفیر ہیں... اتنا تو کر ہی سکتے ہیں"۔ وزیر بولے۔

"کس قانون کے تحت... سفیروں کے لیے اگر کوئی الگ قانون ہے تو اسے سامنے لایا جائے... اس میں انہیں کس حد تک جانے کی اجازت ہے... وضاحت کی جائے"۔

"ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں انسپکٹر صاحب۔۔۔ آپ کو اپنے بچے مل گئے۔۔۔ یہی بہت ہے۔۔۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے"۔

"نہیں۔۔۔ مجھے ان کے ملنے پر خوشی نہیں ہوئی۔۔۔ ان کی حالت دیکھ کر رونا آیا ہے۔۔۔ آپ کے بچوں کے ساتھ ایسا ہوا ہوتا تو آپ کو پتا چلتا"۔

"آپ ادھر ادھر کی باتیں کر کے وقت ضائع نہ کریں۔۔۔ بچے لے کر چلے جائیں"۔

"جی نہیں۔۔۔ میرے بچے ان کی مرمت کریں گے"۔

"لیکن یہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا ہو گا"۔

"کیا آپ چاہتے ہیں۔۔۔ ہم ان کے خلاف رپورٹ درج کرائیں۔۔۔ انہیں گرفتار کرائیں۔۔۔ ان پر اغوا اور جبس بے جا کا مقدمہ چلوائیں"۔

"نن نہیں۔۔۔ نہیں"۔ وزیر نے بوکھلا کر کہا۔

"تو پھر جو آپ فرما رہے ہیں۔۔۔ اس صورت میں تو یہی ہو گا"۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں"۔ وزیر' جان کوری کی طرف مڑا۔

"انسپکٹر جمشید اور اس کے بچوں کی گرفتاری۔۔۔ انہوں نے ہمارے ملک کی ایک بہت اہم کیسٹ چرائی ہے"۔

"اوہو اچھا۔۔۔ آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا"۔ وہ چونک اٹھے۔۔۔ اور انسپکٹر جمشید کی طرف مڑے۔



"یہ ہم کیا سن رہے ہیں"۔

"انوار عالم وضاحت کریں گے۔۔۔ اس بات کی۔۔۔ یہ سارے واقعے کے ہم سے پہلے چشم دید گواہ ہیں۔۔۔ ہم تو بعد میں شامل ہوئے ہیں اس معاملے میں"۔

"جی ہاں بالکل۔۔۔ میں وضاحت کروں گا۔۔۔ سارے واقعات سناؤں گا۔۔۔ اس لیے کہ جان کوری صاحب نے انسپکٹر جمشید پر بہت گھٹیا الزام لگایا ہے۔۔۔ انہیں یہ الزام نہیں لگانا چاہیے تھا"۔

"میں اپنی بات ثابت کروں گا"۔ جان کوری نے جھلا کر کہا۔

"بہت خوب! آپ ضرور ثابت کیجئے گا۔۔۔ پہلے میں واقعات سناتا ہوں"۔

انوار عالم نے پیکٹ ملنے سے لے کر اب تک کے تمام حالات سنا ڈالے۔۔۔ تمام لوگ حیرت زدہ انداز میں سنتے رہے۔۔۔ ان کے خاموش ہونے پر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اور میرے تینوں بچے جس حال میں اس عمارت سے برآمد ہوئے ہیں۔۔۔ وہ بھی آپ کے سامنے ہیں"۔

"مسٹر جان کوری۔۔۔ اب آپ کیا کہتے ہیں؟"

"یہ ساری کہانی جھوٹ ہے۔۔۔ اس میں ایک فیصد بھی سچ نہیں ہے۔۔۔ کہانی گھڑی گئی ہے۔۔۔ اصل بات یہ ہے کہ انسپکٹر جمشید نے اس عمارت سے وہ کیسٹ چرائی ہے۔۔۔ ہمیں وہ ہر حال میں واپس

چاہیے... اس کے لیے ہم نے ان تینوں بچوں کو اغوا کیا تھا... تاکہ ان سے کیسٹ کے بارے میں پوچھ سکیں"۔

"حیرت انگیز... آخر اس بات کا فیصلہ کیسے ہو کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ"۔ وزیر صاحب بولے۔

"آپ... آپ نے میری بات پر بھی یقین نہیں آیا... انسپکٹر جمشید کی بات کو بھی درست نہیں سمجھا... اور آپ کے نزدیک انشارچ کے سفیر کی بات درست ہو سکتی ہے"۔ انوار عالم چلائے۔

"آہستہ آواز میں بات کریں... میں ایک وزیر ہوں... اور آپ صرف ایک آئی جی ہیں... اس معاملے کو بس ختم کر دیں... اپنے بچوں کو لے جائیں اور کیسٹ جان کوری کے حوالے کر دیں"۔

ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا"۔

انسپکٹر جمشید کی سرد آواز سنائی دی۔

☆○☆



# نئی خبر

ان کی سرد آواز سن کر وزیر نے انہیں گھور کر دیکھا اور نفرت زدہ لہجے میں بولے۔

"کیا نہیں ہو سکتا"۔

"ارباقی شاہ اگر اس سلسلے میں گرفتار ہیں... تو یہ سفیر کیا چیز ہے... ان سے ان بچوں پر ظلم کا حساب لیا جائے گا... کیسٹ ان کے حوالے کیسے کی جا سکتی ہے... اگر اس میں ہمارے ملک کا کوئی راز ہے... تو کیا آپ ہمیں اپنے ملک کا راز دینے کا حکم دے رہے ہیں"۔

"اس کیسٹ میں ملک کا راز نہیں ہے"۔

"یہ کیسے کہہ دیا آپ نے؟" انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

"اگر اس میں ہمارے ملک کا راز ہوتا تو مسٹر جان کوری ہم سے وہ کیسٹ کس طرح طلب کر سکتے تھے"۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے گمان صاحب... اس میں اس ملک کا راز ہرگز نہیں ہے"۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں... اور اگر کہہ سکتے ہیں تو پھر اتنا بتا

دیں کہ کیسٹ میں پھر کیا ہے... ہم کیسٹ آپ کو دے دیتے ہیں... لیکن بچوں کا حساب پھر بھی لیا جائے گا"۔

"آپ بار بار بچوں کے حساب کی بات نہ کریں... کام کی بات کریں"۔ سفیر نے چلا کر کہا۔

"میرے نزدیک یہ پہلی کام کی بات ہے... باقی باتیں اس کے بعد کی ہیں... ہاں تو جنائیں... کیسٹ میں کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا"۔ اس نے بے بسی کے عالم میں کہا۔

"آپ نہیں جانتے... یہ کیا بات ہوئی کوری صاحب"۔

"اگر یہ نہیں جانتے... تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس میں ہمارے ملک کا کوئی راز نہیں ہے"۔

"ہاں! یہ میں کہہ سکتا ہوں... کیونکہ میری حکومت کا کہنا یہی ہے"۔

"ہم اس بات کو کیسے مان لیں... آپ اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے ایک کام کریں"۔

"اور وہ کیا؟" اس نے فوراً کہا۔

"انشارجہ سے بات کریں... اس سے معلوم کریں کہ اس کیسٹ کو کیسے دیکھا جا سکتا ہے... تاکہ ہم کیسٹ کو پہلے دیکھ لیں... اور پھر آپ کے حوالے کر دیں... اگر اس میں ہمارے ملک کا کوئی راز نہ ہوا اور نہ ہمارے کسی اسلامی ملک کا کوئی معاملہ ہوا تو ہم کیسٹ آپ کے



حوالے کر دیں گے... لیکن بچوں پر ظلم کا حساب پھر بھی آپ سے لیں گے"۔

"اوہو... پھر وہی... ٹھہریں... میں بات کرتا ہوں"۔

"میں آپ کے ساتھ اندر چلوں گا"۔

"آیئے آیئے"۔

دونوں اندر داخل ہو گئے... جان کوری نے پھر انشارجہ سے رابطہ کیا اور بولا۔

"انسپکٹر جمشید صرف اور صرف ایک صورت میں کیسٹ ہمارے حوالے کر سکتے ہیں... یہ کہ پہلے وہ کیسٹ کو خود دیکھیں گے... اگر اس میں ان کے ملک یا کسی اسلامی ملک کا کوئی معاملہ نہ ہوا تو کیسٹ ہمارے حوالے کر دیں گے"۔

"نہیں... یہ کسی صورت نہیں ہو سکتا"۔ دوسری طرف سے سرد آواز میں کہا گیا۔

"تب پھر یہ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں"۔

"کیسے تیار نہیں ہیں... میں ابھی صدر صاحب سے بات کرتا ہوں... ان کے تو بڑے بھی دیں گے کیسٹ"۔

"نہیں دیں گے جناب... اس بات کو لکھ لیں"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"اوکے... چند منٹ انتظار کریں"۔

اور پھر وہ پہلے کمرے میں آ گئے۔

"کیا بنا"۔ گمان صاحب نے پوچھا۔

"وہ یہ بتانے کے لیے تیار نہیں کہ کیسٹ کس طرح دیکھی جا سکتی ہے"۔

"اوہ۔۔۔ اب کیا ہو گا"۔ گمان صاحب نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"انشارجہ کی حکومت ابھی اور اسی وقت آپ کے ملک کے صدر سے بات کر رہی ہے۔۔۔ اب دیکھتا ہوں۔۔۔ انسپکٹر جمشید کیسٹ کس طرح نہیں دیتے"۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات"۔

اور پھر پانچ منٹ بعد صدر صاحب کا فون انسپکٹر جمشید کے ہم آیا۔

"میں اس طرف حاضر ہوں سر"۔

"یہ کیا معاملہ ہے جمشید۔۔۔ تم ہر بار میرے لیے مشکلات پیدا کر دیتے ہو"۔ ان کے لہجے میں ناخوشگواری تھی۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں سر"۔

"تو پھر وہ کیسٹ انہیں دے دو جمشید۔۔۔ مجھ پر بہت دباؤ ہے"۔

"لیکن پہلے آپ بات تو سن لیں"۔

"کتنی دیر لگے گی جمشید۔۔۔ میں بہت مصروف ہوں"۔



"آپ پانچ منٹ تو دیں نا سر۔۔۔ بات اگرچہ لمبی چوڑی ہے۔۔۔ لیکن میں مختصر کر دیتا ہوں"۔

"اچھا کہو۔۔۔ لیکن پانچ منٹ سے زیادہ نہ لگیں"۔

"جو کے سر"۔

اور انہوں نے کہانی سنا ڈالی۔۔۔ آخر میں وہ بولے۔

"اب آپ بتائیں۔۔۔ ہم اپنے ملک کا کوئی راز کس طرح ان کے حوالے کر دیں"۔

"انشارجہ کے صدر نے اس بات کی گارنٹی دی ہے کہ اس میں ہمارے ملک کا کوئی راز نہیں ہے۔۔۔ اور نہ کسی اور اسلامی ملک کا راز ہے"۔

"کیا ہم ان کی یہ بات مان سکتے ہیں۔۔۔ اور اگر بات یہی ہے تو وہ یہ کیسٹ ہمیں دکھا کیوں نہیں دیتے"۔

"میں نے بات کی ہے جمشید۔۔۔ وہ اس پر آمادہ نہیں۔۔۔ لیکن میں خود تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ کیسٹ میں کسی اسلامی ملک کا کوئی راز نہیں ہے"۔

"نہیں سر۔۔۔ یہ نہیں ہو گا۔۔۔ میں کیسٹ دیکھے بغیر ان کے حوالے نہیں کر سکتا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب جمشید۔۔۔ کیا تم میرا حکم بھی نہیں مانو گے"۔

"ایسی بات نہیں ہے سر۔۔۔ لیکن اگر ہم کوئی خوفناک تخصان اٹھا

بیٹھے تو ذمہ دار کون ہو گا۔۔۔ پہلے یہ بتا دیں۔۔۔ اور آپ قرآن کریم کی ایک بات سن لیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتے ہیں۔۔۔ یہود اور نصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہیں۔۔۔ یہ آپس میں تو دوست ہیں۔۔۔ تمہارے دوست نہیں ہیں۔۔۔ یعنی یہ ہر حالت میں ہمارے دشمن ہیں۔۔۔ جب کریں گے۔۔۔ دشمنی کریں گے' دوستی نہیں کریں گے"۔

"اوہ ہاں۔۔۔ یہ بات تو ہے۔۔۔ لیکن جمشید۔۔۔ اب تم بتاؤ۔۔۔ میں کیا کروں"۔

"آپ کے پانچ منٹ پورے ہو گئے"۔ انسپکٹر جمشید نے گویا انہیں یاد دلایا۔

"لیکن۔۔۔ بات ختم نہیں ہوئی۔۔۔ میری الجھنیں بہت بڑھ جائیں گی جمشید۔۔۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے"۔

"تب پھر میں کیسٹ آپ کے حوالے کر دیتا ہوں۔۔۔ آپ کی مرضی۔۔۔ نتائج کے ذمے دار آپ ہوں گے۔۔۔ اور اس کیسٹ کے ساتھ ہی میرا استعفیٰ بھی آپ کو منظور کرنا پڑے گا"۔

"کیا۔۔۔ یہ تم نے کیا کہا جمشید؟"

"جی۔۔۔ اگر آپ کیسٹ چاہتے ہیں تو میری شرط یہی ہے"۔

"نن نہیں جمشید۔۔۔ تم تو میرے دوست ہو۔۔۔ مجھے ایسی الجھنوں میں نہ ڈالو۔۔۔ مجھ پر رحم کرو۔۔۔ دیکھو۔۔۔ میں تم سے رحم کی بھیک مانگ رہا ہوں"۔



"سر۔۔۔ میں کیسٹ آپ کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہوں۔۔۔ اب آپ کو اس سے کیا فرق پڑ جائے گا کہ میں استعفیٰ دیتا ہوں یا نہیں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ جمشید۔۔۔ تمہاری مرضی"۔

"کیا مطلب سر۔۔۔ آپ نے کیا فیصلہ کیا"۔

"یہی کہ کیسٹ دے دو۔۔۔ استعفیٰ بھی لکھ دو"۔ انہوں نے کہا۔

"اوہ! بہت خوب۔۔۔ ہم آ رہے ہیں سر۔۔۔ کیسٹ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں"۔ فون کا ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے۔۔۔ اور پرسکون آواز میں بولے۔

"میں کیسٹ صدر صاحب کے حوالے کر رہا ہوں۔۔۔ کیسٹ آپ کو ان سے مل جائے گی۔۔۔ لیکن ایک بات یاد رکھیں۔۔۔ میں اپنے بچوں کا حساب آپ سے ضرور لوں گا"۔

"لیکن کب؟"

"ابھی اور اسی وقت"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی پستول ان کے ہاتھ میں نظر آیا۔

"خبردار کوئی حرکت نہ کرے۔۔۔ ہاں محمود' فاروق اور فرزانہ۔۔۔ ان کی مرمت اسی رنگ میں شروع کرو۔۔۔ جس انداز میں انہوں نے تمہاری مرمت کی تھی"۔

"جی بہت بہتر"۔

اور پھر وہ ان پر ٹوٹ پڑے۔۔۔ ان کی دھنائی شروع کر دی۔۔۔ ایسے میں گمان صاحب نے چیخ کر کہا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ بند کرو یہ ظلم"۔

"آپ نے میرے بچوں پر ظلم تو برداشت کر لیا۔۔۔ اور ظلم کرنے والوں سے انتقام لیا جا رہا ہے تو آپ کو یہ ظلم نظر آنے لگا۔۔۔ خاموش کھڑے رہیں"۔ انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

گمان کانپ گیا۔۔۔ پھر تو جیسے اسے سانپ سونگھ گیا چند منٹ میں ہی ان کے ناک' کان اور منہ سے خون رسنے لگا۔

"چند ہاتھ سفیر صاحب کو بھی۔۔۔ اس لیے کہ یہ ان کے کہنے پر ہوا"۔

"نن نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ انسپکٹر جمشید۔۔۔ یہ چیز آپ کو بہت مہنگی پڑے گی"۔ سفیر نے چلاتی آواز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ دیکھا جائے گا"۔ وہ بولے۔

اور پھر سفیر کی مرمت شروع ہو گئی۔۔۔ گمان پیچ و تاب کھاتا رہا۔۔۔ آخر سفیر کی حالت کی بھی ردی ہو گئی۔

"تمہیں اس سلسلے میں عدالت میں آنا ہو گا۔۔۔ تم نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے"۔ وہ ایک بار پھر بولا۔

"کوئی پروا نہیں۔۔۔ میں دیکھوں گا۔۔۔ کہ عدالت میں کیا ہوتا ہے"۔



مرمت کا کام پورا ہونے پر انہوں نے اپنے سب ساتھیوں سے کہا۔

"آؤ بھئی ہم چلتے ہیں۔۔۔ کیسٹ تو اب صدر صاحب کو دی جائے گی"۔

وہ وہاں سے باہر نکل آئے۔۔۔ اور پھر باقی سب لوگوں کے سامنے کیسٹ لیے وہ ایوان صدر پہنچے۔۔۔ صدر صاحب بہت خشک انداز میں ان سے ملے۔

"تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔۔۔ ان کی مرمت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہ بچے آپ کے سامنے ہیں"۔ انہوں نے محمود' فاروق اور فرزانہ کی طرف اشارہ کیا۔

"تو تم ان کے خلاف رپورٹ درج کراتے"۔

"کیا فائدہ ہوتا۔۔۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ انہیں ناپسندیدہ شخص قرار دے کر ان کے ملک واپس بھیج دیا جاتا۔۔۔ تاکہ ان کی جگہ دوسرا آ جائے"۔

"خیر۔۔۔ اب اس سوال کا جواب تو عدالت میں دینا۔۔۔ وہ کیسٹ کہاں ہے؟"

"یہ رہی کیسٹ۔۔۔ اور یہ رہا استعفیٰ"۔

"کیسٹ کا کاغذ اور پلاسٹک کور بھی دو"۔ وہ بولے۔

"جی ہاں... یہ رہے وہ بھی"۔

"اور خصوصی اجازت نامے بھی"۔ وہ بولے۔

"جی ہاں کیوں نہیں"۔

انہوں نے اپنے خصوصی اجازت نامے بھی میز پر رکھ دیئے۔

"اور صاحب صدر! میرا بھی استعفیٰ منظور کر لیں"۔ یہ کہہ کر پروفیسر داؤد نے بھی کاغذ ان کے سامنے رکھ دیا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔

"اب اجازت ہے"۔

"ہاں... لیکن ایک خیال اور رہے جمشید... یہ کیسٹ اصل ہو"۔

"مجھے یہی کیسٹ ملی تھی... میں نے اسے تبدیل نہیں کیا... یہ بات تو آپ اس حالت میں بھی جانتے ہیں میں جھوٹ نہیں بولتا"۔

"جانتا ہوں... آپ جا سکتے ہیں"۔

"شکریہ سر"۔

اور وہ ایوان صدر سے باہر نکل آئے... باہر ایک آفیسر کھڑا تھا... انہیں دیکھ کر فوراً ان کی طرف لپکا۔

"انسپکٹر جمشید... محمود' فاروق اور فرزانہ؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"ہاں جناب"۔



"یہ آپ لوگوں کے نام سمن ہیں... آپ کو ملک کے جنوبی حصے میں عدالت میں پیش ہونا ہے"۔

"اوہ اچھا... شکریہ"۔

"اور پروفیسر داؤد اور خان رحمان صاحبان؟" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"یہ ہم ہیں"۔

"آپ کے نام بھی سمن ہیں... آپ بطور گواہ طلب کیے گئے ہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ گھر پہنچے... بیگم جمشید انہیں دیکھ کر کھل گئیں۔

"خدا کا شکر ہے... آپ لوگ آئے تو"۔ وہ بولیں۔

"خیر تو ہے"۔

"انسپکٹر کامران مرزا کا فون آیا تھا"۔

"اوہ اچھا... وہ اپنے شہر میں ہیں"۔

"نہیں... کسی اور ملک میں... آپ سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے تھے"۔

"پھر تم نے کیا بتایا... انوار عالم کے نمبر بتا دیے ہوتے"۔

"بتائے تھے... لیکن اس وقت تک آپ لوگ وہاں سے آ چکے تھے"۔

"خیر... آ جائے گا دوبارہ"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔

"لیجیے شاید فون آ گیا ان کا"۔ وہ بولیں۔

انہوں نے ریسیور اٹھا لیا... جان کوری کا فون تھا۔

"صدر صاحب نے مجھے فون کیا ہے... کہ آ کر کیسٹ وصول کر لوں... دیکھا آپ نے... اور کل آپ عدالت میں بھی پیش ہو رہے ہیں"۔

"بہت خوب"۔ وہ بولے۔

اور فون کا ریسیور رکھ دیا گیا۔

"یہ فون ان کا نہیں تھا"۔

"خیر آ جائے گا... آپ لوگ پہلے کھانا کھا لیں... کھانا بالکل تیار ہے"۔

"حیرت ہے... جب دیکھو کھانا بالکل تیار ہے... آخر آپ یہ کیسے کر لیتی ہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"بس! اس کے لیے میں نے کچھ خاص طریقے اختیار کیے ہیں"۔ وہ مسکرائیں۔

ابھی وہ کھانا کھا رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی... اس بار انہوں نے دوسری طرف سے انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنی۔

"یہ میں نے کیا سنا ہے؟" وہ کہہ رہے تھے۔



"کیا سنا ہے؟"

"آپ نے استعفیٰ دے دیا ہے"۔

"اوہ ہاں! یہ بات درست ہے"۔

"لیکن وجہ کیا ہوئی"۔

"کہانی لمبی چوڑی ہے"۔

"کوئی بات نہیں... آپ سنائیں... اس لیے کہ میرے پاس وقت ہے"۔

اب انہوں نے کہانی سنانا شروع کی... انسپکٹر کامران مرزا بھی غور سے ساری کہانی سنتے رہے... ان کے خاموش ہونے پر وہ بولے۔

"کہانی بہت دلچسپ ہے... سن کر کسی جاسوسی ناول کا مزا آ گیا ہے"۔

"لیکن آپ کو یہ اطلاع کیسے مل گئی... آپ کہاں ہیں... ہم ابھی ابھی تو استعفیٰ دے کر آئے ہیں"۔

"ہم اس وقت انشارجہ میں ہیں... یہاں کے ایک خفیہ کارکن نے مجھے فون پر اطلاع دی تھی... وہ جانتا ہے کہ آج کل ہم یہاں موجود ہیں"۔

"بہت خوب! آپ اپنا کوئی نمبر وغیرہ دے دیں... تاکہ ضرورت ہو تو بات کر لی جائے"۔

"ہاں کیوں نہیں... ہم ایک دوست کے ہاں ٹھہرے ہوئے

ہیں"۔

"کیا صرف سیر کے لیے یہاں آئے تھے؟"

"ایک دوست کا کوئی ذاتی سا مسئلہ تھا... وہ انشارجہ میں ایک کیس میں پھنس گیا تھا... اسے اس چکر سے نکالنے کے لیے آنا پڑا... بس ایک دو دن میں فارغ ہو جاؤں گا"۔

"اچھی بات ہے"۔

"میں بھی اپنا استعفیٰ صدر صاحب کو بھیج رہا ہوں"۔

"ارے ارے... اس کی کوئی ضرورت نہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"اس کی ضرورت ہے... آخر یہ لوگ کرتے کیا ہیں"۔ انہوں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور پھر فون بند کر دیا۔

انسپکٹر جمشید ہنسنے لگے۔

"کیا ہوا ابا جان؟" محمود بولا۔

انہوں نے گفتگو سنا ڈالی... تیسرے دن ان کے فون کی گھنٹی بجی... ریسیور اٹھایا تو صدر صاحب تھے دوسری طرف۔

"انسپکٹر صاحب... کیا آپ ایوان صدر آنے کی زحمت کریں گے"۔

"ضرور جناب کیوں نہیں... لیکن میری کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"بس آپ سے ایک کام آ پڑا ہے"۔

"بہتر! ابھی حاضر ہوتا ہوں"۔ وہ بولے۔



"میں انتظار کر رہا ہوں"۔

وہ ایوان صدر پہنچے... صدر صاحب کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہو رہا تھا... جونہی وہ اندر داخل ہوئے... کمرے میں مشری کے آدمی بھی داخل ہو گئے... اور انہوں نے ان چاروں کو اپنی رائفلوں کی زد میں لے لیا۔

"یہ کیا صاحب صدر"۔

"انسپکٹر جمشید... تم نے مجھے دھوکا دیا... تمہیں کم از کم ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا"۔

"کیا مطلب... دھوکا اور میں نے"۔

"ہاں تم نے اور صرف تم نے"۔

"اور میں نے کیا دھوکا دیا سر"۔

"تم نے نقلی کیسٹ مجھے دی تھی"۔

"کیا!!!" وہ بہت زور سے اچھلے... ان کے چہروں کے رنگ اڑ گئے... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا... میرے ہاتھ وہی کیسٹ لگی تھی... اور میں نے اسے بدلا نہیں تھا... آپ جانتے ہیں... چاہے کچھ ہو جائے... میں جھوٹ نہیں بولتا"۔

صدر صاحب نے انہیں غور سے دیکھا... پھر بولے۔

"ہاں! میں جانتا ہوں... تم جھوٹ نہیں بولتے... لیکن پھر... یہ

کیسے ہو گیا"۔

"اس کا مطلب ہے سر... ہمارے ہاتھ کیسٹ ہی جعلی لگی تھی... اصلی کیسٹ ہمیں ملی ہی نہیں... اور اس کا مطلب ہے... یہ چکر فوندا نے چلایا تھا... وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے... ورنہ اس سے پوچھا جاتا... اصل کیسٹ کہاں ہے"۔

"اوہ نہیں"۔

"اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہے سر"۔

"مجھے یقین ہے جمشید... تم درست کہہ رہے ہو... اچھا خیر... تم جا سکتے ہو... میں انشارجہ کو مطمئن کر دوں گا"۔

"شکریہ سر"۔

وہ جانے کے لیے مڑ گئے... ایسے میں صدر صاحب بولے۔

"اب جب کہ یہ معاملہ ختم ہو گیا... تم اپنا استعفیٰ واپس کیوں نہیں لیتے"۔

"جیسے آپ کی مرضی... اصل کیسٹ انشارجہ کے ہاتھ نہیں لگی... لہٰذا میں استعفیٰ واپس لے سکتا ہوں"۔ وہ مسکرا دیئے۔

ملٹری میٹوں کے چہروں پر بھی مسکراہٹیں پھیل گئیں... وہ بھی انسپکٹر جمشید کو بہت پسند کرتے تھے... اور پھر وہ اپنے گھر آ گئے... یہ نئی خبر انہوں نے خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو سنائی... ایسے میں فون کی گھنٹی بجی۔



دوسری طرف انوار عالم تھے اور وہ خوف کے عالم میں کہہ رہے تھے۔

"شوکی برادرز کو اغوا کر لیا گیا... اور ان کا کوئی پتا نہیں کہ کہاں لے جایا گیا ہے"۔

☆○☆

# ہوٹل کا مالک

فون کا ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

"انوار عالم صاحب کا فون تھا... آئی جی صاحب نے بتایا ہے کہ شوکی اور زکو اغوا کر لیا گیا... اور ان کا کوئی پتا نہیں چل رہا"۔

"حیرت ہے... اب کسی کو شوکی برادرز کی کیا ضرورت پیش آ گئی"۔ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ تو پتا نہیں... کیا ضرورت پیش آ گئی... یہ پتا ہے کہ اب پھر ہمیں وہاں جانا پڑے گا... شوکی برادرز کو بھی اغوا ہونے کی سوجھتی رہتی ہے"۔ فاروق نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"لیکن اس میں ان کا کیا قصور... وہ خود تو آواز لگاتے نہیں پھرتے... اغوا کر لو... ہمیں اغوا کر لو"۔ فرزانہ نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"خیر تو ہے... کاٹ کھانے کو کیوں دوڑ رہی ہو"۔

"نظر کمزور تو نہیں ہو گئی... دوڑ کہاں رہی ہوں... آرام سے بیٹھی ہوں"۔



"میرا خیال ہے... تم یہ باتیں جہاز میں کر لینا"۔ انہوں نے فون کا ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ کسے فون کر رہے ہیں... آپ بھی جہاز میں فون کر لیجیے گا"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"تمہارے انکز کو تو ساتھ لے کر جانا پڑے گا... وہ بھی تو جہاز میں ساتھ ہوں گے"۔

"اوہ اچھا خیر... کیجیے پھر انہیں فون"۔

"اور ہوائی جہاز کا بھی پتا کرنا ہے"۔ وہ بولے۔

ایک گھنٹے بعد وہ سب ہوائی جہاز میں بیٹھے تھے... ان کی زندگی بھی عجیب تھی... بعض اوقات تو انہیں کئی کئی دن رات مسلسل کام کرتے گزر جاتے تھے اور انہیں کھانے پینے تک کا ہوش نہیں رہتا تھا... ایئرپورٹ سے وہ سیدھے انوار عالم کے دفتر پہنچے... انہوں نے غمگین انداز میں مسکرا کر انہیں دیکھا۔

"تشریف رکھیں... مجھے افسوس ہے... میں نے آپ کو اس قدر جلدی پھر بلا لیا"۔

"کوئی بات نہیں... کل تو ہمیں یوں بھی آنا تھا... عدالت میں پیش ہونا ہے نا ہمیں"۔

"عدالت میں؟"

"جی ہاں! آپ کے سفیر صاحب نے مقدمہ درج کرایا ہے

ہمارے خلاف"۔

"وہ اچھا... خیر دیکھا جائے گا"۔

"ہاں! اب بتائیں... شوکی برادرز کا کیا چکر ہے... اب پھر انہیں کس لیے اغوا کیا گیا ہے"۔

"یہ تو اغوا کرنے والے بتائیں گے... ہمیں تو ان کے والدین کی طرف سے فون ملا تھا... کہ شوکی برادرز کو کچھ لوگ اغوا کر کے لے گئے ہیں... میں نے پہلے تو پورے شہر میں انہیں تلاش کرایا... پھر مایوس ہو کر آپ کو فون کر دیا"۔

"ہوں... آپ نے اچھا کیا... ہم ابھی ان کی تلاش میں نکلتے ہیں... ویسے کیا آپ نے جان کوری کی رہائش کی تلاشی لی"۔

"نن نہیں... لیکن بھلا اسے ان لوگوں کو اغوا کرنے کی ضرورت تھی... ظاہر ہے... ان لوگوں کو تو کیسٹ مل چکی ہے"۔

"یہی تو مشکل ہے سر"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"مطلب یہ کہ... انٹارجہ کی حکومت کا کہنا ہے کہ یہ وہ کیسٹ نہیں ہے"۔

"اور وہ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں... جب کہ اس کیسٹ میں انہیں کچھ نظر ہی نہیں آتا"۔

"وہ کسی طرح اس کیسٹ کو دیکھنے کے قائل ہوں گے نا"۔



انہوں نے کہا۔

"وہ ہاں... خیر... اب آپ جانیں... آپ کا کام جانے... ویسے میں ہر ممکن مدد کے لیے تیار ہوں... ارے ہاں... آپ کے استعفیٰ کا کیا بنا؟"

"وہ دے دیا گیا تھا... واپس بھی لے لیا گیا"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

انہوں نے تفصیل سنا دی... آئی جی مسکرا دیے... اب انہوں نے شوکی برادرز کے گھر کا رخ کیا... شوکی کے والدین بہت فکرمند بیٹھے تھے... انہیں دیکھ کر ان کی کچھ جان میں جان آئی۔

"خدا کا شکر ہے... آپ لوگ تو آئے... اب ہمیں امید ہے کہ آپ ہمارے بچوں کو تلاش کر لیں گے"۔ مشتاق احمد خان بولے۔

"ہاں ان شاء اللہ! آپ فکر نہ کریں... یہ بتائیں... اغوا کرنے والے کتنے تھے؟"

"وہ کل چھے تھے... لیکن انہوں نے نقابوں میں منہ چھپا رکھے تھے... ایک بڑی گاڑی ہمارے دروازے پر آ کر رکی... میں نے دستک سن کر دروازہ کھولا تو وہ یک دم اندر داخل ہو گئے... ان میں سے ایک یعنی ساتواں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا رہ گیا... وہ اندر آئے... انہوں نے ہمیں باندھ دیا... منہ میں رومال ٹھونس دیے... اور پھر ان پانچوں کو گاڑی میں بند کر کے لے گئے"۔

"آپ ان کے قد و قامت اور چال ڈھال سے کچھ بھی اندازہ نہیں لگا سکے"۔

"بس اتنا کہ وہ غیر ملکی تھے"۔

"اور کوئی چیز.... شاید وہ کچھ گرا گئے ہوں"۔

"ہاں! سگریٹ کا ایک ٹکڑا.... ان میں سے ایک نے سگریٹ ختم ہونے پر اس کا ٹکڑا گرا دیا تھا"۔

"آپ وہ ٹکڑا ہمیں دے دیں"۔

"اچھا"۔ مشتاق احمد خان نے کہا اور ٹکڑا انہیں دے دیا.... انسپکٹر جمشید نے اس کو بغور دیکھا اور کاغذ میں لپیٹ کر جیب میں رکھ لیا۔

"آپ لوگوں کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں.... ہم بہت جلد.... بلکہ شاید چند گھنٹوں تک انہیں تلاش کر لیں گے اور اغوا کرنے والوں کو گرفتار کر لیں گے"۔

"بہت بہتر"۔ وہ بولے۔

وہاں سے نکل کر وہ سیدھے جان کوری کی رہائش پر پہنچے.... باہر اسی طرح باوردی پہرے دار موجود تھے.... انہیں دیکھ کر دونوں نے رائفلیں تان لیں۔

"ہمیں مسٹر جان کوری سے ملنا ہے"۔

"نہیں مل سکتے"۔ دونوں ایک ساتھ بولے۔



"مجبوری ہے.... ہمیں ان سے ملنا ہی پڑے گا"۔

"پہلے سے وقت لینا پڑے گا"۔

"اتنا وقت ہمارے پاس کہاں.... آپ انہیں اطلاع دیں.... یہ ملاقات ان کے فائدے کی ہے.... کیس کے بارے میں ضروری بات ہے"۔

"اوہ اچھا"۔ ایک نے چونک کر کہا۔

پھر ان میں سے ایک نے فون پر اندر رابطہ کیا اور ان کے بارے میں بتایا.... فوراً ہی اس نے کہا۔

"آیئے جناب"۔

وہ اس کے سامنے اسی کمرے میں پہنچے.... جان کوری پہلے کی طرح بستر پر دراز تھا.... انہیں دیکھ کر طنزیہ انداز میں مسکرانے لگا۔

"آیئے انسپکٹر صاحب.... کہئے کیا حال ہے.... ہوا ہو گئی ساری اکڑ"۔

"نہیں.... ہوں کی توں موجود ہے"۔ وہ بولے۔

"کیا مطلب؟"

"کام کی بات کریں.... کیس کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں یا نہیں؟"

"اوہ ہاں! بالکل جاننا چاہتا ہوں"۔

"تو پھر پہلے یہ بتائیں.... شوکی برادرز کہاں ہیں؟"

"کیوں... انہیں کیا ہوا؟"

"ایک بار پھر انہیں اغوا کر لیا گیا ہے"۔

"کیا... نہیں... لیکن کیوں... کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔ وہ دھک سے رہ گیا انسپکٹر جمشید اس کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے۔

"کسی کو نہیں... آپ کو ضرورت تھی ایسا کرنے کی... جب وہ کیسٹ انشارجہ پہنچی اور انہیں پتا چلا کہ کیسٹ اصلی نہیں ہے... تو انہوں نے فوراً یہ بات آپ کو بتائی... لہٰذا آپ نے شوکی برادرز کو اغوا کر لیا"۔

"نن نہیں... ایسا نہیں ہوا"۔ جان گوری نے بوکھلا کر کہا۔

"تو پھر کیا ہوا ہے... یہ بتا دیں"۔

"ہمیں بھلا شوکی برادرز کو اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔

"اچھا تو پھر... کسے ضرورت تھی... اس کیسٹ کے بارے میں اور کس کس کو معلوم ہے؟" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"ہمارے علاوہ شاورجستان کو بھی تو معلوم ہے"۔

"اوہ ہاں... لیکن فونڈا شاورجستان کا رہنے والا نہیں تھا"۔

"وہ... وہ انشارجہ کا تھا"۔

"کیا!!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں! یہی بات ہے... وہ انشارجہ کا رہنے والا تھا"۔



"کیسٹ اس کے پاس کیسے آئی تھی... کیا آپ بتا سکتے ہیں؟"

"نہیں... یہ بات مجھے بالکل معلوم نہیں... مجھے تو انشارجہ کی طرف سے یہ حکم ملا تھا کہ فونڈا نامی ایک شخص کے پاس ایک پیکٹ ہے... وہ ہر حال میں حاصل کرنا ہے... لیکن ہم سے بھی پہلے وہاں شاورجستان کے آدمی پہنچ گئے... ہم بعد میں اس چکر میں شامل ہوئے تھے... لہٰذا شوکی برادرز کو اگر کسی نے اغوا کیا ہے... تو شاورجستان کے لوگوں نے"۔

"ہم یہاں کی تلاشی لیں گے"۔

"لیکن کیسے... اب آپ انسپکٹر نہیں رہے"۔

"میں اب بھی انسپکٹر جمشید ہوں... اور میرے تمام تر اختیارات مجھے واپس مل چکے ہیں... یقین نہیں تو صدر صاحب کو یا نائب صدر صاحب کو فون کر کے معلوم کر لیں"۔

"اچھی بات ہے... آپ تلاشی لینا چاہتے ہیں... لیکن خیال رہے... ابھی آپ کو عدالت میں پیش ہونا ہے... غالباً کل"۔

"وہ میں ہو جاؤں گا... آپ پریشان نہ ہوں... اگر یہاں سے شوکی برادرز مل گئے تو کل عدالت میں اور زیادہ مزا آئے گا"۔

"ضرور کوشش کر لیں... لیکن وہ یہاں نہیں ہیں"۔

"ہم تلاشی لیے بغیر نہیں رہ سکتے"۔

"اوکے"۔ اس نے کندھے اچکا دیے۔

انہوں نے پوری عمارت کی اچھی طرح تلاشی لی۔۔۔ تہ خانے کے امکانات کا جائزہ لیا گیا۔۔۔ لیکن پھر فوراً ہی یہ خیال انہوں نے اپنے ذہنوں سے نکال دیا۔۔۔ کیونکہ اگر اس عمارت میں کوئی تہ خانہ ہوتا تو پھر تمام تر جاسوسی آلات سفیر کے ساتھ والے کمرے میں رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔ لہٰذا انہیں یقین کرنا پڑا کہ شوکی برادرز یہاں نہیں ہیں۔

"اس کا مطلب ہے۔۔۔ ہمیں شوکی برادرز کا کھوج لگانے کے لیے ایک بار پھر اریانی شاہ سے ملنا ہو گا"۔ محمود بولا۔

"ہاں! تو چلیں۔۔۔ اور ہاں مسٹر جان کوری۔۔۔ آپ اگر ہمیں فونڈا کے بارے میں معلومات دے دیں۔۔۔ تو ہم شاید اس کیس میں بہت کچھ کر سکیں گے"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ میں کوشش کروں گا۔۔۔ کیا وہ کیسٹ آپ میرے حوالے کر دیں گے"۔

"نہیں۔۔۔ میں یہ وعدہ نہیں کر سکتا"۔

اور پھر وہ وہاں سے سیدھے اریانی شاہ کے پاس آئے۔۔۔ وہ حوالات میں گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا تھا۔

"مسٹر اریانی شاہ۔۔۔ اگر آپ ہماری کچھ مدد کریں۔۔۔ تو ہم بھی آپ کے کچھ کام آ سکیں گے"۔

"کیا مطلب۔۔۔ کیسی مدد؟"

"شوکی برادرز کو کسی نے اغوا کر لیا ہے۔۔۔ اسی کیسٹ والے چکر



میں۔۔۔ اس وقت تک یا تو شاوجستان اس معاملے میں دلچسپی لے رہا ہے۔۔۔ یا پھر انشارجہ۔۔۔ انشارجہ کے سفارت خانے کی تلاشی ہم لے آئے ہیں۔۔۔ شوکی برادرز وہاں نہیں ہیں۔۔۔ اب مہربانی فرما کر آپ بتا دیں۔۔۔ وہ کہاں ہو سکتے ہیں"۔

"مجھے نہیں معلوم۔۔۔ اگر معلوم ہوتا۔۔۔ تو بھی نہ بتاتا"۔

"آپ کا یہاں کوئی ہیڈ کوارٹر تو ہو گا۔۔۔ کوئی ایسی جگہ۔۔۔ جہاں شاوجستان کے ایجنٹ مل بیٹھتے ہوں گے"۔

"ہاں ہے۔۔۔ ایسی ایک جگہ۔۔۔ لیکن میں کیوں بتاؤں۔۔۔ اپنے ملک کے لوگوں کو میں کیوں پکڑواؤں"۔ اس نے آنکھیں نکالیں۔

"اس میں آپ کا فائدہ ہے"۔

"نہیں نہیں نہیں"۔ اس نے کہا۔

"تب پھر آپ کے ساتھ پھر وہی سلوک کرنا پڑے گا"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب۔۔۔ کون سا سلوک؟"

"سرد ہوا والا"۔

"نن نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ مجھے بہت سردی لگتی ہے۔۔۔ میں وہ ہوا برداشت نہیں کر سکتا"۔

"تب پھر بتاؤ۔۔۔ وہ جگہ کہاں ہے؟"

"ہوٹل امبالا"۔ اس نے فوراً کہا۔

"ہوٹل امبالا... تو کیا وہ ہوٹل ہی کسی شاوجستانی کا ہے"۔

"ہاں بالکل... لیکن لوگ اسے شاوجستانی نہیں سمجھتے"۔

"شکریہ... بہت بہت... آؤ بھئی چلیں"۔

وہ اسی وقت ہوٹل امبالا پہنچے... یہ ہوٹل ایک الگ تھلگ اور پر فضا علاقے میں بنایا گیا تھا۔

جونہی وہ اس کے ہال میں داخل ہوئے کاؤنٹر پر بیٹھا آدمی چونک اٹھا... اس کے ہاتھ فوراً حرکت میں آئے اور ساتھ ہی وہ ساکن ہو گئے... اور وہ کاؤنٹر پر جا رکے... انسپکٹر جمشید نے کاؤنٹر مین کو بغور دیکھتے ہوئے... نرم گرم لہجے میں کہا۔

"پانچ نوعمر افراد کو یہاں اغوا کر کے لایا گیا ہے... وہ کون سے کمرے میں ہیں... دیکھو... کوئی حیرت ظاہر نہ کرنا... میں تمام تر معلومات اریانی شاہ سے لے کر آیا ہوں"۔

"او... تو یوں کہئے نا... آپ کو شاہ صاحب نے بھیجا ہے... گویا آپ کو ان پانچوں کی ضرورت ہماری نسبت زیادہ ہے... لیکن اس بات کا ثبوت کیا ہے... کہ آپ کو اریانی شاہ نے بھیجا ہے"۔

"اگر آپ پسند کریں تو میں فون پر بات کرا دوں"۔

"ہاں! ضرور کرا دیں"۔

انسپکٹر جمشید نے فون پر نمبر لائے... پھر اپنا نام بتا کر بولے۔

"ریسیور ذرا اریانی شاہ کو دیں"۔



"جی بہتر" دوسری طرف سے کہا گیا۔

سلسلہ ملنے پر اریانی شاہ کی آواز سنائی دی۔

"آپ نے ہی مجھے ہوٹل امبالا کے بارے میں بتایا ہے نا"۔

"ہاں بالکل"۔

"ہوٹل کا عملہ اس بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں... لیجئے... ذرا انہیں یقین دلا دیں"۔

"میں ان سے کیا کہوں"۔ اس نے خوفزدہ ہو کر کہا۔

"کیوں... کیا بات ہے؟"

"اگر میں نے انہیں بتایا کہ آپ کو ہوٹل کے بارے میں معلومات میں نے دی ہیں تو یہ لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے... بہت خطرناک ہیں... آپ بھی اس وقت گویا موت کے منہ میں کھڑے ہیں"۔

"تب پھر اریانی شاہ... تم نے ہمیں جان بوجھ کر یہاں بھیجا ہے"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"نہیں... آپ ایسی جگہ کے بارے میں جاننا چاہتے تھے... جہاں شاوجستان کے جاسوس جمع ہوتے ہوں اور میں نے ایسی جگہ بتا دی' اب اس میں میرا کیا قصور؟"

"خیر آپ انہیں بتا دیں... میں دیکھ لوں گا... آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

"اچھا۔۔۔ ریسیور انہیں دیں"۔

"یہ لیں جناب۔۔۔ ارانی شاہ سے بات کریں"۔

"جی بہتر"۔ وہ بولا اور ریسیور لے لیا۔۔۔ پھر دوسری طرف کی آواز سن کر بولا۔

"آہا۔۔۔ شاہ صاحب۔۔۔ یہ آپ ہیں۔۔۔ خوشی ہوئی آپ کی آواز سنی کر۔۔۔ آپ کا حکم ہو اور ہم عمل نہ کریں۔۔۔ ہم ابھی بچے ان کے حوالے کر دیتے ہیں"۔

جواب میں ارانی شاہ نے نہ جانے کیا کہا۔۔۔ اس نے فون بند کر دیا اور ان کی طرف مڑا۔

"اس بات پر تو یقین آ گیا کہ آپ کو یہاں ارانی شاہ نے بھیجا ہے۔۔۔ لیکن اس نے بتایا ہے کہ وہ آپ کی قید میں ہے۔۔۔ اور آپ نے اسے ایک مجرم کے طور پر پکڑا ہے"۔

"ہاں یہی بات ہے۔۔۔ تو پھر۔۔۔ اس سے کیا ہوتا ہے"۔

"اگر آپ بدلے میں انہیں چھوڑ دیں تو کیا ہی بات ہے"۔

"مسٹر۔۔۔ مجھے اس جگہ لے چلو۔۔۔ جہاں وہ پانچوں ہیں۔۔۔ ورنہ ارانی شاہ نے تمہیں میرا نام تو بتا دیا ہو گا۔۔۔ اول تو وہ نہ بتاتا۔۔۔ تب بھی کوئی بات نہیں تھی۔۔۔ اس لیے کہ تم مجھے ویسے ہی اچھی طرح جانتے ہو"۔

"مم۔۔۔ میں۔۔۔ نہیں تو۔۔۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے"۔



"ہاں! یہ کم بخت مجھے ہو جاتی ہے کبھی کبھار۔۔۔ میں آج تک اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکا"۔

"کک۔۔۔ کس سے جمشید؟" پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"جی غلط فہمی سے"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ غلط فہمی سے۔۔۔ میں کچھ اور سمجھا تھا۔۔۔ خیر جانے دو۔۔۔ تم ان صاحب سے کیا کہہ رہے تھے"۔

"میں۔۔۔ ان سے یہ کہہ رہا تھا کہ یہ ہمیں اچھی طرح جانتے ہیں' اس لیے کہ جب ہم اندر داخل ہوئے تھے تو یہ چونک اٹھے تھے۔۔۔ اور پھر انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت بھی دی تھی۔۔۔ مسٹر آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے کیا کیا تھا"۔

"ہاں آپ کا خیال ٹھیک ہے۔۔۔ میں نے یہ کیا تھا"۔

یہ کہہ کر وہ دایاں ہاتھ کلوز کر لے آیا۔۔۔ اس میں ایک بہت بڑا پستول تھا۔۔۔ اب اس کی نال کا رخ ان کی طرف تھا۔

"حرکت نہ کرنا انسپکٹر جمشید"۔

"اچھی بات ہے نہیں کروں گا"۔

"اب چلو۔۔۔ میں تمہیں ان پانچوں کے پاس لے جاؤں۔۔۔ تم بھی کیا یاد کرو گے"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ لیکن چلنے کے لیے تو مجھے حرکت کرنا پڑے

گی"۔ وہ مسکرائے۔

"چلو چلو۔۔۔ زیادہ باتیں نہ بگھارو"۔

"چلو بھئی۔۔۔ اس بے چارے کی خواہش پوری کر دو"۔

وہ انہیں ایک اندرونی کمرے میں لے آیا۔۔۔ پھر اس کمرے کے فرش پر بچھا قالین الٹ دیا۔۔۔ اس کے نیچے فرش پر ایک چوکور نشان نظر آیا۔۔۔ دیوار میں لگے سوئچ بورڈ پر ایک بٹن دباتے ہی وہ چوکور نشان کسی ڈھکنے کی طرح اوپر اٹھ گیا۔۔۔ نیچے سیڑھیاں جاتی نظر آئیں"۔

"بہت خوب۔۔۔ تو یہاں ہیں ہمارے ساتھی"۔

"ہاں! چلئے آپ بھی نیچے"۔

"تو آپ آگے چلیں نا"۔

"نہیں۔۔۔ آپ سب مجھ سے آگے چلیں۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ پہلے میں نے نہیں کہا تھا۔۔۔ اب کہتا ہوں۔۔۔ ہاتھ اوپر اٹھا کر چلو"۔

"اوہ اچھا"۔ انہوں نے کہا اور پھر بجلی کی طرح حرکت میں آئے۔۔۔ دوسرے لمحے پستول ان کے ہاتھ میں تھا۔۔۔ وہ ساکت رہ گیا۔

"بس۔۔۔ اتنی سی بات پر تنگ ہو کر رہ گئے۔۔۔ ابھی تو بہت چمک رہے تھے"۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا ہوا؟" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اب تم ہمارے آگے چلو اس تہ خانے میں"۔

"نن نہیں"۔ وہ خوف زدہ انداز میں بولا۔



"کیوں کیا بات ہے۔۔۔ ہمیں تو بہت خوش ہو کر بھیج رہے تھے"۔

"ہاں۔۔۔ لیکن میں نیچے نہیں اتروں گا۔۔۔ اس تہ خانے سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔۔۔ آج تک اس میں سے کسی کو نہیں نکالا گیا"۔

"ارے تو پھر اس میں قید کیے جانے والے کہاں چلے جاتے ہیں؟"

"اندر ہی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں"۔

"اور ان کی لاشیں؟"

"لاشیں نیچے ہی گل سڑ جاتی ہیں۔۔۔ ویسے نیچے ہیٹر بھی لگا ہوا ہے۔۔۔ بجلی کا ایک بڑا سا ہیٹر۔۔۔ جب اس کا بٹن دبا دیا جاتا ہے۔۔۔ مردہ انسان راکھ میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔۔۔ اس لیے آپ کو نیچے ہڈیوں کے پنجر نہیں ملیں گے۔۔۔ ہاں راکھ کا بستر ضرور ملے گا"۔

"شوکی۔۔۔ کیا تم لوگ نیچے ہو؟"

"یس انکل۔۔۔ ہم نیچے نہیں ہوں گے تو کیا اوپر ہوں گے۔۔۔ اوپر سے تو آپ کی آوازیں آ رہی ہیں"۔

"اچھا شوکی۔۔۔ فکر نہ کرو۔۔۔ اب تم لوگ اوپر آ جاؤ۔۔۔ میں ذرا ان صاحب سے دو دو باتیں کر لوں"۔ یہ کہہ کر وہ اس کی طرف مڑے۔

"اب اگر میں تمہیں اس تہ خانے میں گرا دوں اور دروازہ بند کر کے میں ہیٹر والا بٹن دبا دوں تو؟"

"نن نہیں... نہیں... اس قدر خوفناک موت کے تو تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں"۔

"چلو کوئی بات نہیں... بس رونگٹے ہی تو کھڑے ہوتے ہیں"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"نن نہیں"۔

"اگر تم چاہتے ہو... اس تہ خانے کی خوفناک موت سے بچ جاؤ... تو پھر بتاؤ... ہوٹل کا مالک کون ہے؟"

"اریانی شاہ"۔

"کیا!!!" وہ چلائے۔

"جی ہاں! اس بات کی تصدیق میں کرا سکتا ہوں"۔

"اچھا... ٹھیک ہے... تصدیق کرا دینا... پہلے یہ بتاؤ... یہاں اور کون کون شارجستان کے ایجنٹ آتے ہیں"۔

"پتا نہیں... کتنے آتے ہیں... ان کا ریکارڈ تو کوئی نہیں ہے"۔ وہ بولا۔

"دیکھو... غلط بیانی نہ کرو... اگر تمہاری کوئی بات غلط ثابت ہو گئی تو پھر اس تہ خانے میں دھکیل دیئے جاؤ گے"۔

"اچھی بات ہے... میں سب کے نام پتے بتا دیتا ہوں"۔

"ہاں! یہ ہوئی نا بات... لیکن پہلے ہم شوکی برادرز کو نکالیں گے"۔



پھر ایک ایک کر کے شوکی برادرز اوپر آ گئے۔

"خدا کا شکر ہے انکل... آپ لوگ آئے تو... ورنہ ہم تو قریب قریب مایوس ہو چلے تھے"۔

"لیکن بھئی... مایوسی گناہ ہے"۔ فرزانہ بولی۔

"ہاں بے شک... لیکن ان حالات میں ذہن میں طرح طرح کے خیالات تو آتے ہیں نا... بس وہ بھکڑوں کی طرح آتے رہے... ہم ان سے پیچھا چھڑاتے رہے... لیکن ان کا حملہ اور زیادہ ہوتا رہا... پھر بھی ہم یہ سوچتے رہے... کہ اللہ تعالیٰ ضرور کوئی سبب پیدا کریں گے... اور آخر اس نے سبب پیدا کر دیا"۔

اچانک کوئی چیز انسپکٹر جمشید کے ہاتھ پر گری... پستول ان کے ہاتھ سے نکل گیا... ساتھ ہی کمرہ پستول برداروں سے بھر گیا۔

"ہاتھ اوپر اٹھا دو انسپکٹر جمشید... اور تمہارے یہ ساتھی بھی... آج تم موت کے منہ میں آ ہی گئے... اب بچنے کی بس ایک صورت ہے... اور وہ یہ کہ اصل کیسٹ ہمارے حوالے کر دو"۔

"میں کیسٹ انشارجہ کے حوالے کر چکا ہوں"۔

"وہ نقلی تھی"۔

"میرے ہاتھ وہی کیسٹ لگی تھی"۔

"اسی لیے ہم نے شوکی برادرز کو اغوا کیا تھا"۔

"کیا مطلب"

"آپ نے جو کیسٹ' انشارجہ کے حوالے کی ہے۔۔۔ اگر وہی کیسٹ آپ کے ہاتھ لگی تھی۔۔۔ تب پھر اس کا صرف اور صرف ایک ہی مطلب نکلتا ہے"۔

"صرف اور صرف ایک ہی مطلب۔۔۔ اور وہ کیا؟"

"اور وہ یہ کہ۔۔۔ اصل کیسٹ کے بارے میں صرف شوکی برادرز کو پتا ہے"۔

"کیا!!!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆○☆



# رپورٹ آگئی

انسپکٹر جمشید کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔۔۔ انہوں نے ایک نظر شوکی پر ڈالی۔۔۔ اور پھر فوراً بتالی۔

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔۔۔ ان سے کیسٹ ہمیں مل گئی تھی۔۔۔ آپ تو پہلے یہ بتائیں۔۔۔ آپ کو کیسٹ کا پتا کس طرح لگا تھا"۔

"ایسی باتیں نہیں بتائی جاتیں۔۔۔ آپ کیسٹ میرے حوالے کر دیں۔۔۔ شوکی سے کہیں کیسٹ نکال کر لے آئے۔۔۔ جہاں بھی انہوں نے چھپائی ہے"۔

"تم لوگوں کے خیال میں اگر کیسٹ شوکی برادرز کے پاس ہے۔۔۔ تو تم نے انہیں تہ خانے میں کیوں بند کیا۔۔۔ ان سے پوچھا کیوں نہیں"۔

"بالکل پوچھا تھا۔۔۔ ان کا تو بس ایک ہی جواب ہے۔۔۔ کیسٹ انہوں نے آپ لوگوں کو دے دی ہے"۔

"تب پھر۔۔۔ انہیں تہ خانے میں کیوں بند کیا گیا؟"

"اس لیے کہ ہمیں ان کی بات پر کوئی یقین نہیں ہے۔۔۔ ہم نے

انہیں تہ خانے میں اسی لیے پھینکا تھا کہ خوف زدہ ہو کر بتا دیں گے۔ لیکن یہ بھی بہت پکے نکلے۔ ابھی تک انہوں نے کچھ نہیں بتایا"۔

"اوہو جناب! بتائیں تو اس وقت۔ جب بتانے کے قابل کوئی بات ہو"۔

"لیکن ہمیں سو فیصد یقین ہے۔ کہ اصل کیسٹ تم لوگوں کے پاس ہے۔ کیونکہ فوجدا نے بالکل اصلی کیسٹ تم لوگوں کے حوالے کی تھی"۔

"اب ہم کیا بتائیں۔ کیسے بتائیں۔ کیوں بتائیں"۔ شوکی نے جھلا کر کہا۔

"صرف یہ بتاؤ۔ اصل کیسٹ کہاں ہے۔ ورنہ ہم تم لوگوں کو تہ خانے میں دھکا دے کر زندہ جلا دیں گے۔ ہمیں اس کام کے لیے تو بس ایک بٹن ہی دبانا پڑے گا"۔

"اچھی بات ہے تو پھر دیں دھکا۔ سب سے آگے میں ہوں۔ مجھے دھکا دیا جائے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اب یہی کرنا ہو گا۔ یہ لوگ لاتوں کے بھوت ہیں۔ باتوں کے نہیں"۔

کاؤنٹر والا آگے بڑھا۔ اس نے ان کی کمر پر ہاتھ رکھا اور ایک زوردار دھکا انہیں دیا۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اور وہ تہ خانے میں جا گرا۔



"ارے! یہ کیا ہوا؟" اس کے ساتھی چونک اٹھے۔

"مم۔ مجھے نکالیں۔ اوپر جلدی کریں۔ میرا دم گھٹ رہا ہے"۔

"انسپکٹر جمشید۔ یہ آپ نے کیا کر دیا۔ ہم چاہیں تو آپ کو گولیوں سے بھون کر نیچے گرا دیں"۔

"تو پھر بھون دو۔ کیسٹ کا راز ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے گا۔ وہ بولے۔

"کیا کہا۔ کیسٹ کا راز"۔ ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔

"اس۔ اس کا مطلب ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔ اصل کیسٹ کہاں ہے؟"

"ہاں! معلوم ہے"۔

"اوہ۔ اور اس کا مطلب ہے۔ ہم نے شوکی برادرز کو بلاوجہ اغوا کیا"۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ تو مجھے معلوم نہیں"۔

"لل۔ لیکن۔ باس کی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی"۔

"کون سے باس کی۔ اریانی شاہ کی"۔ محمود نے پوچھا۔

"نہیں۔ اریانی شاہ کے بھی باس کی۔ وہ یہاں نہیں ہوتا۔ شلوجستان میں ہوتا ہے"۔

"اوہ اچھا۔ اس کا نام؟"

"جانی بھوری"۔ اس نے کہا۔

"اوہ ہاں! یہ نام سامنے آ چکا ہے۔۔۔ تو یہ بات جانی بھوری نے کہی تم سے۔۔۔ اصل کیسٹ شوکی برادرز کے پاس ہے"۔

"ہاں! اس نے کہا تھا"۔

"اب اس شخص سے ملنا ہی پڑے گا"۔

"یہ اچھا پروگرام رہے گا۔۔۔ تم سب جانی بھوری سے فوری معاملات طے کر لو"۔

"تو پھر بلائیں اسے"۔

"اسے یہاں بلانے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔ آپ اس کے پاس جائیں"۔

"تو ہمیں اس کے پاس بھیج دیں"۔

"ضرور۔۔۔ لیکن پہلے ہم اس سے اس بارے میں بات کریں گے"۔

"تو پھر کریں بات۔۔۔ اس دھکم پیل کا کوئی فائدہ نہیں۔۔۔ اس طرح کیسٹ آپ لوگوں کے ہاتھ نہیں لگ سکتی"۔ وہ بولے۔

"کاؤنٹر مین کو اوپر لانے دیں۔۔۔ اس ہوٹل کے انچارج یہی ہیں۔۔۔ ہم تو سب ان کے ماتحت ہیں۔۔۔ جانی بھوری سے رابطہ وہی کریں گے"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ محمود۔۔۔ اس کے لیے رسی نیچے گراؤ



بھئی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی بہت بہتر"۔

اور پھر اسے اوپر کھینچ لیا گیا۔

"اف مالک۔۔۔ اوپر آنا تو نصیب ہوا"۔ کاؤنٹر مین نے خوش ہو کر کہا۔

"آپ کا خیال ٹھیک تھا سر۔۔۔ کیسٹ انہی لوگوں کے پاس ہے"۔ ایک پستول والا بولا۔

"یہ میرا نہیں۔۔۔ جانی بھوری صاحب کا خیال تھا"۔ اس نے اسے گھورا۔

"لیکن سر۔۔۔ اس میں گھورنے کی کیا بات ہے"۔

"اگر جانی بھوری صاحب کو پتہ چل جائے کہ ان کے کسی خیال کو میں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے تو اسی وقت میری موت کے پروانے پر دستخط کر دیں گے"۔

"اوہ۔۔۔ نو نہیں"۔ وہ ہکلایا۔

"آپ کا نام کیا ہے مسٹر انچارج"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"مجھے شیروانی کہتے ہیں"۔ اس نے منہ بنایا۔

"وہ شیروانی۔۔۔ جسے پہنا جاتا ہے"۔

"نہیں۔۔۔ یہ ذات ہے"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ ہم تو خیر ذات پات کے چکر میں پڑتے نہیں۔۔۔ ہاں

تو اب معاملہ کچھ اس طرح ہے مسٹر شیروانی کہ آپ کے باس بھوری جانی... ہم... میرا مطلب ہے... جانی بھوری کا خیال ہے کہ اصل کیسٹ کے بارے میں شوکی برادرز کو معلوم ہے... یا پھر ہمیں... چلو مان لیا... یہی بات ہے... اب آپ اپنے باس سے رابطہ کریں... ہم کیسٹ کے سلسلے میں اس سے براہ راست بات کرنا چاہتے ہیں"۔

"مجھے نہیں معلوم... وہ براہ راست بات کرنا پسند کریں گے یا نہیں"۔ شیروانی نے برا سا منہ بنایا۔

"اور ہمیں ضرورت بھی کیا ہے شیروانی صاحب... ان کا باس سے رابطہ کرانے کی... یہ لوگ تو یوں بھی اس وقت ہمارے قبضے میں ہیں... ہماری زد پر ہیں"۔ ایک ماتحت بولا۔

"انسپکٹر جمشید... آپ نے سنا... میرے ساتھی نے کیا کہا ہے... پہلے اس کی بات کا جواب دیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس ماتحت کے ہاتھ سے پستول نکل گیا... اور اس کی انگلیوں سے خون بہتا نظر آیا۔

"یہ... یہ کیا ہوا؟"

"یہی ان سب کے ساتھ ہو سکتا ہے... پستول نیچے گرا دو... ورنہ"۔ وہ غرائے۔

لیکن انہوں نے اپنے پستول نہ گرائے... کیونکہ انسپکٹر جمشید یا



ان کے کسی ساتھی کے ہاتھ میں کچھ نظر تو آ نہیں رہا تھا۔

"تم لوگوں نے پستول نہیں گرائے... اچھا اب دیکھو"۔

اور پھر تین کے منہ سے اور چیخیں بلند ہوئیں... وہ ہاتھ پکڑ کر بیٹھتے چلے گئے۔

"شیروانی صاحب... آپ ہمیں حکم کیوں نہیں دیتے... ہم انہیں بھون ڈالیں"۔

"پھر کیسٹ کا پتا کس سے پوچھو گے... باس کو کیا جواب دو گے"۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اوہ ہاں! یہ بھی ہے"۔

"میں کہہ چکا ہوں... پستول نیچے گرا دو... ورنہ"۔ وہ سرد آواز میں بولے۔

اور ان سب نے گھبرا کر پستول گرا دیے... محمود، فاروق اور فرزانہ نے پستول سمیٹ لیے۔

"بھئی واہ... ان پستولوں سے تو پستولوں کی ایک دکان کھولی جا سکتی ہے"۔ خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

"ہائیں... کیا اب آپ کا اسلحے کی دکان کھولنے کا ارادہ بن گیا ہے"۔ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"خاموش! کام کی بات ہو رہی ہے... مسٹر شیروانی... اب بھی باس سے بات کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے یا نہیں"۔ ان کے

لہجے میں طنز تھا۔

"آیئے۔۔۔ میں آپ کی ان سے بات کرا دوں۔۔۔ پھر آپ جائیں۔۔۔ باس جائیں۔۔۔ ہمیں ذاتی طور پر اس کیسٹ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے"۔ اس نے برا سا منہ بنایا۔

اور پھر وہ انہیں دوسرے کمرے میں لے آیا۔۔۔ پہلے اس نے ایک الماری کھولی' پھر اس کے ایک خفیہ خانے سے ٹرانسمیٹر سیٹ نکالا اور اس پر قری کو ٹنسی ملائی۔۔۔ سلسلہ ملتے ہی جانی بھوری کی آواز سنائی دی۔

"باس! آپ کا خادم بات کر رہا ہوں"۔

"کیا بات ہے شیروانی۔۔۔ کیا تم بھول گئے۔۔۔ دن کے اوقات میں میں نے منع کر رکھا ہے ٹرانسمیٹر پر بات کرنے سے"۔

"نہیں سر۔۔۔ بھولا نہیں۔۔۔ لیکن یہاں انسپکٹر جمشید موجود ہیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولا۔

"مطلب یہ کہ انسپکٹر جمشید۔۔۔ براہ راست آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ کرائیں بات"۔

اس نے انہیں آگے آنے کا اشارہ کیا۔۔۔ جونہی وہ میز کے نزدیک پہنچے۔۔۔ فوراً جھک گئے۔۔۔ شیروانی تڑ سے گرا اور ساکت ہو



گیا۔۔۔ سیٹ میں سے کوئی باریک سی چیز نکلی تھی۔

"انسپکٹر جمشید مارا گیا شیروانی"۔

"نہیں۔۔۔ بلکہ آپ کا شیروانی مارا گیا"۔

"کک۔۔۔ کیسے"۔

"انسپکٹر جمشید عام آدمی نہیں ہے۔۔۔ جب کہ تم نے اسے ایک عام آدمی خیال کیا تھا۔۔۔ میں نے یہ کام دکھا کر تمہاری خوش فہمی دور کر دی"۔

"اچھا۔۔۔ خیر۔۔۔ کوئی پروا نہیں۔۔۔ شیروانی جیسے نہ جانے کتنے میری جوتیاں سیدھی کرتے ہیں۔۔۔ آپ کیا بات کرنا چاہتے ہیں"۔

"اگر آپ کو اصل کیسٹ چاہیے۔۔۔ تو یہاں تشریف لے آئیں"۔

"اب مجھے آنا ہی ہو گا۔۔۔ لیکن انسپکٹر جمشید آپ بلا کر پچھتائیں گے"۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ ہمیں عادت ہے"۔

"کس بات کی عادت؟"

"پچھتانے کی"۔ وہ مسکرائے۔

"خیر۔۔۔ میں آ رہا ہوں۔۔۔ آنا ہو گا"۔

"کیسٹ کے بارے میں تمام تر معلومات لے کر آئیں۔۔۔ ورنہ آپ سے بات نہیں ہو سکے گی"۔ انہوں نے شوخ آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"اس کیسٹ میں کیا ہے... یا اس کو کیسے دیکھا جا سکتا ہے... فوزا کون تھا... کیسٹ اس کے ہاتھ کیسے لگی تھی... آپ کو کیسٹ کے بارے میں کس طرح علم ہوا... انشارجہ کو کس طرح پتا چل گیا... ان سب باتوں کے جوابات آپ کو معلوم ہونے چاہئیں... ورنہ آپ سے کیسٹ کے بارے میں کوئی بات نہیں ہو سکے گی"۔

"انسپکٹر جمشید... آپ سے ملاقات ملک کے اسی حصے میں ہو گی یا دارالحکومت میں؟"

"بھئی تم یہیں آ جاؤ... اب ہم پھر ادھر کا سفر کریں"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"بہت خوب! میں پہنچ رہا ہوں... بہت جلد"۔ جانی بھوری نے کہا اور پھر اچانک اس سیٹ کو آگ لگ گئی... وہ بوکھلا کر باہر نکل آئے اور شیروانی کی لاش کو بھی اٹھا لائے... ان کے باقی ساتھی لاش کو دیکھ کر گھبرا گئے۔

"یہ... یہ کیا ہوا؟"

"اگر میں خطرے کو بھانپ نہ گیا ہوتا... تو اس وقت شیروانی میری لاش گھسیٹ کر باہر لاتا... اور ہاں... ساتھ والے کمرے کو آگ لگ گئی ہے... فوراً فائر بریگیڈ کو فون کرو... ہوٹل سے باہر نکلنا بھی بہت ضروری ہے"۔



"لیکن ان لوگوں کا کیا کریں؟"

"انہیں اسی طرح پستولوں کی زد پر باہر لے جانا ہو گا... ورنہ یہ فرار ہو جائیں گے... آخر انہوں نے ہم پر پستول تانے ہیں... انہیں گرفتار تو کرنا ہو گا... یوں بھی یہ غیر ملکی ایجنٹ ہیں"۔

"وہ انہیں باہر لے آئے... جلد ہی فائر بریگیڈ کا عملہ آ گیا... اس نے آگ پر قابو پا لیا... ورنہ سارا ہوٹل جل کر راکھ ہو سکتا تھا... ایک کمرہ تو پھر بھی مکمل طور پر جل گیا تھا... واپسی پر فاروق بولا۔

"ہم شوکی برادرز کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے... لیکن مسئلہ ابھی تک جوں کا توں ہے... اور اب یہاں جانی بھوری صاحب بھی تشریف لائیں گے"۔

"اس کے یہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی... سرحدیں ساتھ ساتھ مل رہی ہیں... سرحدوں کے کمزور پہلو ایسے لوگوں کو معلوم ہوتے ہیں... وہ کہیں سے سرحد عبور کرے گا... اور اس ہوٹل جیسی کسی جگہ آ جائے گا... جہاں اس کے مددگار موجود ہوں گے... اس کے بعد وہ ہم سے رابطہ کرے گا... سوال یہ ہے کہ اصل کیسٹ کہاں ہے... ان لوگوں نے شوکی برادرز کو کیوں اغوا کیا تھا... وہ ان سے کیسٹ کے بارے میں کیوں معلوم کرنا چاہتے تھے... جب کہ اطلاع کے مطابق ہم کیسٹ انشارجہ کے حوالے کر چکے تھے"۔

"صاف ظاہر ہے... وہاں سے یہ اطلاع آئی تھی کہ کیسٹ اصلی

نہیں ہے۔۔۔ یہ اطلاع ان تک بھی پہنچی ہو گی اور جانی بھوری نے فوری طور پر اندازہ لگا لیا کہ ہو نہ ہو۔۔۔ اصل کیسٹ کے بارے میں شوکی برادرز کو ضرور معلوم ہو گا۔۔۔ کیونکہ پہلی بار کیسٹ فونڈا سے انہی کو ملی تھی۔۔۔ ویسے شوکی برادرز بہت خوب رہے۔۔۔ مجھے امید نہیں تھی کہ یہ مجھے بھی چکر دے جائیں گے"۔ یہ کہتے ہوئے وہ مسکرا دیے۔

"نن نہیں۔۔۔ نہیں انکل۔۔۔ یہ بات نہیں۔۔۔ ہم نے تو ایک لمحے کے لیے بھی ایسی بات نہیں سوچی"۔ شوکی نے گھبرا کر کہا۔

"مطلب یہ کہ جب آپ نے شوکی سے کیسٹ مانگی تھی۔۔۔ تو اس نے اصل کیسٹ آپ کو بھی نہیں دی تھی؟" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"اوہو۔۔۔ شوکی کمال کر دیا"۔ پروفیسر داؤد ہنس پڑے۔

"جی نہیں۔۔۔ کمال نہیں کیا۔۔۔ دراصل مجھے پریشانی یہ تھی کہ اب انشارجہ جیسا ملک اپنی طاقت کے ذریعے کیسٹ ہم سے چھین لے گا۔۔۔ بس میں نے آپ کو دوسری کیسٹ دے دی۔۔۔ لیکن انشارجہ تو جانتا ہے۔۔۔ کیسٹ کو کیسے دیکھا جا سکتا ہے۔۔۔ اس لیے اسے فوراً معلوم ہو گیا۔۔۔ حیرت تو اس پر ہے کہ جانی بھوری کو کیسے معلوم ہو گیا ہے۔۔۔ اور وہ اس قدر جلد اس نتیجے پر کیسے پہنچ گیا کہ اصل کیسٹ کے بارے میں مجھے معلوم ہے"۔



"بھئی۔۔۔ ان کے بھی جاسوس آخر انشارجہ میں موجود ہیں۔۔۔ جس طرح ہمارے ہیں۔۔۔ بلکہ اب تک ہمارے جاسوسوں کو بھی سن گن لگ چکی ہو گی اور دفتر خارجہ میں ضرور اس کے بارے میں اطلاع کی جا چکی ہو گی۔۔۔ میرا خیال ہے۔۔۔ وہ رپورٹ ہمیں منگا لینی چاہیے۔۔۔ وہ ضرور دلچسپی سے خالی نہیں ہو گی"۔

"اوہ ہاں! یہ بہت ضروری ہے"۔

"شیروانی کے ساتھیوں کو حوالات پہنچا کر وہ انوار عالم کے دفتر پہنچے۔۔۔ وہ شوکی برادرز کو دیکھ کر اچھل پڑے۔

"کمال ہے۔۔۔ آپ نے انہیں کہاں سے تلاش کر لیا"۔

"ہوٹل امیلا کے ایک تہ خانے میں قید تھے بے چارے"۔

"لیکن کیوں۔۔۔ ان کا اب کیا قصور تھا؟"

"یہ کہ اصل کیسٹ کے بارے میں اب بھی صرف انہیں معلوم ہے۔۔۔ یہ کہ وہ کہاں ہے"۔

"نن نہیں"۔ وہ پھر اچھل پڑے۔

"ہاں جناب۔۔۔ یہ چھپے رستم نکلے۔۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔ کہ ایسا ہو سکتا ہے۔۔۔ یعنی یہ مجھ سے بھی ہاتھ کر جائیں گے"۔

"نن نہیں۔۔۔ یہ بات نہیں تھی انکل۔۔۔ مجھے بتانے کا موقع ہی نہیں ملا"۔

"بہرحال۔۔۔ تم بہت اچھے رہے شوکی۔۔۔ اور سر۔۔۔ اب ہمیں

دارالحکومت سے کیسٹ کے سلسلے میں موصول ہونے والی رپورٹ منگوائی ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"اگر... کیسٹ کے بارے میں شاہجستان کے جاسوس اطلاع دے چکے ہیں تو ہمارے جاسوسوں نے بھی تو ضرور رپورٹ ارسال کی ہو گی... ہم سب سے پہلے اس رپورٹ کو پڑھنا چاہتے ہیں... آپ فوری طور پر وہ رپورٹ یہاں منگوالیں... کیونکہ فی الحال ہم واپس بھی نہیں جا سکتے"۔

"کیوں... خیریت؟"

"ایک اور صاحب تشریف لا رہے ہیں... اور ان کا نام ہے جانی بھوری... "جاز" کے چیف... ہم سے پیکٹ وصول کرنے کے لیے اپنے ملک سے چل پڑے ہیں"۔

"نن نہیں... یہ ہو کیا رہا ہے انسپکٹر جمشید... آخر اس کیسٹ میں کیا ہے؟"

"ابھی تک ہمیں کوئی اندازہ نہیں... اس سلسلے میں جب تک پروفیسر صاحب حرکت میں نہیں آئیں گے... کچھ نہیں بنے گا"۔

"کیا مطلب جمشید... کیا میں گھر میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہوں؟"

"میرا مطلب ہے... آپ تجربات پر تجربات کریں"۔



"لیکن کس طرح... یہ تو صرف اس وقت ممکن ہے... جب اصل کیسٹ میرے پاس ہو گی"۔

"وہ ہم آپ کو دے دیں گے انکل"۔ شوکی مسکرایا۔

"اور تجربہ گاہ آپ پروفیسر عقدان کی استعمال کر لیں"۔ انوار عالم بولے۔

"بالکل ٹھیک... اب بات بنی"۔ وہ بولے۔

"لیکن اس تجربہ گاہ کے گرد ملٹری کا پہرہ مقرر کرنا پڑے گا... اس قدر کڑا پہرا کہ پرندہ بھی پر نہ مار سکے... اور یہ انتظامات مجھے کرنا ہوں گے... ان انتظامات کی نگرانی بھی میں کروں گا... تجربہ گاہ میں اپنا دفتر بھی قائم کرنا پڑے گا... تاکہ کوئی بھی آئے... جائے... میری چیکنگ کے بغیر نہ آ سکے' نہ جا سکے"۔

"بہت خوب! میں تائید کرتا ہوں... اور اس سلسلے میں ابھی کمانڈر انچیف صاحب سے بات کرتے ہیں"۔

"بالکل ٹھیک... آپ فوری طور پر ان سے رابطہ کریں... کیسٹ کے وہاں پہنچنے سے پہلے حفاظتی انتظامات مکمل کر لیے جائیں... پروفیسر صاحب اپنے آلات کے ذریعے چیک کر لیں کہ کوئی ہم سے پہلے وہاں اپنے آلات تو نصب نہیں کر گیا"۔

"خیر... ابھی ابھی تو ہمارے منہ سے تجربہ گاہ کا نام نکلا ہے... اس سے پہلے کب کوئی ایسا کر سکتا ہے... فکر کی کوئی بات نہیں"۔

"اور وہ ان انتظامات میں لگ گئے۔۔۔ ایسے میں محمود بولا۔

"ابا جان۔۔۔ اب ہم سب فارغ ہیں۔۔۔ ہمیں کچھ دیر کے لیے چھٹی چاہیے"۔

"چھٹی۔۔۔ کیا مطلب؟"

"جی وہ۔۔۔ چھٹی کا مطلب تو چھٹی ہی ہو سکتا ہے"۔ فاروق بولا۔

"کوئی نئی بات تو نہیں سوجھ گئی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"پرانی بھی نہیں سوجھ رہی۔۔۔ نئی تو کیا سوجھے گی"۔

"اچھا جاؤ۔۔۔ لیکن خبردار رہنا۔۔۔ جناب جانی بھور، تشریف لانے والے ہیں۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ تم شوکی برادرز کو ساتھ نہیں لے جا سکتے۔۔۔ یہ اب میرے پاس رہیں گے"۔

"جی بہت بہتر۔۔۔ آپ انہیں اپنے پاس رکھیں"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"وجہ اس کی یہ ہے کہ کیسٹ کے بارے میں اب صرف انہیں معلوم ہے۔۔۔ اور جب ہم کیسٹ تجربہ گاہ میں لے جائیں گے تو اس وقت ان کی ضرورت پیش آئے گی"۔

"بالکل ٹھیک"۔ تینوں ایک ساتھ بولے۔

اور پھر وہ چلے گئے۔

"میرے خیال میں تو انہیں ان حالات میں باہر نہیں جانا چاہیے



تھا۔۔۔ جب کہ باہر کوئی کام بھی نہیں تھا"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ وہ کچھ سوچ کر ہی کہیں گئے ہیں۔۔۔ میں ان کی ذہنی کیفیت کو کافی دیر سے محسوس کر رہا تھا۔۔۔ وہ کافی بے چین تھے"۔

"کک۔۔۔ کہیں۔۔۔ وہ کیسٹ کی تلاش میں تو نہیں نکل گئے؟" شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں۔۔۔ انہیں ایسا کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔۔۔ اس لیے کہ کیسٹ انہوں کے پاس ہے۔۔۔ ہاں دشمنوں کے قبضے میں ہوتی تو اور بات تھی۔۔۔ ویسے یہ بات ہے عجیب کہ شروع سے لے کر اب تک کیسٹ ہمارے پاس ہے"۔

"ہاں! یہ بات واقعی عجیب ہے۔۔۔ اور میں شوکی برادرز کی خاموشی کی داد دیتا ہوں"۔

"جی کیا فرمایا۔۔۔ آپ ہمیں کس چیز کی داد دے رہے ہیں"۔

"کیسٹ کے بارے میں جو اتنی دیر تک تم لوگ بالکل خاموش رہے۔۔۔ میں اس کی داد دیتا ہوں"۔

"اگر ہمیں پتا ہوتا کہ آپ ہمارے اس کام کی داد دیں گے تو پھر ابھی اور اس بارے میں نہ بتاتے"۔

"بھول رہے ہو شوکی۔۔۔ تم نے تو اب بھی نہیں بتایا۔۔۔ یہ اندازہ تو ہم نے لگایا ہے کہ اصل کیسٹ اب تک تمہارے پاس ہے۔۔۔

بلکہ وہ کس جگہ ہے.... یہ تو ہمیں اب تک معلوم نہیں.... ہاں! میں اندازہ ضرور لگا سکتا ہوں"۔

"بہت خوب! بتایئے پھر؟" شوکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں لکھ کر دے سکتا ہوں.... اس لیے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں"۔

"چلئے پھر.... یہی کر لیں"۔

انہوں نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا اور پھر شوکی کو دے دیا.... اس طرح کہ کوئی اور کاغذ پر لکھے الفاظ نہ دیکھ سکے.... شوکی نے وہ الفاظ پڑھے اور بری طرح اچھلا.... اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی.... ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

"کاغذ کے ٹکڑے کر دو شوکی.... میں نے تمہارا جواب معلوم کر لیا ہے.... میں نے جو کچھ لکھا ہے.... وہ بالکل درست ہے"۔

"جی ہاں! یہی بات ہے"۔

"لیکن بھئی یہ کیا.... کچھ ہمیں بھی تو بتائیں"۔ انوار عالم بولے۔

"سر.... احتیاط کا تقاضا یہی ہے.... کہ کم سے کم لوگوں کو کیس کے بارے میں معلوم ہو.... اس وقت تک صرف شوکی کو معلوم ہے.... اور بس"۔

"لیکن اب تو آپ بھی اندازہ لگا چکے ہیں"۔



"میں نے صرف جگہ کا اندازہ لگایا ہے.... اس جگہ کیسٹ کہاں ہے.... یہ بات صرف شوکی جانتا ہے.... یہاں تک کہ اس کے ساتھی بھی نہیں جانتے.... کیوں شوکی.... میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"بالکل نہیں انکل"۔ اس نے شرما کر کہا۔

ایسے میں فون کی گھنٹی بجی.... فون انوار عالم صاحب کا تھا.... وہ فون سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے۔

"انشارجہ سے موصول ہونے والی رپورٹ بذریعہ فیکس آ گئی ہے"۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ بولے۔

اور پھر وہ فیکس روم کی طرف دوڑ پڑے۔

☆○☆

# مجھے افسوس ہے

"مجھے افسوس ہے... بہت رنج ہے... بہت پریشانی ہے"۔ محمود نے انوار عالم کے دفتر سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"خیر تو ہے... یہ آج ایک ساتھ اتنی بہت سی چیزیں تمہیں کیوں لاحق ہو گئیں"۔ فرزانہ گھبرا گئی۔

"اور اگر ہو ہی گئیں تو اب تک تم کہاں تھے... بتا کیوں نہ دیا... ہم کچھ نہ کچھ تو کر ہی لیتے"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اسی لیے تو باہر نکل آیا ہوں وہاں سے... آخر ہم نے اس کیس پر اب تک کیا کیا ہے"۔ محمود نے اسے گھورا۔

"اباجان کا ساتھ دیا ہے... اس کیس میں افوا ہوئے ہیں... مار کھائی ہے... اپنا خون بہایا ہے... اور تم کہ رہے ہو' اس کیس میں ہم نے کیا کیا ہے؟" فرزانہ نے آنکھیں نکالیں۔

"حد ہو گئی... ارے بھئی میری مراد سراغرسانی سے ہے۔ کیس کے سلسلے میں ہم نے اب تک کوئی کام نہیں کیا"۔

"وہ شوکی برادرز کے ہاتھ لگی تھی... نہ کہ ہمارے"۔ فاروق



نے کندھے اچکائے۔

"لیکن اس وقت... موجودہ صورت حال میں اگر ہم حرکت میں نہ آئے تو ہمیں افسوس ہی رہے گا"۔

"وہ تمہیں رہے گا... ہمیں کیوں رہنے لگا افسوس... ہمارا اس کا کوئی چولی دامن کا ساتھ ہے کیا؟" فاروق نے جل کر کہا۔

"اگر سنجیدہ ہو کر بات نہیں سن سکتے تو واپس چلے جاؤ"۔ محمود تلملا اٹھا۔

"یہ اچھا طریقہ ہے... پہلے مجھے بھری محفل سے نکال لائے... اور اب کہہ رہے ہیں... واپس چلے جاؤ... اکیلا واپس جاؤں گا تو ان لوگوں کو کیا بتاؤں گا"۔

"یہ کہ میں بزدل واقع ہوا ہوں... اور کام چور بھی... لہٰذا جو کام کرنے والے ہیں' میں ان کا ساتھ نہیں دے سکا"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا"۔ فاروق نے بوکھلا کر اسے گھورا۔

"کیوں! اس میں دماغ چلنے کی کون سی بات ہے؟"

"اگر میں بزدل ہوں... کام چور ہوں... تو مجھے ساتھ کیوں لیے پھرتے ہو... اور جب عمارت کے اوپر چڑھنے کا موقع آتا ہے... تو مجھے کیوں آگے کر دیتے ہو؟"

"اس لیے کہ جس کا کام اسی کو ساجھے... اور کرے تو ٹھینگا باجے"۔

"آج تک میں نے لطیفہ بجتے سنا تو نہیں"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"اور محمود کا کام تو بس دستکیں دینا ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"بھئی دستک دینا بھی ایک فن ہے۔۔۔ اور وہ تم دونوں کو نہیں آتا"۔

"بس تو پھر رہ گئی فرزانہ۔۔۔ نکمی اور بے کار تو بس یہ ہوئی پھر"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ہوش کے ناخن لو اور اپنی اوقات میں رہو۔۔۔ ترکیبیں تم اپنے دماغ سے نکالتے ہو شاید"۔

"حد ہو گئی۔۔۔ ہر ایک کے پاس گھڑا گھڑایا جواب تیار ہے۔۔۔ اچھا ذرا یہ تو بتانا۔۔۔ میں اس وقت باہر کیوں نکل آیا ہوں"۔ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

اس وقت تک وہ اپنی گاڑی کے پاس پہنچ چکے تھے۔۔۔ وہ اس میں بیٹھ گئے۔۔۔ محمود نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"اندر حبس بہت بڑھ گیا تھا۔۔۔ کرنے کا کوئی کام تھا نہیں۔۔۔ سب لوگوں کو تو بس اب انتظار کرنا تھا' محکمہ خارجہ کی رپورٹ کا۔۔۔ لہٰذا تم نے سوچا۔۔۔ چلو ذرا باہر ہی گھوم آئیں۔۔۔ اس طرح ایک تو وقت گزر جائے گا۔۔۔ دوسرے ذرا گپ شپ لگانے کی فرصت نصیب ہو جائے گی۔۔۔ کیوں یہی بات تھی نا"۔ فاروق نے پرتیقن لہجے میں کہا۔



"نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں"۔ اس نے پرزور انداز میں سر ہلایا۔

"تب پھر؟" فاروق چونک اٹھا۔

"فرزانہ بتائے گی"۔

"کیوں بتائے گی فرزانہ۔۔۔ میری زبان اتنی قانتو نہیں"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے۔۔۔ تم بھی نہیں سمجھ سکیں"۔ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"خیر۔۔۔ ایسی بھی بات نہیں۔۔۔ میرا خیال ہے۔۔۔ میں کچھ کچھ سمجھ گئی ہوں"۔

"چلو وہ کچھ کچھ ہی بتا دو"۔

"تمہیں خطرہ محسوس ہوا ہے۔۔۔ کہ کہیں کیسٹ کے چکر میں چکرانے والے اس جگہ کے بارے میں اندازہ نہ لگا لیں۔۔۔ کہ شوکی برادرز نے کیسٹ کہاں رکھی ہے"۔

"یہ بات بھی ہے۔۔۔ لیکن اس کا تو صرف امکان ہے۔۔۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ اندازہ لگا سکیں۔۔۔ جب کہ میں ایک یقینی بات کے سلسلے میں الجھا ہوں"۔ محمود نے کہا۔

"تب تم اس یقینی بات کی وضاحت کرو"۔ فرزانہ بولی۔

"کیوں فاروق۔۔۔ تمہارے ذہن میں ہے کچھ"۔

"بھوسہ"۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔

"تب پھر پوچھ کیوں رہے ہو؟" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"اس لیے کہ کبھی کبھی بھوسے میں بھی چنگاری ہوتی ہے"۔

"تاج نہ جانے آنگن ٹیڑھا۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"اس محاورے کا یہاں کون سا موقع تھا؟"

"یہ تو مجھے پتا نہیں... بس منہ میں آیا... میں نے کہہ دیا"۔

"لیکن یہ محاورات کی بے قدری ہے... بے چارے محاورات کیا سوچیں گے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"انہیں تمہاری طرح فرصت نہیں... بے کار نہیں ہیں... کہ سوچنے بیٹھ جائیں"۔ فاروق کاٹ کھانے کے انداز میں بولا۔

"بات درمیان میں رہ گئی... ہاں تو محمود وضاحت کرو... دوسری کیا بات ہے"۔ فرزانہ بے چین ہو کر کہا۔

"میرا خیال تھا... تم نے ضرور اندازہ لگا لیا ہو گا... بلکہ تم پہلے سے ہی اس بات کو محسوس کر رہی ہو گی"۔

"نن نہیں... مجھے افسوس ہے... دراصل واقعات کی تیزی نے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں دی"۔

"خیر میں بتا دیتا ہوں... فاروق نے بھی اس طرف اب تک توجہ نہیں دی"۔

"اوہو... اب کچھ بتاؤ گے بھی یا پہیلیاں ہی بجھواتے رہو گے"۔ فاروق نے اسے گھورا۔



"خیر تو ہے... آج گھورنے کے سابقہ ریکارڈ توڑ رہے ہو"۔

"اب اور کیا کروں... تم خود ہی تو کہہ رہے تھے... میں بالکل نکما ہوں... کام چور ہوں... میں نے سوچا... اب میں بھی کچھ کر کے دکھا دوں"۔ فاروق خوش ہو گیا۔

"واہ... مان گئے بھئی... کام کرنے پر تلے بھی تو کون سے کام پر"۔ فرزانہ نے تعریف کی۔

"ایسا لگتا ہے... جیسے... کام کی بات رہ جائے گی اور ہم دور نکل جائیں گے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"گاڑی میں چلا رہا ہوں... دور کیسے نکل جائیں گے"۔

"میں باتوں کے میدان میں دور نکل جانے کی بات کر رہا تھا"۔

"اس میدان کے ماہر کھلاڑی تم ہو... میں اور فرزانہ نہیں... کیوں فرزانہ؟" محمود نے اس کی طرف دیکھا۔

"بالکل... اس میں کیا شک ہے... لیکن آج یہ صاحب کچھ کم کام لے رہے ہیں اپنی زبان سے"۔

"کیوں فاروق... تمہاری زبان ٹھیک تو ہے... کہیں بیمار تو نہیں ہو گئی"۔

"نہیں... تم دونوں کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے ترکی بہ ترکی حملے کرنے کی تیاری کر رہی ہے میری زبان"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"ارے باپ رے... اب یہ ترکی بہ ترکی حملوں پر اتر آئی"۔

"تو اور تم کیا چاہتے ہو۔۔۔ یہ کس پر اتر آئے"۔ فاروق نے تلملا کر کہا۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ اب تم دونوں لڑ پڑو گے۔۔۔ لہٰذا گاڑی کا سٹیرنگ مجھے دے دو"۔

"نہیں۔۔۔ میں سنبھال لوں گا اسے بھی اور فاروق کو بھی"۔

"ارے میاں جاؤ۔۔۔ بڑے آئے سنبھال لینے والے"۔

"تو ہم پہنچ گئے۔۔۔ تم نہ بتاؤ کچھ"۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا۔۔۔ ۴۴ جیسک روڈ۔۔۔ فونڈا کی رہائش"۔

"ہاں! اس طرف کسی نے اب تک توجہ نہیں دی۔۔۔ آخر فونڈا کون تھا۔۔۔ وہ یہاں کب سے رہتا تھا۔۔۔ کیا کرتا تھا۔۔۔ یہ باتیں یا تو اس کے پڑوسی بتائیں گے۔۔۔ یا اس کے گھر سے ملنے والے کاغذات وغیرہ۔۔۔ کیا خیال ہے۔۔۔ یہ باتیں جاننے کی ضرورت ہے یا نہیں"۔

"واقعی محمود۔۔۔ اب تو تمہیں میں بھی مان گیا۔۔۔ ان باتوں کے جاننے کی تو شدید ضرورت ہے"۔ فاروق بولا۔

"ویسے سچ یہ ہے محمود۔۔۔ مجھے خیال آیا تھا"۔

"تو پھر جس وقت محمود پوچھ رہا تھا۔۔۔ اس وقت بتا کیوں نہ دیا"۔

"اس کا دل رکھنے کے لیے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"اور اب کیوں نہیں رکھا اس کا دل"۔ فاروق نے منہ بنایا۔



"اب یہاں پہنچ گئے ہیں۔۔۔ اب دل رکھنے نہ رکھنے کا کوئی سوال نہیں رہ گیا"۔ اس نے فوراً کہا۔

"اب تم سے کون مغز مارے؟" فاروق جھلا اٹھا۔

محمود اور فرزانہ مسکرا دیے۔۔۔ گھر کے صدر دروازے پر تالا لگا ہوا تھا اور پولیس نے اسے سیل کر دیا تھا۔

محمود نے دائیں طرف والے دروازے پر دستک دی۔۔۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر نکلا۔

"ہاں جناب۔۔۔ کیا حکم ہے؟"

"آپ کے پڑوسی کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہیں"۔

"اس بے چارے کو تو قتل کر دیا گیا"۔

"یہ تو ہمیں بھی معلوم ہے"۔ محمود نے کہا۔

"تب پھر آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں"۔ اس نے منہ بنایا۔

محمود نے اپنا کارڈ نکال کر دکھا دیا۔

"اوہ۔۔۔ آپ کا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے ہے"۔

"ہاں! آپ ہمیں مسٹر فونڈا کے بارے میں کیا بتا سکتے ہیں۔۔۔ کیا یہ اس کا اپنا گھر تھا؟"

"جی نہیں۔۔۔ گھر تو یہ کرائے کا ہے۔۔۔ اس کے بارے میں مالک مکان زیادہ بہتر بتا سکے گا۔۔۔ محلے والے تو بس اتنا بتا سکتے ہیں کہ یہ ایک غیر ملکی شخص تھا۔۔۔ کرائے دار تھا۔۔۔ کیا کرتا تھا۔۔۔ یہ کسی کو معلوم

نہیں... صبح گھر سے نکل جاتا تھا... تو رات کو واپس آتا تھا... محلے والوں سے کبھی کوئی بات نہیں کرتا تھا"۔

"اوہ اچھا... گویا محلے والے اس کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں بتا سکتے"۔

"نہیں... بالکل نہیں"۔ اس نے کہا۔

"اچھا خیر... مالک مکان کہاں رہتے ہیں"۔

"اسی سڑک پر... ان کے مکان کا نمبر ۲۹ ہے"۔

"اور ان کا نام؟"

"ریاض دین"۔ اس نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ"۔

وہ مکان نمبر ۲۹ پر پہنچے... دستک دی تو ایک بوڑھا شخص نظر آیا۔

"کیا بات ہے بچو"۔

"یہ نمبر مکان آپ کا ہے"۔

"ہاں لیکن میں ابھی اس کو کرائے پر نہیں دے سکتا... فی الحال اس کو پولیس نے سیل کر دیا ہے... اس میں قتل کی واردات ہو گئی ہے... لوگ اب شاید ہی اس مکان کو کرائے پر لیں... کوئی لے گا بھی تو بہت مدت بعد... جب یہ واقعہ لوگ بھول جائیں گے"۔

"اوہ ہاں واقعی... یہ آپ کا مسئلہ ہے... لیکن ہم مکان کرائے



پر لینے کی نیت سے نہیں آئے"۔

"تب پھر؟" وہ بولا۔

محمود نے اسے بھی کارڈ دکھایا۔

"اوہ اچھا... پھر... آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہم سے پہلے تو کوئی آپ سے اس کے بارے میں بات چیت کرنے نہیں آیا"۔

"جی نہیں"۔ اس نے کہا۔

"اچھا شکریہ... ہم مسٹر فونڈا کے بارے میں آپ سے کچھ باتیں کریں گے"۔

"اچھا... میں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتا ہوں"۔

اطمینان سے بیٹھنے کے بعد محمود نے پوچھا۔

"یہ شخص مسٹر فونڈا کب سے آپ کا کرائے دار تھا؟"

"ایک سال پہلے اس نے مکان کرائے پر لیا تھا... ہر ماہ باقاعدگی سے کرایہ دیتا رہا... مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہوئی... نہ کسی پڑوسی نے اس کی کوئی شکایت کی"۔

"یہ شخص رہنے والا کہاں کا تھا"۔

"میں نے پہلی ملاقات میں پوچھا تھا اس سے... اس نے بتایا تھا... وہ انشارجہ کا رہنے والا ہے... اور یہاں ایک دفتر میں ملازم ہے... پہلے جس مکان میں رہتا تھا... اس مکان کے مالک نے خالی کرا

لیا... میں نے اخبار میں مکان خالی ہے کا اشتہار دیا تھا... وہ اشتہار پڑھ کر آیا تھا"۔

"بس... میں اتنا ہی جانتا ہوں"۔

"اچھا خیر... آپ کا شکریہ... اب ہم آپ کے مکان کی اندر سے تلاشی لیں گے... آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں"۔

"لیکن اس کو تو پولیس نے سیل کر رکھا ہے"۔

"ہم سیل توڑے بغیر اندر داخل ہو جائیں گے... ویسے تو ہم سیل توڑ کر اور تالا کھول کر بھی داخل ہو سکتے ہیں... لیکن اس کی ضرورت نہیں"۔

"اس کے بغیر آپ اندر کس طرح داخل ہوں گے"۔

"یہ ہمارا کام ہے... آپ کا شکریہ"۔

"ایک کام آپ لوگ میرا بھی کرا دیں"۔

"اور وہ کیا؟"

"بوڑھا آدمی ہوں... آمدنی کا کوئی اور ذریعہ بھی نہیں... اس کی سیل کو ختم کرا دیں... شاید کوئی دلیر آدمی کرائے پر لے ہی لے"۔

"وہ اچھا... یہ کام ہم آج ہی کروا دیتے ہیں... بلکہ کرائے دار بھی آپ کو تلاش کر دیں گے"۔

"آپ تلاش کر دیں گے کرائے دار"۔

"ہاں! یہ کام ہم کر دیں گے... آپ فکر نہ کریں"۔



"اور وہ وہاں سے نکل آئے... اب وہ ۱۱۴ نمبر مکان کی پشت پر آئے... فاروق پائپ کے ذریعے اندر پہنچا اور اس نے ایک دروازہ کھول دیا... وہ اندر داخل ہو گئے... انہیں اس طرح اندر داخل ہوتے دیکھ کر کچھ لوگ سڑک پر جمع ہو گئے... انہوں نے کوئی پروا نہ کی... اندر داخل ہو کر پہلے انہوں نے انوار عالم صاحب کے نمبر ملائے۔

"انکل... یہ میں ہوں محمود"۔

"اوہ... بھئی تم لوگ کہاں ہو... یہاں وہ رپورٹ آ گئی ہے۔

"وہ ہم آ کر پڑھ لیں گے... میں اس وقت فوجا کے گھر پر ہوں"۔

"ارے! وہ تو سیل تھا؟"

"ہم پائپ کے راستے اندر داخل ہوئے ہیں"۔

"لیکن کیوں؟"

"فوجا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے"۔

"اوہ... اوہ... واقعی اس کی ضرورت تھی اور ہم سب اس پہلو کو نظر انداز کر گئے"۔

"کوئی بات نہیں سر... ایسا ہوتا ہے... ہاں تو آپ اس مکان کی سیل ختم کرا دیں... اب اس کی سیل کی کوئی ضرورت نہیں... اس کا مالک ایک بوڑھا آدمی ہے... اس کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے... اور مہربانی فرما کر اسے ایک کرائے دار بھی تلاش کر دیں"۔

"کیا... کیا... میں اس کے لیے کرائے دار تلاش کر دوں"۔

"ہاں انکل... اب اس گھر میں ذرا مشکل سے کوئی کرائے دار آئے گا"۔

"اوہ اچھا... میں سمجھ گیا... میں فوراً ہی کسی ماتحت کو جو کرائے پر رہتا ہو گا... وہاں بھجوا دوں گا"۔

"بہت بہت شکریہ... ہم یہاں سے فارغ ہو کر ایک اور جگہ جائیں گے... اس کے بعد واپس آئیں گے"۔

"ایک اور جگہ کہاں؟" وہ بولے۔

"یہ ابھی نہیں بتا سکتے"۔ محمود مسکرایا۔

"اوہ اچھا خیر... کوئی بات نہیں"۔ انہوں نے کہا اور قہقہہ لگا دیا۔

اب انہوں نے مکان کی تلاشی باریک بینی سے شروع کی... مکان میں سامان نہ ہونے کے برابر تھا... بہت ہی کم فرنیچر اور دوسرا گھریلو سامان وہاں تھا... غالباً فوندا بازار سے کھاتا پیتا تھا... گھر میں کچھ نہیں پکاتا تھا۔

"ایک الماری میں کچھ ردی کاغذات ملے... وہ سب بیٹھ گئے اور ایک ایک کاغذ کو دیکھنے لگے... پھر ایک ڈائری انہیں مل گئی... ان پر جوش سوار ہو گیا... وہ ڈائری پڑھنے لگے... اس کے مطابق فوندا انشارجہ کا تھا... لیکن جرائم پیشہ آدمی تھا... کئی بار سزا ہوئی... پھر



انشارجہ نے اسے ملک سے نکل جانے کا حکم دے دیا... شاید اس نے کچھ ایسے جرائم کیے تھے... کہ انشارجہ کی حکومت اسے سزا نہیں دے سکتی تھی... یعنی اخلاقی جرائم... لہٰذا حکومت نے اسے ملک بدر کر دیا... وہ ادھر آ گیا اور کرائے پر رہنے لگا... لیکن اس ڈائری میں یا کاغذات میں اس پیکٹ کے بارے میں کچھ نہیں تھا... ہاں... ہوائی جہاز کے کچھ پرانے ٹکٹ ضرور ملے... جو انشارجہ سے ان کے ملک تک کے تھے... اور کسی مارٹن نامی آدمی کے نام کے تھے... اس کا مطلب تھا... اس نے انشارجہ سے نکالے جانے کے بعد مارٹن کے نام کا شناختی کارڈ بنوایا تھا... اور وہ انشارجہ اس نام سے جاتا رہتا تھا... ملے میں کچھ تبدیلی بھی کرتا ہو گا... شناختی کارڈ کے مطابق... اور اپنا اصل نام یہاں استعمال کرتا تھا... گویا انشارجہ سے آنے کے بعد اس نے اپنے دو روپ اپنا لیے تھے... شناختی کارڈ بھی دو ہوں گے اس کے پاس... لیکن اس کی تلاشی کے دوران شناختی کارڈ پولیس کو نہیں ملے تھے۔

ڈائری کے آخر میں ایک پتا ضرور درج تھا... لیکن یہ بھی انشارجہ کا تھا... اس پر فون نمبر درج تھا... یہ کسی ہنری مون کا پتا اور نمبر تھا۔

"شاید ہمیں اس شخص سے فوندا کے بارے میں کچھ معلوم ہو جائے"۔

"ہاں! اس لحاظ سے یہاں آنا ضائع نہیں گیا"۔

وہ باہر نکل آئے... کاغذات انہوں نے ساتھ لے لیے تھے... انہیں حیرت اس بات پر تھی کہ پولیس نے ان کاغذات کو بھی کوئی اہمیت نہیں دی تھی... شوکی برادرز اور انوار عالم تک سے چوک ہو گئی تھی... ورنہ ان سے اور کچھ معلوم ہوا تھا یا نہیں... کم از کم ایک شخص کا نام پتا اور فون نمبر ضرور ہو گیا تھا... اور اس کا کوئی نہ کوئی تعلق فوجدا سے ضرور تھا... ورنہ اس کی ڈائری میں اس کا نام کیوں درج تھا۔

"اب ہم کیا کریں... پہلے سیدھے دفتر جائیں... یا دوسری جگہ کو بھی دیکھ لیں"۔

"دوسری جگہ بھی لگے ہاتھوں دیکھ لیتے ہیں"۔

وہ گاڑی میں بیٹھ گئے... جلد ہی وہ نواب خانو کی حویلی کے سامنے رکے... دستک کے جواب میں ان کے ایک نشانہ باز نے دروازہ کھولا اور سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

"نواب صاحب سے ملنا ہے"۔

"آپ کے نام"۔ اس نے پوچھا۔

"یہ ہمارے کارڈ ہیں"۔

وہ کارڈ لے کر اندر چلا گیا... فوراً ہی اس کی واپسی ہوئی... بلکہ نواب صاحب اس کے ساتھ دوڑے آئے۔



"آپ... آپ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں"۔ انہوں نے ہانپ کر کہا۔

"جی ہاں! لیکن آپ ہانپ کیوں رہے ہیں"۔

"دوڑ کر آیا ہوں... بوڑھا آدمی ہوں... دوڑنے سے ہانپ جاتا ہوں"۔

"اوہ! لیکن آپ کو دوڑ کر آنے کی کیا ضرورت تھی... ہم آپ سے ہی ملاقات کے لیے آئے ہیں... ملاقات کیے بغیر چلے تو جاتے نہ"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ لوگوں کو دیکھنے کا شوق نہ صرف مجھے بلکہ میرے بیوی بچوں کو بھی مدت سے ہے... آج ان کا یہ شوق پورا ہو رہا ہے... اس لیے دوڑ لگائی... آیئے... تشریف لے چلیں"۔

"لیکن ہم آپ کے پاس ایک کام کے سلسلے میں آئے ہیں"۔

"وہی کیس کا چکر ہو گا؟"

"ہاں! ہے تو اسی کا چکر"۔

"اپنا کام بھی کر لیجیے گا... پہلے آپ مجھ سے اور میرے بیوی بچوں سے تو مل لیجیے"۔

نواب صاحب کا خاندان پورے پانچ منٹ تک انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا... اس دوران انہوں نے ان گنت سوال بھی کر ڈالے... پانچ منٹ بعد کہیں جا کر انہیں ان سے چھٹی ملی۔

"اب مہربانی فرما کر ہمیں آپ وہ کمرہ دکھائیں... جو شوکی برادرز کو آپ نے دیا تھا... یعنی جس میں انہوں نے پناہ لی تھی"۔

"اچھی بات ہے... آیئے"۔ نواب صاحب نے کہا اور انہیں لے کر باہر کی طرف چلے۔

عین اس وقت ایک نشانہ باز تیز تیز قدم اٹھاتا ان کی طرف آیا۔

"نواب صاحب... ایک دبلا پتلا' درمیانے سے قد کا آدمی آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے... میں نے اسے بتا دیا تھا کہ آپ مصروف ہیں... کچھ ملاقاتی پہلے ہی اندر موجود ہیں... لیکن اس کا کہنا ہے کہ اسے بہت ضروری کام ہے... اگر یہ وقت ہاتھ سے نکل جائے گا تو پھر وہ کام نہیں ہو سکے گا... اور اس کا نقصان نواب صاحب کو ہی ہو گا"۔

"ہمیں نقصان ہو گا... غلط بالکل غلط... ہمیں بھلا کیوں نقصان ہونے لگا"۔ نواب صاحب بولے۔

"اس کی وضاحت تو وہی کر سکے گا سرکار"۔

"اس سے کہو... ڈرائنگ روم میں انتظار کرے"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"لیکن نواب صاحب... ہم چاہتے ہیں... آپ ان سے ملاقات کر لیں"۔

"اور آپ لوگ؟"



"ہمیں تو بس وہ کمرہ دیکھنا ہے... وہاں تک تو ہمارے ساتھ یہ صاحب چلے جائیں گے"۔

"اچھی بات ہے... یونہی سہی"۔

اور وہ باہر کی طرف چلے گئے۔

"آپ ہمیں اس کمرے میں لے چلیں... جس میں شوکی برادرز اور انوار عالم صاحب کو رکھا گیا تھا"۔

"آیئے" اس نے کہا۔

وہ اس کمرے میں داخل ہوئے۔

"کمرے کا دروازہ بند کر لیں"۔

"اچھی بات ہے"۔ یہ کہہ کر وہ باہر جانے لگا۔

"کیوں... آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"آپ ہی نے تو کہا ہے... دروازہ بند کر لیں"۔

"تو وہ تو آپ اندر رہ کر بھی بند کر سکتے ہیں"۔

"اوہ اچھا... آپ کا مطلب ہے... میں بھی آپ کے ساتھ اندر موجود رہوں"۔ اس نے کہا۔

"ہاں!" محمود نے کہا۔

اس نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا... اب انہوں نے کمرے کا جائزہ لینا شروع کیا... اس میں ٹی وی' وی سی آر بھی موجود تھا... اور

ایک الماری میں بہت سی وڈیو کیسٹیں بھی موجود تھیں۔۔۔ ان میں سے کچھ کیسٹیں خالی بھی تھیں۔

"کیسٹ کے چکر میں جو لوگ تھے۔۔۔ وہ اس کمرے تک تو نہیں آئے تھے"۔

"جی نہیں"۔ اس نے کہا۔

"اب ہمیں ان کیسٹوں کو دیکھنا پڑے گا"۔

"جو آپ چاہیں کریں۔۔۔ میرے لیے اگر حکم ہو تو میں چلا جاتا ہوں۔۔۔ اور اگر آپ مجھے اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں تو آپ کی مرضی"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"نہیں۔۔۔ آپ ہمارے ساتھ رہیں۔۔۔ ہمیں خوف محسوس ہو رہا ہے"۔

"خوف اور آپ کو۔۔۔ کمال ہے"۔

"یہ خوف ہم شوقیہ محسوس کر رہے ہیں"۔ فاروق مسکرایا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ کہ خوف کو شوقیہ محسوس کیا جا سکے"۔

"آپ نہیں جانتے۔۔۔ دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا"۔ فاروق نے سرد آہ بھری۔



عین اس لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔۔۔ نشانہ باز بری طرح چونک اٹھا۔۔۔ اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

☆○☆

# خفیہ الفاظ

فیکس روم سے انہیں پیغام کی کاپی مل گئی۔۔۔ انہوں نے اس کو جلدی جلدی پڑھا' لکھا تھا۔

"انشارجہ کی حکومت ان دنوں ایک کیسٹ کے چکر میں ہے۔۔۔ کیسٹ کاغذ اور پلاسٹک کے کور میں لپٹی ہوئی ہے۔۔۔ پلاسٹک کور پر کچھ خفیہ الفاظ درج ہیں۔۔۔ انشارجہ کی حکومت نے اپنے کارکنوں کو حکم دیا ہے۔۔۔ کہ جیسے بھی ممکن ہو۔۔۔ اس کیسٹ کو حاصل کیا جائے۔۔۔ چاہے اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔۔۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کیسٹ کسی طرح فوڈا نامی ایک شخص کے ہاتھ لگی ہے۔۔۔ جو انشارجہ کا شہری تھا اور جسے ملک بدر کر دیا گیا تھا۔۔۔ فوڈا جہاں بھی نظر آئے' اسے پکڑ لیا جائے اور اس سے وہ کیسٹ حاصل کی جائے۔۔۔ کیسٹ حاصل کرنے کے بعد اسے ہرگز ہرگز زندہ نہ چھوڑا جائے۔۔۔ کیسٹ فوراً انشارجہ کے وزارت خارجہ کے دفتر پہنچائی جائے۔۔۔ ایسے شخص کو ۵ ہزار ڈالر انعام دیا جائے



گا۔۔۔ جو کیسٹ حاصل کر کے دفتر پہنچائے گا۔۔۔ انتہائی کوشش کے باوجود یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کیسٹ میں کیا ہے۔۔۔ تاہم معلوم کرنے کی سرتوڑ کوشش جاری ہے۔۔۔ جونہی کوئی بات معلوم ہوئی۔۔۔ رپورٹ روانہ کر دی جائے گی"۔

انہوں نے اس رپورٹ کو دو تین بار پڑھا۔۔۔ پھر سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔۔۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس رپورٹ سے بھی کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی۔۔۔ اتنا تو ہمیں پہلے ہی معلوم ہے۔۔۔ کہ انشارجہ کی حکومت اس کیسٹ کے چکر میں ہے۔۔۔ کیونکہ جان کوری اس معاملے میں پیچھے نہیں تھا۔۔۔ اصل سوال تو وہی ہے کہ اس کیسٹ میں ہے کیا۔۔۔ اور ہم اس کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔۔۔ اس کا حل پھر وہی ہے۔۔۔ پروفیسر صاحب والا"۔

"تو ٹھیک ہے جمشید۔۔۔ اب جب کہ ہم نے یہ رپورٹ پڑھ لی ہے۔۔۔ ہمیں اور کام ہی کیا ہے۔۔۔ ہم ابھی اور اسی وقت وہ کیسٹ تجربہ گاہ لے چلتے ہیں"۔

"پہلے ہم کمانڈر انچیف سے اس بارے میں بات کریں گے۔۔۔ آیئے"۔

اور پھر وہ دفتر میں آ گئے۔۔۔ ایسے میں محمود کا فون موصول ہوا۔۔۔ اسے صورت حال بتا کر انہوں نے کمانڈر انچیف کو فون کیا۔۔۔ جلد ہی وہ وہاں آ گئے۔۔۔ کمانڈر انچیف کے چہرے پر حیرت تھی کہ انہیں

وہاں کیوں بلایا گیا ہے۔

"پہلے تو آپ اس بات کی وضاحت کر دیں کہ آپ مجھے یہاں بلانے کے مجاز ہیں یا نہیں' میرا مطلب ہے۔۔۔ اگر آپ کو مجھ سے کام تھا۔۔۔ تو آپ کو آنا چاہیے تھا۔۔۔ نہ کہ مجھے یہاں آنا چاہیے تھا۔۔۔ ہاں اگر مجھے آپ سے کام ہوتا تو پھر اور بات تھی"۔

"اصل میں یہ معاملہ ہے راز کا۔۔۔ اگر حد درجے راز کی بات نہ ہوتی تو ہم خود آپ کے پاس آتے۔۔۔ بے شک ہم آپ کو بلانے کا حق نہیں رکھتے۔۔۔ لیکن مجبوری سمجھ لیں۔۔۔ اور پہلے بات سن لیں۔۔۔ پھر اگر حکم دیں گے تو ہم آپ کے پاس آجائیں گے"۔

"پھر کیا ضرورت رہ جائے گی بھلا"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"پھر اب کیا فیصلہ ہے آپ کا"۔

"چلئے بتائیں۔۔۔ کیا بات ہے"۔

"پہلے تو آپ یہ سن لیں۔۔۔ کہ یہ انسپکٹر جمشید ہیں"۔ انوار عالم بولے۔

"اچھا۔۔۔ ویسے میں انہیں پہچانتا ہوں۔۔۔ اگرچہ میں نیا نیا کمانڈر انچیف بنا ہوں۔۔۔ لیکن اس سے پہلے بھی تو آخر فوج میں تھا۔۔۔ میں ان کے بارے میں سنتا اور پڑھتا رہا ہوں"۔ انہوں نے اب بھی برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"شکریہ جناب! شاہی صاحب۔۔۔ اب آپ کی خدمت میں اصل



مسئلہ رکھتے ہیں"۔

انسپکٹر جمشید بولے اور پھر انہوں نے کیس کے بارے میں تفصیل سنا دی۔۔۔ درمیان میں کچھ باتیں وہ گول کر گئے۔۔۔ ان کے خاموش ہونے پر وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولے۔

"اچھا تو پھر۔۔۔ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"میرا خیال ہے۔۔۔ ہم آپ کی توجہ اور دلچسپی حاصل نہیں کر سکے۔۔۔ لہٰذا آپ کی خدمات حاصل کرنا ہمارے لیے بے کار ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"تب پھر۔۔۔ میرا وقت کیوں برباد کیا گیا؟"

"ہمیں معلوم نہیں تھا۔۔۔ آپ اس قدر خشک رویہ اختیار کریں گے۔۔۔ آپ پہلے خالد عبداللہ صاحب کمانڈر انچیف تھے۔۔۔ ان سے اکثر ملاقات ہوتی تھی۔۔۔ اور وہ ہر معاملے میں ہم سے تعاون کرنے کے لیے پوری طرح تیار رہتے تھے"۔

"ہر آدمی کا اپنا اپنا مزاج ہے۔۔۔ آپ مجھ سے براہ راست کوئی کام لینے کا حق نہیں رکھتے۔۔۔ ہاں حکومت مجھے حکم دے تو میں ہر وہ کام کروں گا۔۔۔ جس کا مجھے حکم ملے گا"۔

"ٹھیک ہے شاہی صاحب۔۔۔ ہم اب پہلے حکم نامہ آپ کو بھجوائیں گے۔۔۔ پھر آپ آئیے گا۔۔۔ ہم معافی چاہتے ہیں۔۔۔ آپ کو بلاوجہ زحمت دی۔۔۔ اور آپ کا قیمتی وقت ضائع کیا۔۔۔ ایک بار پھر ہم

معافی چاہتے ہیں"۔ انوار عالم نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ میں اب چلوں گا۔۔۔ آئندہ مجھے اس طرح ہرگز نہ بلایا جائے"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔۔۔ انوار عالم نے فون کا ریسیور اٹھا لیا۔۔۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"لیکن شامی صاحب۔۔۔ معاف کیجئے گا۔۔۔ ایک بات سمجھ میں نہیں آئی"۔

"اوہ وہ کیا؟" وہ تنک کر بولے۔

"آپ پھر یہاں آئے کیوں۔۔۔ فون پر کیوں نہ کہہ دیا کہ میں نہیں ہوں"۔

"بس! مجھ سے یہی غلطی ہوئی ہے۔۔۔ آئندہ یہ غلطی بھی نہیں ہو گی"۔

یہ کہہ کر وہ ایک جھٹکے سے اٹھے۔

"یہ آپ کا فون ہے شامی صاحب"۔ آئی جی بولے۔

"اوہ میرا فون"۔ ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! آپ کا فون"۔ انہوں نے کہا۔

شامی صاحب نے ریسیور حیرت زدہ انداز میں لے لیا اور پھر فون سننے لگے۔۔۔ ایسے میں انہوں نے ان کے چہرے پر حیرت کی بجلی چمکتے دیکھی۔۔۔ بات مکمل ہونے پر انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور تھکے تھکے



انداز میں بیٹھ گئے۔

"کیا آپ نے کوئی افسوس ناک خبر سنی ہے؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں"۔ انہوں نے مختصر جواب دیا۔

"تب پھر؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔۔۔ مجھے افسوس ہے۔۔۔ میں آپ سے بہت سخت انداز میں پیش آیا۔۔۔ بتائیے۔۔۔ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

وہ حیرت زدہ رہ گئے۔۔۔ کہاں تو وہ اٹھ کر جا رہے تھے۔۔۔ کہاں یہ کہہ رہے تھے کہ بتائیے مجھ سے کیا کام ہے؟

"کوئی بات ضرور ہوئی ہے جناب۔۔۔ فون سننے کے بعد آپ میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔۔۔ مہربانی فرما کر بتائیے۔۔۔ کیا معاملہ ہے؟"

"نہیں! میں کچھ نہیں بتا سکتا۔۔۔ آپ کو جو کام ہے۔۔۔ اس بارے میں بتائیں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ پروفیسر داؤد صاحب اس کیسٹ پر کام شروع کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ یہ کام تجربہ گاہ میں ہو گا۔۔۔ پروفیسر عثمان کی تجربہ گاہ میں۔۔۔ ہم چاہتے ہیں۔۔۔ اس تجربہ گاہ کی حفاظت فوج کرے"۔

"بس۔۔۔ اتنی سی بات"۔ ان کا منہ ایک بار پھر بن گیا۔

"یہ اتنی سی بات نہیں۔۔۔ بہت بڑی بات ہے"۔

"میرے نزدیک یہ سرے سے بات ہی نہیں ہے۔۔۔ اس لیے کہ یہ کام تو میں ایک کیپٹن کو بھیج کر کرا سکتا تھا۔۔۔ اور آپ نے بلایا کسے۔۔۔ کمانڈر انچیف کو۔۔۔ جب کہ یہاں سب پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں۔۔۔ بلکہ خان رحمان تو خود فوجی ہیں۔۔۔ خان صاحب۔۔۔ آپ نے بھی انہیں یہ بات نہیں بتائی"۔ وہ ان کی طرف مڑے۔

"جی نہیں۔۔۔ اس لیے کہ میں بھی آپ سے ہی اس بارے میں بات کرنا چاہتا تھا"۔ وہ مسکرائے۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"یہ بات اس طرح ہوئی کہ بے شک آپ ایک کیپٹن کے ذریعے تجربہ گاہ کی حفاظت کا کام کرا سکتے ہیں۔۔۔ لیکن جب مسئلہ بین الاقوامی ہو تو پھر بات آپ کے علم میں لائی جائے گی"۔

"کیا یہ ضروری ہے خان صاحب؟" وہ بولے۔

"جی ہاں بہت ضروری"۔ وہ بولے۔

"خیر خیر۔۔۔ اب آپ یہ چاہتے ہیں کہ پروفیسر عثمان کی تجربہ گاہ کو سخت نگرانی میں لے لیا جائے۔۔۔ وہاں کوئی آ سکے نہ جا سکے"۔

"بالکل! میں یہی چاہتا ہوں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ سمجھ لیں یہ کام ہو گیا"۔

یہ کہہ کر انہوں نے وائرلیس پر ہدایات دینا شروع کر دیں۔۔۔ ادھر وہ اب تک الجھن میں تھے۔۔۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ



فون سننے کے بعد ان میں یہ تبدیلی کیوں آئی تھی۔۔۔ دس منٹ بعد وہ ان کی طرف مڑتے ہوئے بولے۔

"جائیے۔۔۔ اب تجربہ گاہ میں جو جی چاہے' بھیجئے۔۔۔ وہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکے گا"۔

"شکریہ! لیکن پھر ہم کس طرح اندر داخل ہوں گے؟"

"میں آپ کو پاس بنا کر دوں گا۔۔۔ جس جس کے پاس ہو گا۔۔۔ صرف وہ اندر جا سکے گا"۔

"جی نہیں۔۔۔ یہ نہیں ہو گا؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب۔۔۔ کیا نہیں ہو گا؟" انہوں نے چونک کر کہا۔

"یہ کہ آپ کے دستخط والا پاس لے کر ہر کوئی اندر جا سکے گا۔۔۔ یہ ہماری مرضی ہو گی کہ کون اندر جا سکے گا اور کون نہیں۔۔۔ لہٰذا آپ کو تو بس وہاں موجود ملٹری آفیسر کو یہ ہدایات فرما دیں کہ میری اجازت کے بغیر وہاں کوئی داخل نہیں ہو گا۔۔۔ یہ دیکھنا میرا کام ہو گا کہ کون اندر آ سکتا ہے اور کون نہیں"۔

"بہت خوب! میں آفیسر کے نام یہ ہدایات لکھ دیتا ہوں"۔

"بہت بہت شکریہ"۔

اور پھر وہ ہدایات لے کر اس طرف روانہ ہو گئے۔۔۔ تجربہ گاہ واقعی گھیرے میں نظر آئی۔۔۔ ملٹری مین اس طرح چوکس کھڑے تھے کہ جیسے ابھی جنگ شروع ہونے والی ہے۔۔۔ جونہی ان کی گاڑی رکی۔۔۔

انہیں رائفلوں کی زد میں لیا گیا۔

"آپ آگے نہیں جا سکتے... جونہی آپ اس سے آگے ایک قدم اٹھائیں گے... فائر کر دیا جائے گا"۔

"اچھی بات ہے... آپ میں سے ایک آ کر شامی صاحب کا آرڈر پڑھ لے"۔

"اوہ! شامی صاحب کا آرڈر"۔ وہ چونک اٹھے... پھر ان میں سے ایک آگے آیا... انسپکٹر جمشید نے تحریری آرڈر انہیں دے دیا۔

"یہ ہمیں اپنے آفیسر کو دکھانا پڑے گا"۔

"ضرور کیوں نہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ اسی طرح کھڑے رہیں گے... کوئی حرکت نہیں کریں گے"۔

"ٹھیک ہے... نہیں کریں گے... ہمیں ضرورت بھی کیا ہے؟" خان رحمان نے منہ بنایا۔

نوجی نے ان پر ایک نظر ڈالی اور واپس مڑ گیا... تین منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی۔

"آیئے جناب"۔

وہ انہیں عمارت کے اندر لے آیا... یہاں ایک کمرے میں چند ملٹری آفیسر بیٹھے تھے۔

"تو آپ ہی انسپکٹر جمشید ہیں... اور آپ لوگوں کی درخواست پر



ہی اس عمارت کی حفاظت کے لیے یہ انتظامات کیے گئے ہیں"۔

"جی ہاں! یہی بات ہے"۔

"وہ کیسٹ کہاں ہے؟" اس نے سرسری انداز میں کہا۔

انسپکٹر جمشید کا دل زور سے دھڑکا... یہ لوگ اگر ان سے زبردستی کیسٹ وصول کرنے پر اتر آتے تو وہ کیا کر سکتے تھے... اپنے ملک کے فوجیوں پر حملہ کرنے سے تو رہے... پھر انہوں نے سنبھل کر کہا۔

"آپ کا کیسٹ سے کوئی تعلق نہیں"۔ ان کی آواز سرد اور لہجہ خشک تھا۔

"تب پھر ہم اس کی حفاظت کس طرح کریں گے"۔

"کیسٹ اندر ہمارے پاس ہو گی... آپ بس عمارت میں کسی کو نہ آنے دیجئے گا... یا جب تک میں نہ کہوں... کوئی اندر نہ آئے"۔

"او کے... آپ اندر جا سکتے ہیں"۔

"تجربہ گاہ میں پہنچے... پروفیسر عقان ان دنوں ملک سے باہر طویل دورے پر تھے... اس لیے ان کے ماتحت بھی سب کے سب چھٹی پر تھے... تجربہ گاہ بہت دنوں سے بند پڑی تھی... اس لیے پہلے تو انہیں صفائی کرنا پڑی۔

"پروفیسر صاحب... پہلے آپ اندر کا اندرونی جائزہ لے لیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اندر کا اندرونی جائزہ"۔ انہوں نے سوالیہ انداز میں کہا' ساتھ میں ان کی طرف دیکھا بھی۔۔۔ انہوں نے آنکھوں سے اشارہ کیا کہ وہ کس چیز کے جائزے کی بات کر رہے ہیں۔۔۔ پھر بولے۔

"میرا مطلب ہے۔۔۔ آلات کا جائزہ۔۔۔ کہ یہ کام کر رہے ہیں یا نہیں۔۔۔ اور آپ یہاں کام کر سکیں گے یا نہیں"۔

"او کے"۔

اور پھر وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔۔۔ جلد ہی انہوں نے تین آلات انہیں دکھائے۔۔۔ گویا ان کی گفتگو باہر سنی جانے کا پروگرام تھا۔۔۔ ملٹری مین اس کا انتظام کر چکے تھے۔۔۔ پہلے تو انہوں نے ان آلات کو بے کار کیا' پھر انسپکٹر جمشید' خان رحمان سے بولے۔

اس فوجی آفیسر کو بلا لو۔۔۔ جس نے پوچھا تھا۔۔۔ کیپٹ کہاں ہے؟"

"اگر وہ نہ آئے تو؟" انہوں نے پوچھا۔

"پھر ہمیں اپنی فکر کرنا پڑے گی"۔ وہ مسکرائے۔

خان رحمان سیدھے باہر پہنچے۔۔۔ اور اس آفیسر سے بولے۔

"انسپکٹر جمشید آپ کو بلا رہے ہیں۔۔۔ اندر ایک اہم چیز نظر آئی ہے۔۔۔ جس کا آپ کی نظر میں آنا ضروری ہے"۔

"اوہ اچھا"۔ اس نے چونک کر کہا اور پھر وہ ان کے ساتھ اندر آ گیا۔



"ہاں جناب! کیا حکم ہے۔۔۔ کیا نظر آیا ہے آپ کو؟"

"اس سے پہلے کہ ہم وہ آپ کو دکھائیں۔۔۔ آپ ذرا وضاحت کر دیں۔۔۔ آپ لوگوں کا پروگرام کیا ہے"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولا۔

"آپ لوگوں کو یہاں حفاظت کے لیے بلایا گیا ہے۔۔۔ جاسوسی کے لیے نہیں۔۔۔ آپ جاسوسی کس کے حکم سے کر رہے ہیں۔۔۔ ہم اپنا کام ان حالات میں نہیں کریں گے۔۔۔ پہلے وضاحت ہو گی"۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ یہ سب کیا ہے؟"

اب انہوں نے تینوں آلات اس کے سامنے کر دیے۔۔۔ جنہیں پروفیسر داؤد بے کار کر چکے تھے۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ کیا؟" وہ اچھل پڑا۔

"ہماری جاسوسی کرنے کا حکم آپ کو کس نے دیا۔۔۔ کیا شامی صاحب نے"۔

"جج۔۔۔ جی ہاں"۔ وہ بولا۔

"تب ہم یہاں نہیں رہیں گے۔۔۔ کوئی دوسرا انتظام کریں گے"۔

"آپ کی مرضی۔۔۔ اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو جا سکتے ہیں۔۔۔ آپ کے جانے کے بعد ہم شامی صاحب سے رابطہ کریں گے۔۔۔ اگر

انہوں نے واپس جانے کا حکم دیا تو یہاں سے چلے جائیں گے... اور اگر انہوں نے بدستور حفاظت کرنے کا حکم دیا تو ہم یہیں رہیں گے"۔

"ٹھیک ہے... ہم جا رہے ہیں شکریہ... آؤ بھئی چلیں"۔

"آیئے... میں آپ کو بیرونی دروازے تک پہنچا دوں"۔

وہ باہر کی طرف چل پڑے... ایسے میں اچانک ملٹری مینوں نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔

"یہ کیا؟" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"آپ کی حفاظت کے لیے... وہ کیسٹ کہاں ہے؟"

"وہ ہم ابھی یہاں کب لائے ہیں یہاں کے انتظامات دیکھنے کے بعد لانے کا پروگرام تھا... لیکن یہاں تو سب معاملہ گڑبڑ ہو گیا"۔

"او کے... آپ کو تلاشی دینا ہو گی"۔

"یہ ایک غیر قانونی کام ہو گا... یہ سوچ لیں پہلے آپ"۔

"سوچ چکے ہیں... آپ ہمارے خلاف مقدمہ درج کرا دیجئے گا"۔

"اوہو... آپ اس حد تک جذبات رکھتے ہیں... خیر کوئی بات نہیں"۔

انہوں نے ان کی بہت اچھی طرح تلاشی لی... لیکن ان کے پاس سے کیسٹ برآمد نہ ہوئی... آخر انہیں باہر جانے دیا گیا... نکلتے ہوئے انسپکٹر جمشید بولے۔



"شاہی صاحب اگر خود اس کیسٹ کو حاصل کرنا چاہتے ہیں... تو وہ ہمارے پاس آ جائیں"۔

"ٹھیک ہے... آپ کا پیغام انہیں دے دیا جائے گا"۔

"شکریہ بہت بہت"۔

اور وہ وہاں سے روانہ ہوئے۔

"یہ کیا ہوا یار جمشید؟"

"ابھی کوئی بات نہیں کی جائے گی... جب ہم اندر چلے گئے تھے... اس وقت اس گاڑی میں بھی آلہ چھپایا گیا ہے"۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

"اوہ نہیں"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"اب حیرت بڑھتی جا رہی ہے"۔ خان رحمان نے کہا۔

"یہ معاملہ میری سمجھ میں بھی نہیں آیا"۔ انہوں نے کہا۔

آخر انوار عالم کے دفتر پہنچ گئے۔

"اوہو! آپ واپس آ گئے یا ابھی گئے بھی نہیں"۔

"واپس آ گئے"۔

"کیوں... کیا ہوا؟"

جو ہوا تھا... انہوں نے بتا دیا... انوار عالم کا دماغ گھوم گیا۔

"ان کے رویے سے پہلے ہی میں سمجھ گیا تھا... پہلے تو انہوں نے خوب بحث کی تھی کہ انہیں بلایا کیوں گیا... پھر اچانک ہماری مدد

کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔۔۔ میں اس بات پر پریشان ہو گیا تھا۔۔۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ کیسٹ لے کر وہاں نہیں جاؤں گا"۔

"یہ تو خیر جمشید۔۔۔ تم نے اچھا کیا۔۔۔ ورنہ ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ ملٹری مین زبردستی کیسٹ ہم سے لے لیتے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"وہ انہیں لینا تھی۔۔۔ اور اب بھی وہ حاصل کرنے کے چکر میں ہیں"۔

"نن نہیں"۔ انوار عالم بولے۔

"سچ بات یہ ہے انوار صاحب۔۔۔ ہم یہاں بہت بڑا خطرہ محسوس کر رہے ہیں اور فوری طور پر دارالحکومت چلے جانا چاہتے ہیں۔۔۔ سوال یہ ہے کہ ہم کیسے جا سکیں گے"۔

"کیوں۔۔۔ کیا یہ لوگ زبردستی ہم سے کیسٹ لے لیں گے"۔ انوار عالم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! بالکل"۔

"کیا ان کا یہ اقدام قانونی ہو گا"۔

"یہ بحث تو بعد میں کی جائے گی۔۔۔ پہلے ہمیں کیسٹ کی فکر کرنا ہے"۔

"اور کیسٹ کہاں ہے؟" انوار عالم بولے۔

"بس ہے۔۔۔ اور جانے سے صرف چند منٹ پہلے ہم وہ وہاں سے لے لیں گے۔۔۔ فی الحال آپ ہمارے لیے فوراً کسی جہاز یا ہیلی کاپٹر



کا انتظام کر دیں"۔

"ابھی محمود' فاروق اور فرزانہ بھی نہیں لوٹے۔۔۔ شوکی برادرز کو بھی بلا لیتے ہیں۔۔۔ وہ گھر میں آرام کر کے کیا کریں گے"۔ خان رحمان بولے۔

"ہاں ضرور۔۔۔ پہلے تو میں محمود سے بات کرتا ہوں"۔

"کیا تمہیں معلوم ہے۔۔۔ وہ کہاں ہیں؟"

"ہاں! پہلے وہ فونڈا کے گھر گئے ہوں گے۔۔۔ اس کے بعد نواب صاحب کی حویلی میں"۔

"اوہ۔۔۔ اوہ"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"انسپکٹر جمشید نے پہلے شوکی برادرز کو فون کیا' شوکی ان کی آواز سن کر چونکا۔

"کیا کر رہے ہو بھئی؟"

"جی آرام"۔ شوکی نے فوراً کہا۔

"یہ کون سا آرام ہوتا ہے"۔

"جی بس۔۔۔ آرام"۔ اس نے کہا۔

"ہمارے ساتھ دارالحکومت چلنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بالکل تیار بیٹھے ہیں"۔

"وہ کیسے۔۔۔ ہم نے تو یہ پروگرام ابھی ابھی بنایا ہے"۔

"اندازہ انکل اندازہ۔۔۔ میرا خیال تھا کہ آخرکار آپ

دارالحکومت جانے کا فیصلہ کریں گے"۔

"بہت خوب شوکی۔۔۔ تب تم فوراً انوار عالم کے دفتر پہنچ جاؤ۔۔۔ ہم یہاں سے ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔۔۔ یا پھر ہیلی کاپٹر آجائے گا یہاں"۔

"اوہ۔۔۔ ہیلی کاپٹر"۔

"ہاں اگر کوئی جہاز نہ مل سکا تو یہ بھی کرنا ہو گا"۔

"بہت بہتر۔۔۔ ہم آ رہے ہیں۔۔۔ آپ فکر نہ کریں' ویسے اس کا کیا بنا؟" شوکی نے کہا۔

اس کی مراد کیسٹ سے تھی۔

"ابھی تک کچھ نہیں بنا۔۔۔ بس تم آجاؤ"۔

اب انہوں نے تجربہ گاہ فون کیا۔۔۔ لیکن وہاں سے کسی نے فون نہ اٹھایا۔

"اس کا مطلب ہے۔۔۔ ملٹری مین بھی وہاں نہیں' ٹھہرے"۔

"اس جگہ کی حفاظت ہمیں کرانا تھی۔۔۔ نہ کہ انہیں خود کرنا تھی۔۔۔ لہٰذا وہ کیوں رکتے وہاں"۔

"خیر۔۔۔ یہ اچھا ہوا"۔

"ہم دارالحکومت میں پروفیسر انکل کی تجربہ گاہ کے گرد اپنی فورس کے آدمی مقرر کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے خیال پیش کیا۔

"بالکل ٹھیک۔۔۔ جمشید"۔ پروفیسر داؤد خوش ہو گئے۔



"محمود' فاروق اور فرزانہ کو فون کر رہے تھے تم"۔

"اوہ ہاں۔۔۔ ضرور"۔

یہ کہہ کر انہوں نے نواب خالو کے نمبر ملائے۔۔۔ جلد ہی ان کی آواز سنائی دی۔

"السلام علیکم جناب! یہ میں ہوں انسپکٹر جمشید"۔

"اوہ انسپکٹر صاحب آپ۔۔۔ فرمایئے"۔

"محمود' فاروق اور فرزانہ یہیں ہیں نا؟"

"ہاں بالکل یہیں ہیں۔۔۔ بلاؤں فون پر"۔

"نہیں۔۔۔ آپ ان سے کہہ دیں۔۔۔ کیسٹ سمیت فوراً انوار عالم کے دفتر پہنچ جائیں"۔

"لیکن جمشید۔۔۔ انہیں کیسے پتا چلے گا۔۔۔ شوکی نے کیسٹ کہاں چھپائی ہے"۔

"وہ کچھ نہ کچھ تو کریں گے ہی۔۔۔ نہیں پتا چلے گا تو شوکی سے پوچھ کر بتا دیں گے' انہیں"۔

"لیکن یہ پہلے ہی کیوں نہ پوچھ لیا جائے"۔ خان رحمان بولے۔

"نہیں۔۔۔ شوکی سے ہم فون پر یہ نہیں پوچھ سکتے"۔ پھر انہوں نے چونگ کر ریسیور میں کہا۔

"اچھا نواب صاحب۔۔۔ آپ ذرا محمود' فاروق اور فرزانہ میں سے کسی کو فون پر بلا دیں"۔

"ابھی....."

نواب خالو کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ ساتھ ہی فون کی آواز بند ہو گئی۔

"دوڑو۔۔۔ حویلی خطرے میں ہے"۔ انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

☆○☆



# باہر خطرہ ہے

"کیا ہوا نشانے باز صاحب۔۔۔ آپ خوف میں کیوں مبتلا ہو گئے؟" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"باہر خطرہ ہے"۔

"وہ کیسے"۔

"اس دروازے پر دستک کیونکر ہو سکتی ہے"۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"بات ہو سکتی ہے۔۔۔ آپ نہیں جانتے۔۔۔ یہ حویلی نواب صاحب کی ہے۔۔۔ آپ سے زیادہ ہم اس سے واقف ہیں"۔ یہ کہہ کر وہ دروازے تک آ گیا اور بارعب آواز میں بولا۔

"کیا بات ہے۔۔۔ باہر کون ہے؟"

"دروازہ کھول دو۔۔۔ ورنہ توڑ دیا جائے گا"۔

"اس نے پریشان ہو کر ان کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو

"دیکھا۔۔۔ میں نہ کہتا تھا"۔

لیکن اس نے ان سے کچھ نہ کہا۔۔۔ ہونٹوں پر انگلی رکھ کر

کیسٹوں کی طرف اشارہ کیا... وہ ان سے کہنا چاہتا تھا... وہ کیسٹ اٹھا لیں... لیکن محمود' فاروق اور فرزانہ وہ کیسٹ کس طرح اٹھا سکتے تھے... اس پر کوئی نشان تو تھا نہیں... جب تک وہ پیکٹ کے اندر تھی... اس وقت تک وہ دوسری کیسٹوں سے الگ تھی... جب پیکٹ کھول کر اس کو نکال لیا گیا... اور دوسری کیسٹوں میں ملا دیا گیا... اس کے بعد کسی کو کیا پتا کہ کیسٹ کون سی ہے... لہٰذا وہ چکرا کر رہ گئے... محمود نے اشارے میں کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم... کیسٹ کون سی ہے"۔

"اوہ... تب پھر... اب کیا بجے گا... باہر تو شاید دشمن موجود ہے"۔

"محمود نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا... پھر ان میں سے ایک کیسٹ اٹھا کر کپڑوں میں چھپا لی... اور اشارہ کیا' اب دروازہ کھول دے... اس نے دروازہ کھول دیا۔

فوراً ہی نواب خالو اندر داخل ہوئے... ان کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھے ہوئے تھے۔

"ہائیں خالو صاحب... یہ آپ تھے... ہم سمجھے تھے... کوئی دشمن آ گیا ہے... اور یہ آپ ہاتھ اوپر کیوں اٹھائے ہوئے ہیں"۔

نواب خالو نے برا سا منہ بنایا... اور پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ... ارے... ہائیں... یہ... آپ اتنے بہت سے لوگوں کو



یہاں کس لیے لے آئے"۔

"خبردار! ہاتھ اوپر اٹھا دو... اور ادھر ادھر کی نہ ہانکو"۔

کمرے میں اس وقت تک دس کے قریب ملٹری مین داخل ہو چکے تھے... ان کے ہاتھوں میں جدید رائفلیں تھیں... جو چمک رہی تھیں۔

"آپ... آپ تو ہماری اپنی ملٹری کے آدمی لگتے ہیں... پھر ہم سے ہاتھ کیوں اٹھوا رہے ہیں' آپ تو ہمارے اپنے ہیں"۔

"ہم نے کیا کہا تھا... ادھر ادھر کی نہ ہانکو"۔

"ہاں... وہ تو ہم نے سنا تھا... لیکن ہم ادھر ادھر کی ہانک کب رہے ہیں؟"

"وہ کیسٹ نکالو"۔

"یا اللہ رحم... اب ہمارے اپنے بھی ہم سے وہ کیسٹ مانگیں گے... یہ معلوم نہیں تھا... اگر معلوم ہوتا تو کبھی اس معاملے میں دخل نہ دیتے"۔ فاروق نے درد بھرے انداز میں کہا۔

"سنا نہیں... وہ کیسٹ نکالو"۔

"محمود نے کپڑوں میں سے کیسٹ نکال کر انہیں دے دی۔

"اس بات پر کیسے یقین آئے کہ یہ وہی کیسٹ ہے"۔

"چلا کر دیکھ لیں... وہ ریاوی سی آر اور وہ ریاوی وی"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"حد ہو گئی... یعنی کہ"۔ اس نے جل کر کہا۔

"ہو گئی ہو گی جناب... ہم کب کہتے ہیں... نہیں ہوئی"۔ فاروق نے مسکی صورت بنائی۔

"کیا نہیں ہوئی؟"

"حد اور کیا... یہاں ہونے کے لیے اور رکھا ہی کیا ہے؟"

"چلو بھئی... یہی کیسٹ لگتی ہے... یہ نہ ہوئی تو پھر ان لوگوں تک پہنچ جائیں گے... یہ کون سا بھاگے جا رہے ہیں"۔ ملٹری مین بولا۔

"کاش آپ ہماری اپنی ملٹری کے آدمی نہ ہوتے"۔ محمود نے سرد آہ بھری۔

"کیا مطلب... اگر ہم اس ملک کی ملٹری کے آدمی نہ ہوتے تو تم کیا کر لیتے"۔

"ہم وہ کرتے... جس کے بارے میں آپ سوچ بھی نہیں سکتے"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"چلو چلیں... دیکھا جائے گا"۔

وہ دروازے کی طرف مڑے ہی تھے کہ ان کے قدم لڑکھڑا گئے... اور وہ کئی قدم اندر کی طرف گرتے پڑتے سے آ گئے۔

"یہ... یہ کیا... کیسٹ پا کر آپ چلنا بھی بھول گئے"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"خبردار... رائفلیں گرا دو... ورنہ"۔ ایک دھمکی آمیز آواز



سنائی دی۔

"ورنہ کیا؟"

انہوں نے دیکھا... کمرے میں اب دس کے قریب اور آدمی اندر داخل ہو چکے تھے... لیکن وہ ملٹری مین نہیں تھے... سیاہ پوش تھے... ان کے پورے کے پورے جسم سیاہ لباس میں چھپے ہوئے تھے... صرف آنکھوں کی جگہ اس لباس میں سوراخ تھے... وہ بھی چھوٹے چھوٹے... تاکہ آنکھیں بھی صاف نظر نہ آ سکیں"۔

"لیجئے... اور آ گئے... خدائی فوج دار... آج یہ ہو کیا رہا ہے... یہ ہمارے خالو صاحب کی حویلی ہے یا کوئی اکھاڑا"۔ فاروق نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

"نواب خالو"۔ نواب صاحب نے بھنا کر کہا۔

"اوہ معاف کیجئے گا... آپ کو خالی خالو کہ گیا... وہ بھی ایک بار نہیں... دو بار"۔ فاروق بوکھلا اٹھا۔

"کیا کہا... خالی خالو... یہ کیسا خالو ہوتا ہے"۔

"خاموش... ہم تم لوگوں کی بکواس سننے نہیں آئے"۔ نئے آنے والوں نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ ہم کیوں ہا اوپر اٹھا دیں... جب کہ رائفلیں ہمارے ہاتھوں میں ہیں"۔ ایک ملٹری مین نے منہ بنایا۔

"ہمارے ہاتھوں میں گیس گینڈ ہیں... یہ دیکھیں"۔

ان میں سے ایک نے اپنا ہاتھ کھول کر ان کے سامنے کر دیا۔۔۔ اس کی ہتھیلی پر ایک رنگین گیند نظر آئی۔۔۔ گیند لچکی تھی۔

"یہ کیا ہے۔۔۔ گیند۔۔۔ چلو اچھا ہے۔۔۔ کرکٹ کھیلنے کے کام آئے گی"۔ فاروق خوش ہو گیا۔

"کیا کہتے ہو۔۔۔ اتنی چھوٹی گیند سے کوئی کرکٹ کھیلتا ہے"۔ فرزانہ نے جل بھن کر کہا۔

"خاموش۔۔۔ پہلے اس گیند کے بارے میں سن لو۔۔۔ اگر یہ میں زمین پر گرا دوں تو یہ پھٹ جائے گی۔۔۔ اور اس میں سے زہریلی گیس خارج ہو گی۔۔۔ جو تم سب کو آن کی آن میں بے ہوش کر دے گی۔۔۔ اور اس کے دس منٹ بعد تم سب ختم"۔

"اور ساتھ میں آپ لوگ بھی"۔

"نہیں۔۔۔ اس لیے کہ ہم نے گیس ماسک پہن رکھے ہیں۔۔۔ اب اگر تمہیں اس زہریلی گیس سے مرنے کا شوق ہے۔۔۔ تو ضرور ہو۔۔۔ ہاتھ نہیں اٹھاؤ گے تو میں گیند گرا دوں گا۔۔۔ یہ نازک شیشے کی ہے۔۔۔ ذرا سی لگی نہیں اور یہ ٹوٹی نہیں"۔

اور وہ مسکرا دیے۔۔۔ پھر ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔۔۔ ملٹری مینوں نے بھی اپنی رائفلیں گرا دیں۔

"یہ سب رائفلیں سمیٹ کر باہر والے ساتھیوں کے حوالے کر دو"۔



"لیکن باہر تو ہمارے آدمی موجود ہیں"۔ ملٹری مین نے کہا۔

"وہ دن گئے۔۔۔ جب پیپسی گلاب تھا"۔ ایک نقاب پوش نے ہنس کر کہا۔

"جی کیا مطلب۔۔۔ کس کا پیپسی گلاب تھا۔۔۔ اور یہ کن دنوں کی بات ہے"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"اما جاؤ۔۔۔ میں نے تو سنا ہے۔۔۔ تم لوگ ہر وقت محاورات کی دنیا میں رہتے ہو۔۔۔ اور میری بات تمہارے پلے تک نہیں پڑ رہی"۔

"یہ بات کا قصور ہے۔۔۔ نہ کہ ہمارا"۔ فاروق نے اسے گھورا۔۔۔ لیکن وہاں کیا نظر آ رہا تھا۔۔۔ دو سوراخ۔۔۔ اور وہ بھی برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

"کیسٹ کہاں ہے۔۔۔ جواب نہ ملا تو گیند فرش پر جا گرے گی۔۔۔ اور اس کے بعد ہم آرام اور اطمینان سے کیسٹ تلاش کر لیں گے"۔

"وہ تو اس ملٹری مین کے پاس ہے"۔ محمود نے اشارہ کیا۔

"نکالو کیسٹ"۔ وہ غرایا۔

"اچھا"۔ اس نے گھبرا کر کہا اور پھر کیسٹ کپڑوں میں سے نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

"ہپ۔۔۔ پتا نہیں۔۔۔ یہ کیسٹ اور کتنے ہاتھوں میں جائے گی"۔

"بس اب یہ کسی اور ہاتھ میں نہیں جائے گی۔۔۔ اسے جہاں جانا تھا۔۔۔ پہنچ چکی"۔

"آپ کا تعلق کس ملک سے... اتنا تو بتا دیں"۔

"یہ بتانا ہوتا تو نقاب میں کیوں آتے"۔

"ہم نقاب میں بھی آپ کو بتا سکتے ہیں کہ آپ کا تعلق کس ملک سے ہے"۔

"اچھا... ذرا بتاتا تو"۔ اس نے کہا۔

"یہ میں بعد میں بتاؤں گا... پہلے آپ ایک سوال کا جواب دیں"۔

"اور وہ کیا؟"

"آپ نے کیسے جان لیا کہ یہ کیسٹ اصلی ہے... جب کہ اس کی کوئی نشانی نہیں ہے"۔

"کیا مطلب... اگر یہ اصلی نہیں ہے تو پھر اس ملٹری میں کے کپڑوں میں سے کیوں نکلی؟" وہ اچھل پڑا۔

"اس نے ہم سے کیسٹ مانگی... ہم نے ایک کیسٹ اسے دے دی... ادھر دیکھئے نا... یہاں کتنی کیسٹیں ہیں"۔

"کیا مطلب... کیا تم نے ان میں سے ایک کیسٹ اسے دے دی تھی؟"

"تو میں اور کیا کرتا"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"نن نہیں... تب پھر تم بتاؤ... اصلی کیسٹ کون سی ہے"۔

"افسوس! ہمیں نہیں معلوم... ہاں آپ فرمائیں... ہم ان میں



سے آپ کو کون کون سی کیسٹ دیں' جتنی جی چاہے لے لیں"۔

"تم نے تو ہمیں الجھن میں ڈال دیا... خیر کوئی بات نہیں... یہ تمام کیسٹیں... یعنی جو خالی ہیں... سمیٹ لو"۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔

"او کے سر"۔ ایک نے کہا اور پھر انہوں نے وہ تمام کیسٹیں اٹھا لیں... اور ان کو ایک بیگ میں بھر لیا۔

"اب ان میں سے ایک تو اصل کیسٹ ہے ہی"۔ نقاب پوش ہنسا۔

"یہ بھی ضروری نہیں"۔ محمود مسکرایا۔

"کیا مطلب... کیا ضروری نہیں"۔

"یہ کہ ان میں سے ایک کیسٹ اصلی ہو... ہو سکتا ہے... یہ سب کی سب عام کیسٹیں ہوں"۔

"تب پھر اصل کیسٹ کہاں ہے"۔

"اس کا علم سوائے شوکی کے کسی کو نہیں"۔

"کیا مطلب... اور یہ شوکی کہاں ہے... کہاں ملے گا"۔

"یہ اس کی مرضی کی بات ہے... کہاں ملے گا اور کہاں نہیں... اگر آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ آپ کا تعلق کس ملک سے ہے تو شاید ہم بھی آپ کو بتا دیں کہ برادر شوکی آپ کو کہاں مل سکے گا"۔

"نہیں... یہ بات نہیں بتائی جا سکتی"۔

تو پھر... کیا بات بتائی جا سکتی ہے؟" محمود نے پوچھا۔

"ہمارا دماغ نہ چاٹو... یہ بتاؤ... شوکی کہاں ملے گا؟"

"میرا خیال ہے... اس وقت شوکی انوار عالم کے پاس پہنچ چکا ہو گا... کیا خیال ہے بھئی"۔ محمود نے کچھ سوچ کر کہا۔

"بالکل یہی بات تھی... وہ اس وقت انوار عالم کے پاس ہو گا"۔

"تمہارا مطلب ہے... آئی جی کے دفتر میں"۔

"ہاں بالکل"۔

"جاؤ... اسے اٹھا لاؤ... انوار عالم سمیت اٹھا لاؤ"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"بہت بہتر سر... ابھی حاضر کرتے ہیں"۔ یہ کہہ کر ان میں سے ایک باہر نکل گیا۔

"حیرت ہے... آپ لوگ آخر ان کے دفتر سے انہیں کس طرح اٹھا لائیں گے... کیا پولیس آپ کا راستہ نہیں روکے گی"۔

"نہیں... پولیس ہمیں دیکھ کر بھیگی بلی بن جاتی ہے"۔

"آخر آپ کون ہیں؟"

"کالا گروہ... لو بتا ہی دیا... تم بھی کیا یاد کرو گے"۔

"کک... کالا گروہ... کیا مطلب... اس گروہ کا نام تو ہم شاید پہلی بار سن رہے ہیں"۔

"اس لیے کہ... کالا گروہ کا تعلق اس ملک سے نہیں ہے...



جس ملک سے اس کا تعلق ہے... وہاں جا کر پوچھو... تب تمہیں پتا چلے گا کہ کالا گروہ کیا چیز ہے"۔

"بہت بہت شکریہ... ہم کس ملک میں جا کر پوچھیں"۔ فاروق خوش ہو گیا۔

"ضد ہو گئی... یہی تو ہم بتا نہیں سکتے"۔

"تب پھر کالا گروہ کے بارے میں کون بتائے گا"۔

"چھوڑو... کیا کرو گے پوچھ کر"۔

"اور اس کیس کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟"

"ہماری حکومت نے ہمیں حکم دیا ہے کہ وہ کیس ہر حال میں حاصل کرنا ہے... اور بس... ہمیں اور کچھ معلوم نہیں"۔ اس نے کہا۔

"لیکن آپ کی حکومت نے آپ کو کچھ تو بتایا ہو گا"۔

"ہاں! یہ بتایا تھا کہ کیس اس وقت ملک کے جنوبی حصے کے انوار عالم کے پاس ہے... لیکن جب ہم یہاں پہنچے اور اپنے خفیہ کارکنوں سے رپورٹ طلب کی تو ان سے معلوم ہوا... کیس کے بارے میں اس وقت تک کی اطلاع یہ ہے کہ وہ نواب خالو کی حویلی میں ہے"۔

"اوہ نہیں"۔ وہ حیران رہ گئے۔

"اوہ نہیں کیا... کس بات پر حیرت ہوئی"۔

"اس بات پر کہ آپ لوگوں کے خفیہ کارکنوں کی معلومات حیرت انگیز ہیں"۔

"وہ یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں۔۔۔ سرکاری آفیسرز خریدے ہوئے ہیں۔۔۔ ایسے دفاتر میں سراغرسانی کے آلات نصب ہیں۔۔۔ خفیہ آلات۔۔۔ کے ذریعے سے وہاں ہونے والی گفتگو سن لی جاتی ہے۔۔۔ اس وقت شہر میں شاید ہی کوئی سرکاری دفتر بالکل محفوظ ہو گا"۔

"لیکن پھر آپ ہمارا بھی کیوں مان لیں"۔ محمود نے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"اس قدر معلومات ہونے کے باوجود۔۔۔ کیسٹ اب تک آپ لوگ حاصل نہیں کر سکے"۔

"اسی بات پر تو اس وقت تین حکومتیں جھلائی ہوئی ہیں"۔ وہ ہنسا۔

"کیا مطلب۔۔۔ تین حکومتیں کون کون سی؟"

"ایک حکومت انشارجہ کی۔۔۔ دوسری شاوجستان کی۔۔۔ تیسری ہماری۔۔۔ اور۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"اور کیا۔۔۔ تین ہی حکومتوں کا تو نام لیا تھا آپ نے اور وہ گنوا دیں"۔

"ایک چوتھی حکومت بھی ہے۔۔۔ جو کیسٹ حاصل کرنا چاہتی ہے"۔



"اور وہ کون سی؟"

"آپ کی اپنی حکومت"۔

"ہاں خیر۔۔۔ ہم تو چاہتے ہیں۔۔۔ کہ کیسٹ ہمارے پاس رہے"۔

"غلط سمجھے ننھے بچے"۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"مطلب یہ کہ آپ کی حکومت بھی آپ سے وہ کیسٹ حاصل کرنا چاہتی ہے"۔

"نن نہیں۔۔۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔ ہم اور ہماری حکومت تو ایک ہی بات ہے"۔

"بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا۔۔۔ تم نہیں جانتے۔۔۔ کچھ نہیں جانتے"۔

"کیا نہیں جانتے۔۔۔ اب آپ ہمیں اتنی الجھن میں تو نہ ڈالیں"۔ محمود نے بے چین ہو کر کہا۔

"بتا دوں پھر۔۔۔ کہیں ہوش نہ اڑ جائیں تمہارے"۔

"بتا بھی دیں۔۔۔ ہوش بے چاروں کا کیا ہے۔۔۔ یہ تو اڑتے ہی رہتے ہیں۔۔۔ یوں بھی ہمارے پاس اڑانے کے لیے کچھ نہیں ہے"۔

عین اس وقت تیز تیز قدموں کی آواز سنائی دی اور ایک سیاہ پوش اندر داخل ہوا۔

"سر۔۔۔ انوار عالم۔۔۔ انسپکٹر جمشید اور چند اور لوگ خود ہی

یہاں پہنچ گئے ہیں۔۔۔ ہم نے انہیں زد پر لے لیا ہے۔۔۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے"۔

"لے آؤ انہیں بھی"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"او کے سر"۔

"ایک منٹ۔۔۔ کیا ان کے ساتھ شوکی برادرز نہیں ہیں"۔

"جی۔۔۔ جی نہیں۔۔۔ وہ تو نظر نہیں آئے"۔

"تو پھر ان کے گھر پتا کرو۔۔۔ ان کی یہاں بہت ضرورت ہے اور جلدی"۔

"او کے سر"۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔۔۔ چند ہی لمحوں بعد انسپکٹر جمشید وغیرہ ہاتھ اوپر اٹھائے اندر داخل ہوئے۔

"آپ لوگ بھی آ گئے"۔ محمود بولا۔

"اب اور کیا کرتے۔۔۔ یہاں کی کیا رپورٹ ہے"۔

"یہاں جتنی خالی کیسٹیں تھیں۔۔۔ انہوں نے وہ سب سمیٹ لیں۔۔۔ یہ خیال کر کے کہ چلو ان میں ضرور اصل کیسٹ موجود ہے"۔

"لیکن تم یہاں کیا کرنے آئے تھے؟"

"اسی خیال میں آئے تھے کہ کیسٹ کی تلاش میں کچھ لوگ حویلی میں نہ آ جائیں۔۔۔ اور نواب خالو کو پریشانی نہ ہو۔۔۔ یہ اور بات ہے کہ یہاں آ کر ہم خود پریشان ہو گئے اور کالا گروہ نے تو ہمیں اور زیادہ پریشان کر دیا"۔



"کیا کہا۔۔۔ کالا گروہ؟" وہ چونک اٹھے۔

جی ہاں۔۔۔ یہ آپ کو کالے کالے لوگ نظر نہیں آ رہے"۔

"ہاں۔۔۔ آ رہے ہیں۔۔۔ نظر کیوں نہیں آئیں گے جب کہ ہم میں سے کسی کی نظر کمزور نہیں ہے"۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"انہوں نے بتایا ہے۔۔۔ ان کا تعلق کسی کالا گروہ سے ہے"۔

"من نہیں"۔ انہوں نے گھبرا کر کہا۔

"کیا بات ہے ابا جان۔۔۔ کیا آپ جانتے ہیں۔۔۔ کالا گروہ کس ملک کا ہے؟"

"ہاں! کیوں نہیں جانتا۔۔۔ حیرت ہے۔۔۔ بازن طان بھی اس معاملے میں شریک ہو گیا"۔

"اوہ۔۔۔ ارے۔۔۔ کمال ہے"۔ نقاب پوش کے منہ سے نکلا۔

"کیا مطلب۔۔۔ کیا ہو گیا آپ کو؟" محمود نے چونک کر کہا۔

"یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ کالا گروہ کس ملک کا ہے۔۔۔ حیرت ہوئی انسپکٹر جمشید کی معلومات پر"۔ اس نے بتایا۔

"اب پروگرام کیا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"بہت رنگین۔۔۔ اس قدر رنگین کے اس حویلی کی دیواریں بھی رنگین ہو جائیں گی"۔

"کیا پینٹ کرنے کا ارادہ ہے؟" فاروق بولا۔

"ہاں۔۔۔ لیکن تم لوگوں کے خون سے"۔

"ارے باپ رے... اس قدر خوفناک باتیں تو نہ کریں"۔

"ان سے کم خوفناک باتیں تو خیر ہمیں آتی ہی نہیں"۔

"ان لوگوں نے شوکی برادرز کو پکڑ لانے کے لیے اپنے ساتھیوں کو بھیجا ہے"۔

"اوہ اچھا... یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کون سی کیسٹ اصلی ہے اور وہ کہاں ہے"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"اس میں بنیادی غلطی اس کی ہے... جس نے وہ کیسٹ بھری تھی... اس نے اس پر کوئی نشان نہیں لگایا... پلاسٹک کور پر البتہ اس نے کچھ حروف لکھے تھے... لیکن جب پلاسٹک کور اتر گیا تو اس کیسٹ پر کوئی نشان نہ رہ گئے... اس لیے ہمیں اب خود معلوم نہیں کہ اصل کیسٹ کون سی ہے"۔

"لیکن شوکی برادرز کو ضرور معلوم ہے"۔ نقاب پوش بولا۔

"وہ بھی ابھی آجائیں گے"۔

"بک آچکے ہیں"۔ ایک آواز ابھری۔

انہوں نے دیکھا... ایک نقاب پوش کے آگے شوکی برادرز آ رہے تھے۔

"حد ہو گئی... تم لوگوں کو اس طرف آنے کی کیا ضرورت تھی"۔ محمود چلایا۔



"ہم آئے نہیں... لائے گئے ہیں... گھر سے نکل کر آئی جی کے دفتر پہنچے... وہاں آپ لوگ نہیں ملے... وہاں سے معلوم ہوا کہ آپ سب نواب خالو صاحب کی طرف گئے ہیں... لہٰذا ہم بھی اس طرف آ گئے... ابھی کچھ فاصلے پر تھے کہ ہمیں گھیر لیا گیا اور یہاں لے آیا گیا"۔

"اور اگر گھیرا نہ جاتا... تب بھی تو تم اسی طرف آ رہے تھے"۔ فاروق نے کاٹ کھانے کے انداز میں کہا۔

"اس صورت میں ہم خطرے کو بھانپ کر یہاں سے کھسک جاتے"۔

"بس کھسک لیے تم تو"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"بھئی ان پر نہ گرجو برسو... اس میں ان کا کوئی قصور نہیں"۔

"مسٹر شوکی... ایک منٹ سے پہلے بتائیں... اصل کیسٹ تم نے کہاں چھپائی ہے... ورنہ دوسرے منٹ یہاں تمہاری لاش تڑپتی نظر آئے گی"۔

"لل... لاش... اور وہ بھی میری"۔ شوکی گھبرا گیا۔

"اور کیا ان کی لاش نظر آئے گی"۔ محمود نے جھلا کر کہا۔

"اب میں کیا کروں انکل"۔ شوکی بے چارگی کے عالم میں بولا۔

عین اس لمحے ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا۔

☆○☆

# آ گئے!

اس گنجے کو دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"یار آصف! تم نے دیکھا اس گنجے کو"۔

"ہاں دیکھا اور دیکھتے ہی میں نے دل میں کہا تھا... خدا گنجے کو ناخن نہ دے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"اور فرحت... تمہارا کا خیال ہے؟"

"میں نے گنجے کو دیکھ کر ایک خیال قائم کیا ہے... یہ کہ یہ بہت جلد کسی بڑی مصیبت میں پھنسنے والا ہے... جب یہ ہوٹل کے ہال میں داخل ہوا تھا... اسی وقت پانچ غنڈے اندر داخل ہوئے تھے... اور وہ اس کے نزدیک والی میز پر بیٹھ گئے تھے... اس وقت سے وہ برابر اس کی طرف دیکھ رہے ہیں... ان کے علاوہ ہوٹل کے ہال میں چند نظریں اسے مسلسل گھور رہی ہیں"۔ فرحت نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک... اسی لیے ہم حیرت زدہ ہیں کہ آخر اس گنجے میں کیا عجیب بات ہے... یہاں اور گنجے بھی تو ہیں... لوگ انہیں کیوں نہیں گھور رہے... ویسے ایک اور بات میری سمجھ میں نہیں آئی"۔



آفتاب نے مسکرا کر کہا۔

"تمہاری سمجھ میں پہلے ہی کون سا کوئی بات آتی ہے"۔ آصف نے جھلا کر کہا۔

"اس لیے کہ ساری باتیں تمہاری سمجھ میں جو آ جاتی ہیں... میری سمجھ کی طرف تو وہ رخ ہی نہیں کرتیں"۔

"خیر ہو گئی... پہلے وہ بات تو پوچھ لو... جو سمجھ میں نہیں آ رہی... دوسری باتوں کی بات پھر کر لینا"۔ فرحت نے جھلا کر کہا۔

"اچھا چلو بتاؤ... وہ کون سی بات ہے... جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"یہ انشارجہ کے لوگ اس قدر جلد گنجے کیوں ہو جاتے ہیں... دیکھو نا... ہال میں اس وقت پچاس فیصد گنجے نظر آ رہے ہیں"۔

"شاید اس لیے کہ یہ لوگ غور بہت کرتے ہیں"۔ آصف بولا۔

"لیکن کس بات پر؟"

"اس بات پر کہ ہم لوگ اس قدر جلد گنجے کیوں ہو جاتے ہیں"۔

"پرانے لطیفے نہ سناؤ بھئی"۔ فرحت نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں تو بات ہو رہی تھی صرف اس گنجے کی... آخر اس میں کیا خاص بات ہے کہ اتنے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا ہے... اور اب تو

ہم یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ یہ خطرے میں بھی ہے... کیا خیال ہے"۔ آصف نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں... بالکل خطرے میں ہے... لیکن یہ ان سب سے بے فکر بیٹھا ہے"۔ فرحت کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تو کیا ہم اسے خطرے کا احساس دلا دیں"۔ آصف نے کہا۔

"اسے کہتے ہیں... آ بیل مجھے مار"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"یہ تو کسی سے نہیں سنا کہ اسے کہتے ہیں آ بیل مجھے مار"۔ فرحت نے اسے گھورا۔

"تو اس میں مجھے گھورنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی"۔ آفتاب گھبرا گیا۔

"کچھ بھی ہو... میں اسے خطرے سے آگاہ کروں گی"۔

"اچھا تو پھر جاؤ... ابا جان کو جواب بھی تم خود ہی دیتی رہنا"۔

"کیوں... کیا وہ میرے اس فعل پر مجھے سخت سست کہیں گے؟"

"اور نہیں تو کیا نرم چست کہیں گے"۔ آفتاب مسکرایا۔

"یہ نرم چست کیا ہوتا ہے بھائی؟" آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"سخت سست کا الٹ"۔

"ہوتا ہو گا... میں جا رہی ہوں"۔

فرحت نے کہا اور اس کی میز کے نزدیک پہنچ کر بولی۔

"میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں... صرف چند منٹ کے لیے... آپ



سے ایک ضروری بات کرنی ہے"۔ یہ الفاظ اس نے صاف ستھری انگریزی میں کہے۔

وہ چونک اٹھا... کئی سیکنڈ تک اسے گھورتا رہا... آنکھوں میں الجھن نظر آئی پھر اس نے کہا۔

"تشریف رکھئے... آپ غیر ملکی نظر آتی ہیں"۔

"ہاں! یہی بات ہے... میں آپ کو صرف اور صرف یہ بتانے آئی ہوں کہ آپ خطرے میں ہیں"۔

"جانتا ہوں"۔ وہ پرسکون آواز میں بولا۔

"آپ یہ بات جانتے ہیں اور اس قدر سکون سے بیٹھے ہیں"۔

"میں ایک بات پر پختہ یقین رکھتا ہوں... جو کچھ ہونا ہے... وہ ہو کر رہے گا"۔

"تو کیا انسان کو احتیاط کا پہلو اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔

"میں نے یہ نہیں کہا"۔

"تب پھر آپ کیوں بے فکر بیٹھے ہیں"۔

"میں گھر چکا ہوں... بری طرح گھر چکا ہوں... آپ کو معلوم نہیں... مجھے معلوم ہے... اس وقت میں کم از کم دس آدمیوں کی زد پر ہوں... وہ کسی لمحے بھی مجھے شوٹ کر سکتے ہیں... لیکن ابھی کریں گے نہیں"۔

"یہ کیا بات ہوئی... کر سکتے ہیں اور کریں گے نہیں"۔

"بس! یہ بات ہوئی ہے نا... آپ اپنی میز پر جائیں... ورنہ بلاوجہ آپ بھی خطرے میں گھر جائیں گی"۔

"اوہ تو آپ کچھ نہیں بتائیں گے"۔

"جو بتا سکتا تھا... بتا چکا"۔

"اچھا خیر... آپ کی مرضی... میں جا رہی ہوں... کیا ہم آپ کے لیے پولیس کو فون کر دیں"۔

"ایسا غضب نہ کیجئے گا... پولیس نے دخل دے دیا تو میں تو گیا کام سے"۔

"اوہ... اس کا مطلب ہے... آپ کوئی جرائم پیشہ ہیں اور پولیس آپ کو اچھی طرح جانتی ہے"۔

"یہی بات ہے... لیکن وہ مجھے گرفتار نہیں کرے گی... کیونکہ میں ابھی چند دن پہلے ہی جیل سے آیا ہوں... اور ابھی تک میں نے قطعاً کوئی جرم نہیں کیا' لیکن ان لوگوں کی وجہ سے پولیس یہ ضرور جاننا چاہے گی کہ یہ مجھے کیوں گھیرے ہوئے ہیں"۔

"اوہ اچھا... آپ کی مرضی... ویسے ہم آپ کی مدد کر سکتے ہیں... اگر آپ پسند کریں"۔

"ہم سے کیا مراد... کیا آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں"۔

"ہاں... وہ دیکھئے... میرے دو بھائی بیٹھے ہیں"۔



"آپ لوگ تو بچے ہیں... اور مجھے جو لوگ گھیرے میں لیے ہوئے ہیں... وہ منجھے ہوئے بدمعاش ہیں... چوٹی کے غنڈے... ان سے انشارجہ کانپتا ہے... پولیس کے چھکے چھڑاتے ہیں"۔

"اچھا! یہ جان کر حیرت ہوئی... انشارجہ میں بھی ایسے غنڈے ہیں"۔

"یہاں تو غنڈوں کا راج ہے... جتنے جرائم انشارجہ میں ہوتے ہیں... شاید ساری دنیا میں نہیں ہوتے... آپ لوگ سیدھے سادھے شریف لوگ نظر آتے ہیں... یہاں کس لیے آئے ہیں"۔

"سیر کرنے"۔

"اکیلے... میرا مطلب ہے... کوئی بڑا آپ کے ساتھ نہیں ہے؟"

"ساتھ ہیں... میرے انکل ساتھ ہیں"۔

"وہ اس وقت کہاں ہیں؟"

"اوپر اپنے کمرے میں... اس وقت وہ آرام کے موڈ میں تھے... اس لیے ہمارے ساتھ نیچے نہیں آئے... ہم شام کی چائے پینے نیچے چلے آئے تھے"۔

"وہ اچھا... ٹھیک ہے... آپ جائیں... ورنہ آپ بھی ان کی نظروں میں آ جائیں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔ فرحت نے کہا اور اٹھ کر اپنی میز پر آ گئی۔

"کیوں.... کیا رہا؟"

فرحت جلدی جلدی انہیں بتانے لگی.... ایسے میں انہوں نے ان پانچ ننھوں کو اس کی طرف بڑھتے دیکھا.... جو اس کا تعاقب کرتے ہوئے اندر آئے تھے۔

"آخر یہ اتنا بے فکر کیوں لگ رہا ہے؟"

"میں نے پوچھا تھا.... کہنے لگا.... جو ہونا ہوتا ہے.... ہو کر رہتا ہے"۔

"حیرت ہے.... ایک غیر مسلم نے مسلمانوں والی بات کر دی"۔

"ویسے وہ.... ہماری کوئی مدد قبول کرنے کو تیار نہیں"۔

"تب پھر یہ دلیر بھی ہے"۔

اسی وقت پانچوں اس کے گرد کھڑے ہو گئے.... اب ان کے درمیان سرگوشیوں میں بات ہونے لگی.... گنجے نے بھی کئی بار سرگوشی کی.... سربلایا جیسے ان کی بات سے مکمل اتفاق کرتا ہو.... اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ تو گئے اسے لے کر"۔ فرحت بڑبڑائی۔

"چلو پھر.... اس کا تعاقب کرتے ہیں"۔ آصف بولا۔

"اسے بھی وہی کہتے ہیں.... آ بیل مجھے مار"۔

"کہتے ہوں گے.... لیکن مجھے اس ہال میں کوئی بیل نظر نہیں آ رہا کہ میں اسے دعوت دوں"۔ آصف نے جل بھن کر کہا۔



"لیکن وہ نہیں چاہتا کہ ہم اس کی مدد کریں گے"۔

"اوہو.... ہم نہیں کریں گے مدد.... لیکن یہ تو دیکھ سکتے ہیں.... اب اس بے چارے کے ساتھ بنتی کیا ہے"۔

"بنے گی کیا.... بگڑے گی"۔ آفتاب مسکرایا۔

"اوہو.... یہ تو ہوٹل میں ہی اندر کی طرف جا رہے ہیں.... اب تو میں ضرور دیکھوں گی"۔ فرحت نے بے چین ہو کر کہا۔

"اچھا بابا.... چلو.... لیکن اگر ابا جان نے برا بھلا کہا تو میں اس برے بھلے کے سننے میں شرکت نہیں کروں گا.... صاف کہہ دوں گا کہ میں نے تو تم دونوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا.... اور میں اس گنجے کے معاملے میں دخل اندازی نہیں کرنا چاہتا تھا.... جب تم دونوں دخل اندازی پر تل گئے.... اس وقت میں مجبور ہو گیا.... تمہارا ساتھ دینے پر"۔

"ہاں ہاں.... تم یہی کہہ دینا.... ہم تمہارے بیان کی تصدیق کر دیں گے اور سارا برا بھلا خود سن لیں گے"۔ فرحت نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"تصدیق کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی.... ابا جان جانتے ہیں.... ہم جھوٹ نہیں بولتے"۔

وہ اٹھے اور اس سمت میں چلے گئے.... جس طرف وہ پانچوں اس کے ساتھ گئے تھے.... دور سے ہی انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ لفٹ میں

سوار ہو رہے تھے۔

"جلدی کرو... ورنہ ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ دونوں کس منزل پر گئے ہیں"۔ فرحت بولی۔

ان کے قدم تیز تیز اٹھنے لگے... یہاں تک کہ وہ لفٹ تک پہنچ گئے... انہوں نے دیکھا... وہ ہوٹل کی آخری منزل پر گئے تھے... ان کے اترنے پر جب لفٹ نیچے آئی تو وہ تینوں اس میں سوار ہو گئے... ان کے ساتھ دوسرے بھی سوار ہوئے... البتہ جب وہ پانچوں گنجے کے ساتھ سوار ہوئے تھے' اس وقت کوئی اور سوار نہیں ہوا تھا... اس لیے انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ لفٹ آخری منزل پر گئی ہے۔

وہ بھی آخری منزل پر اترے... اب یہاں سو کے قریب کمرے تھے... اور وہ کس کمرے میں گئے تھے... یہ معلوم کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا... لوگ آ رہے تھے... جا رہے تھے۔

"اب... اب کیا کریں"۔ آصف نے بوکھلا کر کہا۔

"کوئی پریشانی کی بات نہیں"۔ فرحت مسکرائی۔

"کیا مطلب... پریشانی کی بات کیوں نہیں؟"

"اس لیے کہ اس کے چکر میں اور لوگ بھی ہیں... وہ بھی تو آخر اوپر آئیں گے... اور ضرور اس کمرے کا رخ کریں گے... جس میں وہ گئے ہیں"۔

"انہیں کیسے معلوم ہو جائے گا"۔



"اس لیے کہ وہ ہوٹل میں پہلے سے موجود ہیں"۔

"خیر... دیکھتے ہیں بھئی"۔

اسی وقت لفٹ ایک بار پھر اوپر آ کر رکی... اور اس میں سے سات غنڈہ ٹائپ لوگ اترے... وہ تیر کی طرح ایک کمرے کی طرف گئے اور باہر ہی رک گئے... انہوں نے اپنے کان دروازے سے لگا دیے... انہوں نے اس بات کی پروا نہیں کہ گزرنے والے لوگ ان کے بارے میں کیا خیال کریں گے"۔

"یار! یہ آخر ہو کیا رہا ہے... کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا... وہ پانچ غنڈے شاید اس گنجے کو اسی کمرے میں لے گئے ہیں"۔ آفتاب نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اف مالک! یہ نہ جانے اس بے چارے کا کیا حشر کریں گے"۔

"یہ... ان کا نہ جانے کیا پروگرام ہے؟" فرحت بولی۔

"اور سب سے آخر میں ہم کھڑے ہیں... ہمارا اپنا کیا پروگرام ہے؟" آفتاب نے منہ بنایا۔

"ہم تو فی الحال تماشائی ہیں"۔ آصف بولا۔

عین اس وقت دروازہ کھل گیا... اور وہ ساتوں یک دم اندر داخل ہو گئے... پھر فوراً ہی دروازہ بند ہو گیا۔

"لو بھئی... اب ان ساتوں کی ان پانچوں سے لڑائی ہو گی"۔ آفتاب نے گویا پیش گوئی کی۔

"یہ ضروری نہیں... ہو سکتا ہے... یہ بھی ان پانچ کے ساتھی ہوں"۔ فرحت نے جواب میں کہا۔

"لیکن یہ ہوٹل میں پہلے سے موجود تھے"۔ آصف نے کہا۔

"تب بھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا"۔ فرحت بولی۔

"اچھا خیر... تیل دیکھو' تیل کی دھار دیکھو"۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"آج تم برے برے منہ بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہو کیا"۔

"نہیں تو... میں کیوں ادھار کھانے لگا... ہاں نقد ضرور کھائے بیٹھا ہوں... برے برے منہ بنانے پر"۔ آفتاب مسکرایا۔

"اماں جاؤ... اب تم سے کون مغز مارے"۔

"اب کیوں نہ ہم اس دروازے سے کان لگا دیں"۔

"اور اگر کسی نے پوچھ لیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے"۔

"ان سے تو کسی نے نہیں پوچھا... شاید یہاں کوئی کسی سے غرض نہیں رکھتا... آہو"۔

اور پھر انہوں نے دروازے سے کان لگا دیے... ساتھ ہی وہ زور سے اچھلے... ان کی رنگت اڑ گئی... اندر سے بہت خوفناک آوازیں سنائی دے رہی تھیں... یوں لگتا تھا... جیسے اندر کوئی خون ریز لڑائی لڑی جا رہی ہو... ان کے دل دہل گئے"۔

"نہیں... اب میں نہیں رہ سکتا... میں پولیس کو فون کرنے جا



رہا ہوں... ان حالات میں پولیس کو بلانا چاہیے"۔

"کہیں پولیس کو بلا کر الٹا ہم نہ کسی مصیبت میں پھنس جائیں"۔

"نہیں... پولیس ہمارا شکریہ ادا کرے گی... تم دیکھ لینا"۔

"تو پھر کر آؤ فون... اللہ مالک ہے"۔ فرحت نے اسے اجازت دی۔

آصف گیا اور اپنی منزل پر آ گیا... کمرے کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا... وہ حیرت زدہ سا اندر داخل ہو گیا... اسے حیرت اس بات پر تھی کہ دروازہ اندر سے کھلا کیوں ہے... اس نے دیکھا انسپکٹر کامران مرزا اندر نہیں تھے... کمرہ خالی تھا... اب اس نے فون پر ایمرجنسی نمبر گھمائے... دوسری طرف سے فوراً کہا گیا۔

"یس... ایمرجنسی... پلیز"۔

"ہوٹل بلاکا کے کمرہ نمبر ۱۱۷ میں اس وقت خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے... اندر آپ کو کئی لاشیں ملیں گی"۔

"آپ کا نام پلیز؟"

"آصف... اسی ہوٹل کے کمرہ نمبر ۵۰۱ میں ٹھہرا ہوا ہوں"۔

"بہت بہت شکریہ... ہم پہنچ رہے ہیں... آپ فکر نہ کریں... خود کو اس کمرے سے دور رکھیں"۔ دوسری طرف سے پرسکون آواز میں کہا گیا۔

"جی بہت بہتر"۔ اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

واپس دونوں کے پاس پہنچا تو ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"صورت حال تبدیل نہیں ہوئی... اندر لڑائی بھڑائی جاری ہے"۔

"اوہ اچھا... پولیس ابھی پہنچ جائے گی"۔

"اور پھر واقعی پولیس صرف تین منٹ بعد پہنچ گئی... وہ ان کی پھرتی پر حیران رہ گئے... انہوں نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

"مسٹر آصف؟"

"جی ہاں! میں ہوں آصف"۔

"آپ کا مطلب ہے... اس کمرے میں گڑبڑ ہے"۔ آفیسر نے اپنی چھڑی سے اس دروازے کی طرف رخ کیا۔

"یس سر"۔ اس نے کہا۔

"ابھی دیکھ لیتے ہیں"۔

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا... پہلے اندر کی آواز سننے کے لیے دروازے سے کان لگائے... لیکن کوئی آواز سنائی نہ دی... آخر اس نے چھڑی سے ٹھک ٹھک کی... فوراً ہی دروازہ کھل گیا۔

آفتاب، آصف اور فرحت بہت زور سے اچھلے... اس لیے کہ جو انہوں نے دیکھا... اس کی انہیں ایک فیصد بھی امید نہیں تھی...



دروازہ کھولنے والا... وہی گنجا تھا... اور اندر کمرے میں بارہ آدمی فرش پر بچھے پڑے تھے... وہ سب کے سب بری طرح زخمی تھے۔

"اوہ... مسٹر شوگا... یہ آپ نے کیا ہے؟"

"یس سر... لیکن ان لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا تھا... پہلے مجھے گھیر کر ہوٹل کے ہال سے اس کمرے میں لائے اور پھر مجھ پر حملہ کر دیا... اب میں کیا کرتا... میں نے ان کا مقابلہ شروع کر دیا... اگر یہ بات غلط نکلے سر... تو مجھے شوٹ کر دیں"۔

"او کے او کے... اگر بات یہی نکلی تو آپ پر کوئی الزام نہیں ہو گا... ایک منٹ"۔ یہ کہہ کر آفیسر نے چھڑی سے ایک زخمی کا چہرہ اپنی طرف کیا... وہ ہوش میں تھا۔

"کیوں مسٹر ناری... آپ نے مسٹر شوگا پر حملہ کیا تھا؟"

"کیا تھا اور کرتے رہیں گے... ہم اسے نہیں چھوڑیں گے سر... نہیں چھوڑیں گے"۔

"آپ کی بات بالکل درست ہے مسٹر شوگا... لیکن سوال یہ ہے کہ حملہ کیا کیوں تھا؟"

"یہ بات بھی سر آپ انہی سے پوچھ لیں تو بہتر ہو گا... کیونکہ حملہ آور زیادہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیوں حملہ کر رہا ہے... بعض اوقات جس پر حملہ کیا جاتا ہے... اسے معلوم نہیں ہوتا"۔

"ہاں! آپ کی یہ بات بھی بالکل درست ہے... اچھا تو تم

بتاؤ... حملہ کیوں کیا تھا؟"

"یہ ہم نہیں بتائیں گے"۔ اس زخمی نے چلا کر کہا۔

"تمہارے تو اچھے بھی بتائیں گے... لے چلو انہیں... اور مسٹر شوگا... آپ آج کسی وقت بھی پولیس اسٹیشن آ کر رپورٹ درج کرا دیجئے گا"۔

"آپ خود رپورٹ لکھ لیجئے گا... میں آ کر دستخط کر دوں گا"۔

"چلئے ٹھیک ہے... آپ جا سکتے ہیں... شکریہ"۔

شوگا کمرے سے نکلا... انہیں دیکھ کر ایک لمحے کے لیے رکا۔

"تو آپ کو ان لوگوں نے فون کیا تھا؟"

"انہوں نے ٹھیک کیا مسٹر شوگا... ان کا کوئی قصور نہیں"۔ آفیسر مسکرایا۔

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں"۔

اور پھر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔

"آفیسر... کیا آپ ہمیں اتنا بتا سکتے ہیں... یہ مسٹر شوگا کون ہے"۔

"ایک جرائم پیشہ... لیکن ابھی ابھی جیل سے باہر آیا ہے... اور ابھی اس نے کوئی جرم نہیں کیا... اس وقت بھی جرم اس کا ثابت نہیں ہوا... ورنہ میں اسے بھی ساتھ ہی گرفتار کرتا"۔

"اور یہ لوگ بھی عجیب ہیں... یہ بتا ہی نہیں رہے کہ انہوں



نے حملہ کیوں کیا تھا؟"

"یہ پولیس اسٹیشن جا کر بتائیں گے... وہاں ان کی زبانیں اس طرح چلیں گی جیسے کوئی مشین بٹن دبانے کے بعد"۔

"نہیں سر... یہ غلط ہے"۔ ایک زخمی مسکرایا۔

"کیا غلط ہے"۔

"یہ کہ ہم وہاں جا کر بتائیں گے... ہم وہاں بھی نہیں بتائیں گے... جب ہم نے یہ مان لیا کہ ہم نے حملہ کیا تھا تو ہم آپ کو یہ کیوں بتائیں... مقدمہ چلوائیں اور سزا دلوائیں... ضمانت پر رہا ہونا ہمارا کام ہو گا... یہ کام ہمارا وکیل کرے گا... اور جونہی ہم ضمانت پر رہا ہوں گے... ہم پھر اس پر حملہ کریں گے... آپ اس کو لکھ لیں"۔

"لیکن کیوں؟"

"سر... آپ یوں سمجھ لیں کہ ہماری اس سے بہت زبردست دشمنی ہے"۔

"غلط... بالکل غلط... تم تو آپس میں دوست ہو... بہت پرانے دوست، مل کر جرائم کرنے والے... یہ تو پہلی بار ہوا ہے"۔

"اب بار بار ایسا ہو گا"۔

"تب پھر کوئی وجہ تو ہے نا"۔

"دوستوں کی آپس میں دشمنی نہیں ہو جاتی آفیسر"۔ ناری نے منہ بنایا۔

"ہاں! ہو جاتی ہے"۔

"بس پھر"۔

"تو پھر اس کی کوئی وجہ بھی ہوتی ہے... اور وہی ہم جاننا چاہتے ہیں"۔

"اور وہی ہم بتانا نہیں چاہتے"۔ وہ ہنسا پھر بولا۔

"ہم ایک بات آپ کو ضرور بتانا چاہتے ہیں"۔

"اور وہ کیا؟"

"ہم شوگا سے پہلے ان لوگوں کی مرمت کریں گے... ان کی"۔ اس نے ان تینوں کی طرف اشارہ کیا۔

"کیوں... ان کا کیا قصور؟" آفیسر نے منہ بنایا۔

"ان کا قصور یہ ہے کہ... انہوں نے آپ کو اطلاع دی... ورنہ شوگا تو ہمیں زخمی حالت میں چھوڑ کر چلا جاتا' اور ہم آج ہی رات کو اس سے دوبارہ ٹیٹ لیتے... اب آج رات کو ہم ان سے نمٹیں گے"۔

"آپ کے سامنے یہ ہمیں دھمکیاں دے رہے ہیں... آپ نے یہ بات نوٹ کر لی آفیسر"۔

"ہاں! بالکل... آپ فکر نہ کریں... میں ان کی ضمانت نہیں ہونے دوں گا"۔

"آپ بہت خوش فہمی میں مبتلا ہیں... ضمانت تو ہو بھی چکی ہو گی"۔



"کیا مطلب؟"

"ہمارے وکیل اتنے کچے نہیں... ہم انہیں بتا کر آئے تھے کہ ہم شوگا پر حملہ کرنے جا رہے ہیں... اس سلسلے میں پہلے سے ہماری ضمانتیں کرا لیں... ہو سکتا ہے... وہ ہمارے ہاتھوں زخمی ہو جائے... یا ہم اس کے ہاتھوں... زخمی ہو جائیں... لہٰذا ضمانت پہلے ہی کرا لیں... تاکہ ہمیں حوالات میں نہ رہنا پڑے... رہ گئی مقدمے کی بات... تو وہ چلتا رہے گا"۔

"اوہ نہیں... نہیں"۔ آفیسر نے چلا کر کہا۔

"آپ کا قانون آپ کے اپنے ہاتھوں بے بس ہے... وکیلوں کے پاس بہت پوائنٹ ہیں"۔ وہ ہنسا۔

"میں خود تنگ ہوں... قانون کی کمزوریوں سے... ان کمزوروں کی بنا پر مجرم لوگ دندناتے پھرتے ہیں"۔

عین اس وقت کوئی تیز تیز چلتا وہاں آیا... انہوں نے مڑ کر دیکھا تو وہ ایک وکیل تھا... ان لوگوں کو گرفتار دیکھ کر وہ چلایا۔

"ہائیں... ان لوگوں کو کیوں گرفتار کیا گیا ہے... یہ ضمانت پر ہیں"۔

"لیکن کس وقت سے"۔ پولیس آفیسر نے جھلا کر کہا۔

"اسی وقت سے... حکم نامے پر صاف لکھا ہے... جونہی حکم نامہ پولیس آفیسر کو دکھایا جائے... ان لوگوں کو رہا کر دیا جائے"۔

"اف!" آفیسر نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"اور زور سے سر پیٹیں... لیکن پہلے ان کی ہتھکڑیاں کھولیں... یوں بھی زخمی ہیں... مرہم پٹی کرانا ضروری ہے... اگر زخم خراب ہو گئے تو آپ پر الٹا کیس بن جائے گا... آپ کو چاہیے تھا... پہلے انہیں سرکاری ڈاکٹر کے پاس لے جاتے... پھر حوالات لے جاتے"۔

"میں انہیں پہلے ڈاکٹر کے پاس ہی لے جاتا... میں اپنے فرائض سے بخوبی واقف ہوں... آپ مجھے قانون پڑھانے کی کوشش نہ کریں"۔

"قانون میں اب آپ کو عدالت میں پڑھاؤں گا"۔ وکیل نے کہا اور ان زخمیوں کو اپنے ساتھ لے کر جانے لگا۔

"ایک منٹ وکیل صاحب... تم لوگ کون سے کمرے میں ٹھہرے ہوئے ہو؟" ان میں سے ایک نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"جی... ہم... ہم... ۵۰۶ نمبر میں"۔

"ارے... یہ کیا کیا... انہیں کمرے کا نمبر کیوں بتا دیا؟" آفیسر نے چیخ کر کہا۔

"یہ کون لوگ ہیں مسٹر ناری"۔

"ان لوگوں نے فون کر کے آفیسر کو بلایا تھا... ورنہ ہماری گرفتاری عمل میں نہ آتی... لہٰذا اب ہم مرہم پٹی کرا کے پہلے ان کی خبر لیں گے"۔



"اور میں تم لوگوں کو خبردار کرتا ہوں... ایسا نہ کرنا... انہوں نے اپنا فرض پورا کیا ہے"۔

"یہ ہمارا کام ہے... جو ہم کریں گے... آپ اپنا کام کر لیجئے گا... اور آفیسر اپنا کام کر لیں گے... آپ بھی آ جایئے گا آفیسر... لیکن اس وقت... جب ہم ان کی مرمت کر چکیں"۔

"اوہ نہیں... نہیں... یہ درست نہیں ہو گا"۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

"اب تو یہ ہو کر رہے گا"۔

اور پھر وہ چلے گئے... چند لمحوں تک پولیس آفیسر انہیں گھورتا رہا۔

"آپ لوگ عقل سے پیدل ہیں کیا؟"

"کیوں سر؟" آصف مسکرایا۔

"اپنے کمرے کا نمبر کیوں بتایا... اب وہ تیر کی طرح وہاں آئیں گے"۔

"اوہ نہیں... یہ بات ہمیں معلوم نہیں تھی"۔

"کون سی بات معلوم نہیں تھی؟"

"یہ کہ... یہ لوگ تیر کی طرح آئیں گے"۔

"لیکن اب کیا ہو سکتا ہے... آپ فوراً اس ہوٹل سے رخصت ہو جائیں... کسی اور ہوٹل میں ٹھہر جائیں... آپ غیر ملکی لگتے ہیں"۔

"ہاں جناب... یہی بات ہے"۔

"آپ یہاں کے قانون کی خامیوں کو نہیں جانتے... لہٰذا آپ اپنی حفاظت خود کریں... پولیس آپ کے کچھ زیادہ کام نہیں آ سکے گی"۔

"اچھا جناب! آپ کا شکریہ... آپ بہرحال بہت اچھے آدمی ہیں"۔

"شکریہ"۔ اس نے کہا اور اپنے ماتحتوں کو لے کر چلا گیا۔

"آؤ بھئی... اب ہم بھی اپنے کمرے میں چلیں... ان کا انتظار کریں"۔

"میں نے کہا تھا نا... اسے کہتے ہیں... آ بیل مجھے مار"۔

وہ اپنے کمرے میں آ گئے... انسپکٹر کامران مرزا اخبار دیکھ رہے تھے... ایک نظر ان پر ڈال کر وہ چونک اٹھے۔

"کیا بات ہے... کیا ہوا؟"

"کیوں انکل... آپ کو ہمارے چہروں پر کچھ نظر آ رہا ہے"۔

"ہاں رنگ قدرے بدلا ہوا ہے... معمول کے مطابق نہیں ہے... مطلب یہ کہ کچھ ہوا ضرور ہے... لیکن تم نے اس پر خود کو حیرت میں ڈال لیا ہے... یہ بات نہیں کہ تم خوف زدہ ہو"۔

"جی ہاں ہم خوف زدہ نہیں ہیں"۔

"خیر... بتاؤ... کیا ہوا ہے"۔



"آصف نے گنجے اور اس پر حملہ آوروں کے بارے میں بتا دیا اور جو کچھ ہوا تھا... اس کی تفصیل بھی سنا دی۔

"ہاں! یہاں ایسا ہوتا ہے... تمہیں دخل اندازی نہیں کرنا چاہیے تھی... خیر کوئی بات نہیں... دیکھا جائے گا"۔ انہوں نے کہا اور پھر اخبار دیکھنے لگے... جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔

اور پھر ایک گھنٹے بعد ان کے دروازے پر دستک ہوئی... وہ چونک اٹھے... انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا۔

"آ گئے وہ لوگ... کھول دو دروازہ"۔

☆○☆

# سرڈونگا

آصف نے دروازہ کھول دیا... بارہ کے بارہ غنڈے مرہم پٹی کرانے کے بعد ان کے دروازے پر موجود تھے۔

"خوش آمدید"۔

آصف نے انہیں راستا دیا۔

"تم لوگوں نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی... حیرت ہے"۔ ناری بولا۔

"بھاگنے کی ضرورت نہیں محسوس کی"۔

"کسی نے مشورہ بھی نہیں دیا"۔

"پولیس آفیسر نے دیا تھا' ہم نے قبول نہیں کیا"۔ آصف نے کہا۔

"کیوں... کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ ہم نہیں آئیں گے"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"نہیں... ہمارا خیال تھا... آپ لوگ آئیں گے"۔

"تب بھی تم نہیں بھاگے"۔



"نہیں... اس لیے کہ ایسے حالات میں ہمیں بھاگ نکلنا اچھا نہیں لگتا"۔

"اچھی بات ہے... ہمیں امید نہیں تھی کہ تم لوگ مل جاؤ گے"۔

اب وہ اندر آ چکے تھے... انسپکٹر کامران مرزا کو دیکھ کر وہ چونکے۔

"یہ کون ہے؟"

"یہ میرے والد ہیں"۔ آفتاب نے فوراً کہا۔

"لیکن میری وجہ سے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"مطلب یہ کہ... آپ ان کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہیں' کریں... مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا"۔

"یہ کیا بات ہوئی... اگر آپ باپ ہیں تو آپ انہیں ہمارے حوالے کیسے کر سکتے ہیں"۔ ان میں سے ایک نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے انہیں آپ کے حوالے نہیں کیا... آپ کو ان کے حوالے کیا ہے"۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔ ناری نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ بات ذرا دیر میں آپ کی سمجھ میں آئے گی... ویسے ایک

بات اور آپ بلاوجہ مزہم پٹی کرا کے آئے... بعد میں کرا لیتے... میرا مطلب ہے... ان لوگوں سے لوہا بھر لینے کے بعد"۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"یہ تین بچے آپ لوگوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلائیں گے... میں تو صرف تماشا دیکھوں گا"۔

"کیوں بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہے ہیں... یہ تین بچے ہم بارہ آدمیوں سے لڑیں گے"۔

"ہاں کیوں نہیں"۔

"اس خیال میں نہ رہیے گا کہ ہم خالی ہاتھ ہیں"۔

"ٹھیک ہے... نہیں رہیں گے اس خیال میں... آپ جس خیال میں کہیں گے' رہ لیں گے... ہمارا کیا جاتا ہے"۔ آصف نے جلدی سے کہا۔

"تم لوگوں کا دماغ تو نہیں چل گیا"۔

"نہیں... لیکن ڈر ہے کہ آپ لوگوں کا چل جائے گا"۔

"باتیں بہت ہو چکیں... اب ذرا کچھ عمل کے میدان میں بھی ہونا چاہیے"۔ ناری نے جھلا کر کہا۔

"اوکے"۔ وہ بولے۔

ان بارہ نے یک دم ان پر حملہ کر دیا... انسپکٹر کامران مرزا کمرے کے ایک کونے میں چلے گئے اور کرسی پر بیٹھ گئے... جیسے کہ



کوئی فلم دیکھ رہے ہوں۔

آفتاب' آصف اور فرحت بجلی کی طرح حرکت میں آ چکے تھے... ان کے ہاتھ پیر اور جسم اس طرح چل رہے تھے جیسے کوئی کوندا لپک جائے... ان حالات میں ناری اور ان کے ساتھی کتنی دیر ٹھہرتے' ڈھیر ہوتے چلے گئے... ٹیاں بدھے زخموں سے اب پھر خون رسنے لگا تھا اور کچھ نئے زخم بھی بن گئے تھے... پانچ منٹ بعد ان میں کھڑے رہنے کی سکت نہیں رہ گئی۔

انسپکٹر کامران مرزا نے دونوں ہاتھ جھاڑے۔

"چلو چھٹی ہو گئی... اب ایک بار پھر پولیس آفیسر صاحب کو بلانا ہو گا... آصف تم نیچے جا کر کاؤنٹر سے فون نمبر معلوم کرو اور فون کرو"۔

"جی بہت بہتر"۔

فون کیا گیا... پندرہ منٹ بعد پولیس آفیسر اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔

"اب کیا ہے بھئی... میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ آپ لوگ اس ہوٹل سے فوراً چلے جائیں... ارے یہ... یہ کیا"۔

وہ دھک سے رہ گیا... آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں... وہ پھر بولا۔

"یہ... یہ کیسے ہو گیا؟"

"ان لوگوں نے ہم پر حملہ کیا تھا... ہم نے صرف حملے کا جواب دیا ہے"۔

"وہ تو ظاہر ہے... مرہم پٹی کرا کے آپ لوگوں پر حملہ ہی تو کرنے آئے تھے... کہ کر بھی گئے تھے"۔

"تو بس پھر اب آپ انہیں حوالات لے جائیں... اس بار یہ اپنے وکیل کو پہلے سے تیار کر کے نہیں آئے ہوں گے' کیونکہ اس بار انہیں سو فیصد یقین ہو گا کہ یہ ہمیں مار پیٹ کر چلے جائیں گے"۔

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... لیکن یہ ہو کیسے گیا... آپ صرف چار ہیں جب کہ یہ بارہ... آپ میں سے تین ابھی بچے ہیں... صرف ایک بڑے ہیں"۔

"میرا تو آپ ذکر بھی نہ کریں... میں نے اس لڑائی میں ہاتھ بھی نہیں ہلایا... یہ ان تینوں کا معاملہ تھا... میں نے ان تینوں کو یہ اجازت دی تھی کہ خود ہی نبٹ لیں"۔

"نن نہیں... نہیں... میں اس پر یقین نہیں کر سکتا"۔

"تو پھر... یہ لوگ ہوش میں ہیں... ان سے پوچھ لیں"۔

"کیوں بھئی... کیا ان بڑے صاحب نے اس لڑائی میں حصہ لیا تھا"۔

انہوں نے نفی میں سر ہلا دیے۔

"میں پھر بھی یقین نہیں کر سکتا"۔



"ہمیں ضرورت بھی نہیں ہے' آپ لوگوں کو یقین دلانے کی... آخر ہم کریں گے کیا یقین دلا کر اور ہمیں کیا فائدہ ہو گا یقین دلا کر"۔

آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا یقین دلا کر یقین دلا کر رٹ لگا دی تم نے"۔ فرحت جھلا اٹھی۔

"اچھا خیر... ہم ان لوگوں کو حوالات لے جا رہے ہیں... آپ کل کسی وقت آ کر رپورٹ لکھوا دیجئے گا... مہربانی ہو گی... اگر آپ نے رپورٹ درج نہ کرائی تو مجھ پر الزام لگایا جائے گا کہ میں نے بارہ بے گناہوں کو گرفتار کیا اور مارا پیٹا ہے جب کہ یہ لوگ ضمانت پر تھے"۔

"اوہ اچھا... ہم ضرور آئیں گے... آپ فکر نہ کریں"۔

اور وہ لوگ انہیں لے کر چلے گئے... آصف نے ہوٹل انتظامیہ کو فون کیا... کہ آ کر کمرے کی صفائی کر دیں... ایک منٹ بعد ہی دروازے پر دستک ہوئی... آصف نے دروازہ کھولا اور دھک سے رہ گیا... کیونکہ وہاں گنجا کھڑا تھا۔

"مسٹر شوگا آپ؟"

"ہاں! میں... میں نے ان لوگوں کو پولیس کے ساتھ جاتے دیکھا... کیا ہوا تھا؟"

"ان لوگوں نے آپ کے بعد ہم پر حملہ کیا تھا... ہم نے پکڑ کر

ٹھکائی کر دی"۔

"تم لوگوں نے ٹھکائی کر دی؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر اس کی نظریں انسپکٹر کامران مرزا پر پڑیں تو وہ چونک اٹھا۔

"کیا ممکن نہیں جناب؟"

"یہ کہ آپ چار ان بارہ کی مرمت کر سکتے"۔

"تب پھر پولیس انہیں کیوں لے گئی۔۔۔ اور ہم زخمی کیوں نظر نہیں آ رہے"۔

"اس پر میں بھی حیران ہوں"۔

"بات وہی ہے۔۔۔ جو ہم نے بتائی ہے۔۔۔ یقین نہیں تو انسپکٹر صاحب سے پوچھ لیں"۔

"خیر وہ تو میں پوچھ لوں گا۔۔۔ لیکن آپ لوگ کیا چیز ہیں؟"

"ہم۔۔۔ ہم ایک انسان ہیں۔۔۔ بہت سیدھے اور صاف انسان"۔ آفتاب نے کہا۔

"پتا نہیں کیا بات ہے۔۔۔ میرا دل آپ لوگوں کی طرف کھنچا چلا جا رہا ہے"۔

"پہلے آپ یہ بتائیں۔۔۔ ان بارہ غنڈوں نے آپ پر حملہ کیوں کیا تھا؟"

"میں نے ان کی مرغی چرائی تھی"۔

"کیوں مذاق کرتے ہیں"۔



"تب پھر اور کیا کروں۔۔۔ اچھا چھوڑیں اس بات کو۔۔۔ کیا آپ مجھے بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہیں گے"۔

"آیئے۔۔۔ دوسرے کمرے میں چلتے ہیں۔۔۔ یہ کمرہ فی الحال بیٹھنے کے قابل نہیں"۔

وہ اسے دوسرے کمرے میں لے آئے۔۔۔ اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد آصف نے کہا۔

"ہاں! اب بتائیں۔۔۔ وہ آپ پر حملہ آور کیوں ہوئے تھے؟"

"آپ اس سوال کو بھول نہیں سکتے"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں۔۔۔ اس لیے کہ اس سوال نے ہمارے ذہنوں میں بہت بری طرح ہل چل مچا رکھی ہے"۔

"پہلے آپ لوگ بتائیں۔۔۔ آپ کیا چیز ہیں؟"

"ہم بھی آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں۔۔۔ آپ کیا ہیں۔۔۔ آپ نے بھی تو خان ان بارہ کو لمبا لٹا دیا تھا؟"

"اپنے خیال میں تو میں نے کوئی کمال نہیں کیا تھا' اس لیے کہ میں انٹارجہ کا بہترین لڑاکا ہوں۔۔۔ اور لوگ میرے نام سے کانپتے ہیں۔۔۔ لیکن وہ آپ کے ہاتھوں کیوں مار کھا گئے؟" اس نے کہا۔

"پہلے یہ بتائیں۔۔۔ جب آپ کے نام سے لوگ کانپتے ہیں تو پھر انہوں نے آپ سے ٹکر لینے کی کوشش کیوں کی؟"

"وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے۔۔۔ ان کے باس کا حکم یہی تھا۔۔۔ اور

باس کے حکم پر وہ عمل نہ کرتے تو وہ انہیں ویسے ہی جان سے مار ڈالتا"۔ اس نے بتایا۔

"اور باس نے انہیں یہ حکم کیوں دیا تھا"۔

"میں اس سوال کا جواب دے چکا ہوں... میں نے ان کے باس کی مرغی چرالی ہے"۔

"ایک مرغی کے لیے اتنا ہنگامہ نہیں ہوا کرتا انکل شوگا"۔

"بھائی سمجھا کرو... یہ اس سوال کا جواب نہیں دینا چاہتے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے پہلی بار گفتگو میں دخل دیا' ورنہ وہ اس وقت تک بالکل خاموش رہے۔

شوگا نے چونک کر ان کی طرف دیکھا پھر پریشان ہو کر بولا۔

"آپ کے نام کیا ہیں؟"

"اب آپ ناموں پر اتر آئے"۔

"اس لیے کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں"۔

"لیکن ہم کسی جرائم پیشہ سے دوستی کے قائل نہیں"۔

"اوہ"۔ اس کا منہ بن گیا... پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا... میں چلتا ہوں... میں نے بلاوجہ آپ کا وقت ضائع کیا"۔

"نہیں... آپ ابھی نہیں جا سکتے"۔ ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے۔



"کیا مطلب... میں نہیں جا سکتا... یہ کیا بات ہوئی... میں جانا چاہوں تو کیوں نہیں جا سکتا... کیا آپ مجھے روک سکتے ہیں"۔

"میں اگر روکنا چاہوں تو روک سکتا ہوں... لیکن میں صرف درخواست کے طور پر کہہ رہا ہوں کہ آپ ابھی نہ جائیں اور ہمیں بتا دیں کہ یہ لوگ آپ کے دشمن کیوں ہو رہے ہیں"۔

"یہ بعد کی بات ہے... پہلے یہ طے ہو جائے کہ اگر میں جانا چاہوں اور آپ مجھے روکنا چاہیں تو آپ مجھے روک سکتے ہیں یا نہیں... میں چیلنج کرتا ہوں... آپ مجھے نہیں روک سکیں گے"۔

"میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا... چلئے میں ہار گیا... میں آپ کو نہیں روک سکوں گا... آپ اپنی مرضی سے رک جائیں"۔ وہ بولے۔

"یہ ہوئی نا بات... ہاں اب بتائیں آپ مجھے کیوں روکنا چاہتے ہیں؟"

"آپ کو ان لوگوں سے بچانا چاہتا ہوں... جو آپ کے گرد گھیرا تنگ کرتے جا رہے ہیں... اور اس وقت آپ موت کے دہانے پر ہیں... جونہی ٹپ کمرے سے نکلیں گے... وہ آپ کو شوٹ کر دیں گے"۔

"ان کی گولیاں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی... میں بلٹ پروف لباس میں رہتا ہوں ہر وقت... اسی لیے تو انہوں نے مجھ پر براہ راست

حملہ کیا تھا... فائرنگ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی"۔

"اوہ اچھا... چلئے مان لیا... وہ فائرنگ نہیں کریں گے... لیکن دوسری طرح تو حملہ آور ہو سکتے ہیں"۔

"وہ پہلے بھی ایسا کر چکے ہیں اور منہ کی کھا چکے ہیں... پھر حملہ کریں گے تو بھی منہ کی کھائیں گے... آپ میرے لیے فکرمند نہ ہوں... میں ان کے بس کا نہیں"۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔ انہوں نے کندھے اچکا دیے۔

"تو میں چلا"۔

"شکریہ... تشریف لے جائیں... لیکن آپ کے لیے بہتر یہی تھا کہ بات ہمیں بتا دیتے"۔

"نہیں... وہ بات آپ کے مطلب کی نہیں... نہ آپ کے کسی کام کی..."۔

"یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف مڑا اور پھر جونہی اس نے دروازہ کھولا... بڑی طرح اچھل کر اندر آ گرا... ساتھ ہی تین عجیب و غریب شکل و صورت اور لباس کے آدمی اندر آ گئے... ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک عجیب ہتھیار تھا۔

جونہی شوگا سیدھا ہوا... اور اس نے انہیں دیکھا... لگا تھر تھر کانپنے۔

"نن نہیں... نہیں"۔



"!!!... آج مسٹر شوگا کانپ رہے ہیں... وہ جس سے انتقام کے خطرے کانپتے ہیں"۔

"نن نہیں... نہیں"۔ شوگا کے منہ سے نکلا۔

"ہم کی تلاشی لو... اس قدر زبردست طریقے سے کہ کوئی حصہ رہ نہ جائے"۔

"کو کے سر"۔ باقی دو نے ایک ساتھ کہا اور شوگا کی طرف بڑھے... عجیب و غریب ہتھیار اس کے ہاتھ میں تھا جو اب تک بات کرتا رہا تھا۔

"آپ... آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں"۔

"وہی... جس کے بارے میں تم بھاگے پھر رہے ہو"۔

"نن... نہیں... نہیں"۔ اس نے پھر کہا۔

ادھر وہ دونوں اس کی بہت برے طریقے سے تلاشی لے رہے تھے... انہوں نے اس کے کپڑے بھی کئی جگہ سے پھاڑ ڈالے... اس دوران وہ اس کے جسم کی مرمت بھی مکوں اور طمانچوں سے کر رہے تھے... یہ دیکھ کر ان کا تیسرا ساتھی ہنس پڑا۔

"آپ کس بات پر ہنسے سر ڈونگا"۔

"تمہارے تھپڑوں اور مکوں پر"۔

"یہ آپ کو اچھا لگا"۔

"ہاں! تلاشی کے دوران یہ کام بہت خوب ہے"۔

"تو ہم اس میں اور تیزی لے آتے ہیں"۔

"نہیں... اتنا ہی ٹھیک ہے"۔

"او کے سر ڈونگا"۔

بہت بری طرح تلاشی کا عمل آخر ختم ہوا اور دونوں مایوسانہ انداز میں ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"نہیں سر ڈونگا... اس کے پاس وہ نہیں ہے"۔

"لیکن میری معلومات کے اعتبار سے تو وہ چیز اس کے پاس ہونی چاہیے"۔ سر ڈونگا نے بھنا کر کہا۔

"فی الحال وہ اس کے پاس نہیں ہے... اب آپ خود اس سے بات کر لیں"۔

"ہاں شوگا... بولو... ورنہ تم گئے"۔

"سر... سر ڈونگا... پلیز... اگر میں چلا گیا تو آپ کو کیا مل جائے گا... مجھے جانے نہ دیں"۔

"تو بتاؤ... وہ کہاں ہے"۔

"اس لڑکی کے پاس"۔ شوگا نے فرحت کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا مطلب؟" وہ بری طرح اچھلے۔

"اس لڑکی کے پاس"۔ سر ڈونگا کے منہ سے نکلا۔

"ہاں سر... جب میں نے ان بارہ کو ہال میں دیکھ لیا تھا اور یہ مجھ سے بات کرنے آئی تھی تو میں نے غیر محسوس طور پر وہ اس کی



جیب میں ڈال دی تھی... اس بے چاری کو پتا نہیں چلا ہو گا"۔

"کیا مطلب... کیا چیز تم نے میری جیب میں ڈال دی تھی"۔ فرحت نے گھبرا کر کہا۔

"لڑکی کی تلاشی لو لیکن اس وحشیانہ انداز میں نہ لینا... اس میں ان لوگوں کو کوئی عمل دخل نہیں"۔ سر ڈونگا نے کہا۔

"فرحت نے گھبرا کر انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا' انہوں نے اشارہ کیا کہ تلاشی لینے دو... ادھر ان میں سے ایک آگے بڑھا اور اس نے فرحت کی جیب سے تمام چیزیں نکال لیں... اس میں ایک ننھا پیکٹ تھا... پلاسٹک کور میں لپٹا ہوا۔

"یہی ہے"۔ سر ڈونگا بولا۔

اس کے ساتھی نے وہ پیکٹ اٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔

"نہیں... مجھے دو"۔ سر ڈونگا نے کہا۔

"کیا اس سے کوئی فرق پڑ جائے گا سر ڈونگا"۔ اس کے ساتھی نے بھی ایسا منہ بنایا۔

"ہاں! اس پیکٹ کے لیے کوئی بے ایمان ہو سکتا ہے"۔

"لیکن سر! آپ اچھی طرح جانتے ہیں' فی الحال اس پیکٹ کی کوئی قیمت نہیں ہے... اور ا تو یہ معلوم نہیں... پیکٹ اصلی ہے یا نقلی... کیا خبر یہ نقلی ہو... مسٹر شوگا نے چال چلی ہو"۔

"ایک منٹ! مسٹر شوگا... جلد بتاؤ... یہ اصل ہے یا نقل"۔

"بالکل اصل... یہ نقلی ہو بھی کیسے سکتا ہے... حالات کا جائزہ لے لیں"۔

سرڈونگا سوچ میں پڑ گیا... پھر اس نے کہا۔

"بالکل ٹھیک بات کہی مسٹر شوگا... یہ بالکل اصلی ہے"۔

"وہ کیسے سر"۔ اس کے ساتھی نے کہا۔

"پیکٹ کی وصولی سے لے کر اب تک میری مسٹر شوگا پر نظر رہی ہے"۔

"تب پھر یہ اصلی ہی ہو گا"۔

"تم یہ گن پکڑ لو... میں ذرا مسٹر شوگا کو پیار سے ایک تھپکی دینا چاہتا ہوں"۔ سرڈونگا نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"نن نہیں... سرڈونگا... نہیں... میں کوئی حرکت نہیں کروں گا... مجھے بے ہوش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔ وہ چلا اٹھا۔

سرڈونگا کا ساتھی ہتھیار سنبھالنے کے لیے اس کی طرف بڑھا' ایسے میں اس نے کہا۔

"پیکٹ تم نے ابھی تک مجھے نہیں دیا"۔

"یہ لیجیے سر"۔ اس نے فوراً کہا۔

پیکٹ لے کر سرڈونگا' شوگا کی طرف بڑھا۔

"سرڈونگا... آپ میرا اتنا سا بھی اعتبار نہیں کر سکتے... میں نے کہا نا... میں کچھ نہیں کروں گا... اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا... اس



پیکٹ میں آپ بھی دلچسپی لے رہے ہیں تو میں اس کو ہاتھ بھی نہ لگاتا"۔

"لیکن میں یہاں سے رخصت ہونے سے پہلے اپنے اصول پر عمل ضرور کروں گا"۔

"اچھی بات ہے... جیسے آپ کی مرضی... لیکن میں وضاحت کر دیتا ہوں... اب میں زندگی بھر کے لیے اس پیکٹ سے الگ ہو رہا ہوں... میں اس سے قطعاً" کوئی واسطہ نہیں رکھوں گا... نہ اس کا خیال تک دل میں لاؤں گا... اس لیے آپ کی تھپکی صرف بے ہوشی کی حد تک ہونی چاہیے"۔

"ہاں تم فکر نہ کرو... یہ میرا وعدہ ہے... لیکن اس وعدے کے ساتھ میں تم سے بھی ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں"۔

"اور وہ کیا سرڈونگا... میں ہمیشہ آپ کا خادم ہوں... بتایئے"۔

"تم اس پیکٹ کے بارے میں کسی کو بھی کچھ نہیں بتاؤ گے"۔

"بہت بہتر جناب... نہیں بتاؤں گا"۔

"او کے... ہم یہ پیکٹ لے کر جا رہے ہیں... اور احتیاطاً" تمہیں صرف بے ہوش کر رہے ہیں... وہ بھی صرف اس لیے کہ تم کوئی غلط حرکت کر کے اپنا اپنا نقصان نہ کر بیٹھو"۔

یہ کہتے ہوئے سرڈونگا اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا... وہ بالکل ساکت کھڑا رہا... اس نے نہ تو پیچھے ہٹنے کی کوشش کی... نہ کوئی اور

حرکت خود کو اس سے بچانے کے لیے کی... ڈونگا نے اس کی دونوں کنپٹیوں کو مسل دیا... اس سے پہلے ہی شوگا کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی تھی۔

پھر وہ تیورا کر گرا... وہ واقعی بالکل بے ہوش ہو چکا تھا... اب سر ڈونگا اپنے ساتھیوں کی طرف مڑا۔

ایسے میں ایک جملے نے اسے ساکت کر دیا۔

"حرکت نہ کرنا سر ڈونگا"۔

☆○☆



# ان کا نام

سر ڈونگا کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی... تاہم اس نے خود کو پرسکون رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"حرکت نہ کرنا... حرکت کی تو بھیجا پاش پاش ہو جائے گا"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا... تم اور میرا بھیجا پاش پاش کرو گے... جانتے بھی ہو... کس سے بات کر رہے ہو... انشارجہ کے ہوے سے... انشارجہ کا بھوت جس کے قدموں میں بے بس پڑا ہے"۔

"ہاں سر... جانتا ہوں... لیکن کیا آپ نہیں جانتے کہ ہم بھی آخر آپ کے ساتھی ہیں"۔

"کیوں نہیں... اچھا خیر... تم کیا چاہتے ہو؟"

"وہ پیکٹ"۔ اس نے بے خوف ہو کر کہا۔

"کیا تم بھی؟" اس نے تیسرے کی طرف دیکھا۔

"ہاں سر ڈونگا... میں اس کا ساتھ دوں گا"۔

"او کے... یہ پیکٹ لے لو... لیکن پیکٹ لینے کے بعد ایک کام

کیے بغیر یہاں سے ہرگز ہرگز نہ جانا"۔ اس نے اب بھی پرسکون آواز میں کہا۔

"اور وہ کون سا کام سرڈونگا"۔

"مجھے زندہ ہرگز نہ چھوڑنا... ورنہ یہ بات تمہارے حق میں زہر ثابت ہو گی"۔ وہ مسکرایا۔

"یہ بات تو ہم پہلے ہی سمجھتے ہیں سرڈونگا"۔

"لیکن پھر... ان لوگوں کا کیا قصور ہے... یہ تو مفت میں مارے جائیں گے"۔ سرڈونگا نے افسوس ناک انداز میں کہا۔

"ہم کیا کر سکتے ہیں... ویسے تو ہم ان سے کہہ دیتے ہیں... یہ کمرے سے نکل جائیں... کیونکہ جب ہم اس ہتھیار سے فائر کریں گے... اس کمرے میں موجود کوئی انسان زندہ نہیں بچے گا... سوائے ہم دو کے... کیونکہ ہم اس کے سامنے ہوں گے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے... دیکھو بھئی... تم چلے جاؤ"۔ سرڈونگا ان کی طرف مڑا۔

"اگر آپ ہمیں صرف اتنا بتا دیں کہ اس پیکٹ میں کیا ہے تو ہم آپ کی مدد کر سکتے ہیں"۔

"تم... میری مدد... کیا کہہ رہے ہو... اس ہتھیار کے بارے میں تمہاری معلومات نہیں ہیں... ورنہ تم یہ بات نہ کہہ سکتے"۔

"یہ توربین ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔



"کیا!!!" وہ تینوں بری طرح اچھلے... ان کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

"تم... تم اس کے بارے میں جانتے ہو اور پھر بھی کہہ رہے... تم مجھے بچا سکتے ہو"۔

"ہاں کیوں نہیں... آزمائش شرط ہے"۔

"تب میں تمہیں ضرور آزماؤں گا"۔

"تو پھر پہلے یہ بتا دیں... پیکٹ میں کیا ہے"۔

"صرف اور صرف ایک عینک"۔ اس نے کہا۔

"یہ بتا دینے سے بات پوری نہیں ہو جاتی... اس عینک کی اہمیت کیا ہے"۔

"افسوس... یہ بات میں بھی نہیں جانتا... یہ بھی نہیں جانتے... لیکن... اتنا ضرور جانتے ہیں... اس وقت انشارجہ کی سب سے قیمتی چیز یہ عینک ہے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"مجھے نہیں معلوم' یہ کیسے ہو سکتا ہے... لیکن بات ہے یہی"۔

"اچھی بات ہے... اب ہم آپ کو ان دونوں سے بچاتے ہیں... توربین اس وقت لوڈ نہیں ہے... خالی ہے"۔

"حد ہو گئی... یہ بات تم نے کیسے کہہ دی"۔ سرڈونگا جھلا اٹھا۔

"کیوں... آپ جھلا کیوں گئے"۔

"اس لیے کہ یہ بات ان دونوں کو معلوم نہیں تھی... صرف میں جانتا تھا"۔

"کیا نہیں"۔ دونوں ایک ساتھ بولے... اب ان کے چہروں پر خوف ہی خوف تھا۔

"ہاں میرے بچو... یہ آدمی ٹھیک کہہ رہا ہے... اگر یہ لوڈ ہوتی تو میں شوگا کو چھکی تم لوگوں کے ذریعے دلوا سکتا تھا... تم چھکی نہیں دے سکتے تھے... لیکن اس کے سر پر کوئی چیز تو مار سکتے تھے... لیکن میں نے سوچا... لگے ہاتھوں تم دونوں کو بھی آزما لوں کہ تم کس حد تک ایمان دار ہو... کس قدر میرے وفادار ہو... اور آج مجھے معلوم ہو گیا... تم تو سرے ناقابل اعتبار ہو... لہٰذا تم دونوں جاؤ"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ دونوں تیورا کر گرے... ان کے ٹھیک دل کے مقام پر ایک ایک گولی لگی تھی... نشانہ ذرا بھی نہیں چوکا تھا... اور یہ فائر سرڈونگا نے اپنی جیب سے کیا تھا... کیونکہ اب جیب میں سوراخ ہو چکا تھا۔

"بہت خوب سرڈونگا... آپ کے نشانے باز ہیں"۔

"لیکن مجھے تم اپنے سے کہیں زیادہ حیرت انگیز محسوس ہو رہے ہو... آخر تم نے کیسے بھانپ لیا کہ ٹورنین خالی ہے"۔

"جب بھری ہوئی ہوتی ہے تو اس کا سرخ پوائنٹ صاف نظر آتا ہے... لیکن شاید یہ بات ان دونوں کو معلوم نہیں تھی"۔



"میں نے انہیں یہ بات بتائی ہی نہیں تھی... اس لیے کہ ان پر شروع سے شک تھا مجھے... یہ اگرچہ میرے پرانے ساتھی تھے... لیکن ان کی چند حرکات نے مجھے بہت پہلے شک میں ڈال دیا تھا... اور میں نے سوچ لیا تھا... ان پر اعتبار نہیں کروں گا... اور کسی دن انہیں آزما کر ان کا کام تمام کر دوں گا... سو آج ایسا ہو گیا... لیکن تم لوگ کون ہو... جلدی سے بتاؤ اور یہاں سے نکل جاؤ... ورنہ پولیس تم پر شبہ کرے گی"۔

"بھلا پولیس کیوں ہمیں پریشان کرے گی جب کہ ہم نے کچھ نہیں کیا... اور شوگا ہوش میں آ کر پولیس کو سب کچھ بتا دے گا"۔

"چلو یہ ٹھیک ہے... رہو یہیں... میں تو چلا... یہاں سے نکل کر میں پولیس کو فون کر دوں گا اور بتا دوں گا کہ یہ میرا کام ہے"۔

"آپ بہت شریف ہیں... آپ کون ہیں... اتنا تو بتا دیں"۔

"بس میرا نام سرڈونگا ہے... پولیس آفیسر بتا دے گا آپ کو میرے بارے میں"۔

"اوہ اچھا... آپ کو دروازے تک رخصت کر آتا ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور اچانک اس کے ساتھی کی لاش میں الجھ کر گرے... اور اس بری طرح گرے کہ فوراً اٹھ بھی نہ سکے"۔

"اوہو... آپ تو گر گئے"۔ یہ کہہ کر سرڈونگا پیچھے مڑا اور انہیں دونوں ہاتھوں سے اٹھایا... وہ پہلے تو اٹھتے چلے گئے... لیکن پھر ان کا جسم

جو پھسلا تو سر ڈونگا سمیت گر پڑے۔

"اوہو... کیا ہو گیا ہے بھئی"۔ سر ڈونگا جھلا اٹھا۔

آخر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے... اب ان کے کپڑے خون میں لتھڑ گئے تھے۔

"معاف کیجئے گا... میری وجہ سے آپ کے کپڑے خراب ہو گئے"۔

"کوئی بات نہیں... اب آپ بس یہیں رہیں... کہیں پھر نہ گر جائیں"۔

اور وہ باہر نکل گیا... وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

"یہ... یہ سب کیا تھا... کیا ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں"۔

"نہیں... خواب کیوں ہوتا یہ... یہاں ایک واقعہ ہوا ہے... خوفناک واقعہ... دو لاشیں اس واقعے کا ثبوت ہیں... اور تیسرا بے ہوش شوگا... ویسے یہ آدمی تھا شریف... اس نے شوگا کو جان سے نہیں مارا... البتہ اپنے خدار ساتھیوں کو موت کی نیند سلا کر چلا گیا"۔

"اب ایک بار پھر پولیس سے ملاقات ہونے والی ہے"۔ آفتاب مسکرایا۔

"کیا کیا جائے... مجبوری ہے"۔

پھر پندرہ منٹ بعد پولیس آفیسر اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔



"سر ڈونگا نے فون پر جو کچھ بتایا ہے... کیا واقعی اسی طرح ہوا ہے"۔ اس نے کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم... اس نے آپ کو کیا بتایا ہے؟"

آفیسر جلدی جلدی بتانے لگا... سن کر وہ بولے۔

"ہاں! اس نے بالکل ٹھیک بتایا ہے... لیکن آفیسر... یہ سر ڈونگا کون ہے"۔

"انشار جہ کا ہوا... بہت خوفناک چیز ہے... آج تک پکڑا نہیں گیا... پولیس پر اس نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا... اپنے کام سے کام رکھتا ہے... پولیس سے جھگڑا مول نہیں لیتا... اسی لیے پولیس اس کا نام نفرت سے نہیں لیتی... اس کے جرائم کی بنا پر گرفتار تو کرنا چاہتی ہے... لیکن... اس معاملے میں جذباتی نہیں ہے... یعنی ہم سوچ لیتے ہیں... کوئی بات نہیں... آ جائے گا ہاتھ... کہاں بھاگا جا رہا ہے"۔

"اور وہ نوربین لیے پھرتا ہے... دنیا کی خوفناک ترین رائفل"۔

"جانتا ہوں"۔ آفیسر مسکرایا۔

"اس نے نوربین کہاں سے حاصل کی؟"

"بس پیسے خرچ کیے ہیں... اور کیا... بہرحال اس پر غیر لائسنس یافتہ اسلحہ رکھنے کا بھی جرم ہے"۔

"یہ شخص کرتا کیا ہے... کیا اس کی گرفتاری پر کوئی انعام وغیرہ ہے... زندہ گرفتار کرنے پر یا مردہ پر بھی؟" آصف نے جلدی جلدی

کہا۔

"کیوں..... کیا تم لوگ اسے گرفتار کروانا چاہتے ہو؟" اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"فرض کرلیں' چاہتے ہیں"۔

"ایسے خیال کو بھی دل سے نکال دو..... یہ بہت خطرناک کام ہو گا..... ویسے تو اس کی زندہ یا مردہ گرفتاری پر انعام مقرر ہے"۔

"بہت خوب! تب ہم اسے ضرور گرفتار کروائیں گے"۔ آفتاب بولا۔

"اب تک وہ نہ جانے کہاں پہنچ چکا ہو گا"۔

"اچھا..... اس پیکٹ میں اس نے بتایا کیا تھا..... کہ عینک ہے..... اور وہ عینک اس وقت پورے انشاء جی میں قیمتی ترین چیز ہے..... اس کی یہ بات کہاں تک درست ہے؟"

"مجھے اس عینک کے بارے میں کچھ معلوم نہیں"۔

"لیکن شوگا پر ان بدمعاشوں نے حملہ اسی عینک کے لیے کیا تھا..... یہ اور بات ہے کہ شوگا نے انہیں مار گرایا..... اور وہ اس سے اس کے بارے میں نہ پوچھ سکے"۔

"یہ باتیں میرے لیے چیستاں بن گئی ہیں..... اب ہم شوگا سے پوچھیں گے..... اس عینک کا کیا چکر ہے"۔

اسی وقت شوگا نے کروٹ لی..... اس کے منہ سے ایک کراہ نکلی۔



اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"ہم..... میں کہاں ہوں؟"

"آپ وہیں ہیں..... جہاں سے چلے تھے"۔ فرحت مسکرائی۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر دیکھا اور پھر اس کی نظریں پولیس آفیسر پر جم گئیں۔

"آپ کو مسٹر شوگا..... ان لوگوں کے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں ان کا شکریہ ادا کرنے آیا تھا..... دوسرے یہ کہ میں ان کے کردار سے کچھ حیرت زدہ تھا..... اب مجھے کیا معلوم تھا کہ یہاں سر ڈونگا جائے گا"۔

"یہ عینک کا کیا چکر ہے"۔

"افسوس..... مر ڈونگا..... وہ عینک لے گیا..... یہ بہت برا ہوا"۔ اس نے کہا۔

"میں نے پوچھا ہے..... اس عینک کا کیا چکر ہے"۔

"میں نہیں جانتا..... لیکن عینک بہت پراسرار طریقے سے مجھ تک پہنچی تھی..... اس پیکٹ میں اس کی حفاظت کرنے پر مجبور تھا"۔

"کس حفاظت میں پہنچی تھی..... چلو یہ بتا دو"۔

"مجھے اچھی طرح جاننے والا کوئی شخص وہ عینک ایک غیر ملکی کو دے گیا..... اس نے اس غیر ملکی سے درخواست کی تھی کہ وہ یہ عینک

مجھ تک پہنچا دے.... اس کام کے لیے اس نے غیر ملکی کو کچھ معاوضہ بھی دینا چاہا.... لیکن اس نے معاوضہ لینے سے انکار کر دیا.... اور پیکٹ اس نے مجھ تک پہنچا دیا تھا.... پیکٹ کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا.... اور نہ اس دوست نے اس بارے میں کوئی رقعہ اس غیر ملکی کو دیا تھا.... لہٰذا میں الجھن کے عالم میں تھا.... اور اسی الجھن کے عالم میں ہوٹل بڑتا چلا آیا.... اس کے بعد کی کہانی تو آپ لوگوں کو معلوم ہی ہے"۔

"وہ آپ لوگوں کی طرف کا ہی لگتا تھا.... نوعمر تھا.... شرمیلا سا نوجوان.... بھوری آنکھوں والا.... بال پیشانی پر آئے ہوئے.... بہت بھولا بھالا سا.... خوبصورت سا اور لمبے قد کا نوجوان.... صاف ستھرے رنگ والا.... ارے ہاں اس نے تو مجھے اپنا نام تک بتایا تھا"۔ اس نے چونک کر کہا۔

"کیا نام بتایا تھا.... کیونکہ کم از کم اس سے تمہارے اس دوست کا حلیہ تو پوچھ ہی سکتے ہیں نا جس نے پیکٹ اسے دیا تھا"۔ پولیس آفیسر نے بے چین ہو کر کہا۔

"ہاں! اس نے بتایا تھا.... میرا نام ٹی ایس ایم ہے.... اور میں ہوٹل بلیک سٹار کے کمرہ نمبر ۴۳۰ میں ٹھہرا ہوا ہوں"۔

"کیا!!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆○☆



# خنجر

پولیس آفیسر اور شونکا نے انہیں حیران ہو کر دیکھا۔

"کیوں.... آپ لوگوں کو کیا ہوا؟"

"ہم اس نام کے نوجوان کو جانتے ہیں.... وہ ہمارے ملک میں رہتا ہے.... یہ سن کر حیرت ہوئی کہ وہ ان دنوں یہاں ہے.... نہ جانے وہ یہاں کس سلسلے میں آیا ہے.... کیوں نہ ہم اس سے مل لیں"۔

"ضرور مل لیں.... بلکہ آپ لوگ میرے ساتھ میری گاڑی میں چلیں"۔

"بہت بہت شکریہ.... آپ بہت اچھے پولیس آفیسر ہیں.... آپ کا نام کیا ہے؟"

"انسپکٹر ناموش"۔ اس نے کہا۔

"بہت خوب۔ وہ بولے۔

اور پھر وہ لاشوں کے انتظام میں لگ گیا.... پھر وہ وہاں سے روانہ ہوئے.... انہوں نے شونکا کو بھی ساتھ لے لیا تھا"۔

"مسٹر ٹی ایس ایم آپ کو ملا کہاں تھا؟"

"میرے گھر آیا تھا بھئی"۔ اس نے بتایا۔

"ہوں.... ٹھیک ہے"۔

آخر ان کی گاڑی ہوٹل بلیک سٹار کے سامنے رک گئی.... وہ نیچے اترے.... دروازے پر کھڑے عمران نے انسپکٹر کو دیکھ کر جلدی سے سلام کیا اور اندر داخل ہونے کے لیے راستہ چھوڑ دیا.... وہ سیدھے کاؤنٹر پر پہنچے۔

"کمرہ نمبر ۴۲۰ میں رنگ کریں.... اس میں کوئی صاحب ٹی ایس ایم ٹھہرے ہوئے ہیں.... ہمیں ان سے ملنا ہے.... دیکھیں وہ ہیں یا نہیں"۔

"اوکے سر"۔ اس نے کہا اور فون کیا.... پھر فون رکھ دیا۔

"جی ہاں.... اوپر تشریف لے جائیں.... چوتھی منزل"۔

وہ لفٹ کے ذریعے اوپر پہنچے.... کمرہ نمبر ۴۲۰ کے دروازے پر دستک دی.... ایسے میں ان کے دل دھک دھک کرنے لگے.... جونہی دروازہ کھلا.... ان کی نظریں ٹی ایس ایم پر پڑیں۔

"ہائیں.... آپ لوگ؟" وہ چلا اٹھا۔

"اور یہ تم ہو ٹی ایس ایم.... یہاں انشارج میں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"جی جی.... تقدیر کھینچ لائی.... آیئے اندر"۔

وہ اندر داخل ہوئے.... بیٹھنے کے بعد انسپکٹر کامران مرزا نے



کہا۔

"اپنی باتیں تو ہم بعد میں کریں گے.... پہلے تو یہ بتاؤ.... تم نے جو پیکٹ مسٹر شونگا کے حوالے کیا تھا.... وہ تمہیں کس نے دیا تھا؟"

"میں ساحل سمندر پر سیر کرنے چلا گیا تھا.... وہیں اس شخص نے مجھ سے بات چیت شروع کر دی' اور پھر یہ کام میرے ذمے لگا دیا.... اس نے اس کام کے لیے کچھ معاوضہ بھی دینا چاہا.... لیکن میں نے نہیں لیا.... اس نے اپنی کوئی مجبوری بیان کی تھی کہ میں یہ ویسٹ خود مسٹر شونگا تک نہیں پہنچا سکتا"۔

یہاں تک بتا کر ٹی ایس ایم خاموش ہو گیا۔

"مسٹر! آپ اس آدمی کا حلیہ بتا سکتے ہیں"۔

"جی ہاں.... کیوں نہیں.... وہ بہت لمبے قد کا آدمی تھا.... اس کے بال سنہری رنگ کے تھے.... آنکھیں بالکل نیلی تھیں.... ناک بھی بہت لمبی تھی.... دائیں گال پر گہرے زخم کا نشان تھا"۔

"اوہ.... نہیں"۔ انسپکٹر خاموش ہو گیا۔

اب اس کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی۔

"آپ کو کیا ہوا؟"

"جس شخص کا یہ حلیہ بتا رہے ہیں.... اسے مرے ہوئے تو ایک ماہ ہو چکا ہے"۔

"اسے باپ رے.... ایک مرے ہوئے شخص نے [illegible]

ملاقات کی تھی"۔ ڈی ایس ایم لگا تھرتھر کانپنے۔

"نہیں بھئی.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ آصف نے برا سا منہ بنایا۔

"تب پھر.... وہ کون تھا جس نے مجھ سے ملاقات کی تھی"۔

"شاید وہ اس مرنے والے آدمی کے بھیس میں تھا"۔

"لیکن اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" ڈی ایس ایم بڑبڑایا۔

"یہ کوئی گہرا چکر لگتا ہے.... مسٹر ڈی ایس ایم.... آپ کو ہمارے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا پڑے گا"۔

"کک.... کیوں جناب.... اس میں میرا کیا قصور.... کیا میں نے کوئی جرم کیا ہے"۔

"نہیں.... ہم آپ کو وہاں اس شخص کی تصویر دکھائیں گے"۔

"اوہ اچھا.... تو پھر چلئے.... یوں بھی انکل اب تو ساتھ ہیں۔ مجھے کیا فکر"۔ اس نے انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا۔

"انکل.... کیا مطلب؟"

"یہ مجھے انکل کہتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اس کا مطلب ہے.... آپ ان کے انکل ہیں نہیں"۔

"حقیقی انکل نہیں ہوں.... ویسے تو انکل ہوں"۔ وہ بولے۔

"اچھا آیئے"۔



اب وہ انہیں پولیس اسٹیشن لے آیا.... ایک فائل نکال کر اس نے اس میں لگی چند تصاویر ڈی ایس ایم کے آگے کر دیں۔

"ہاں جناب.... وہ یہی تھا.... اسی نے مجھے پیکٹ دیا تھا"۔

"لیکن اسے مرے ہوئے پورا ایک ماہ ہو گیا.... اسے کسی نے قتل کر دیا تھا.... اور اس کے قاتل کا اب تک سراغ نہیں لگایا جا سکا"۔

"لیکن جناب! اس میں میرا کیا قصور.... کوئی اس کے میک اپ میں ملا ہو گا مجھے"۔ ڈی ایس ایم نے کہا۔

"ہوں! یہ ٹھیک ہے.... لیکن ہمارے لیے تو ایک اور الجھن پیدا ہو گئی.... آخر وہ کون تھا جس نے یہ پیکٹ مسٹر ڈی ایس ایم کو دیا.... وہ مسٹر شونکا کو کیوں دینا چاہتا تھا.... مسٹر ڈونگا کو اس پیکٹ کے بارے میں کس طرح معلوم ہو گیا.... اسے یہ بات کس نے بتا دی کہ اس وقت پورے انڈیا جہ میں سب سے قیمتی چیز یہ پیکٹ ہے.... پیکٹ جس میں صرف ایک چیک ہے"۔

"ہاں! یہ باتیں بہت الجھن والی ہیں.... لیکن جناب اس میں نہ تو مسٹر ڈی ایس ایم کا قصور ہے.... نہ ہمارا.... لہٰذا آپ ہم لوگوں کو تو اجازت دیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ضرور.... آپ جا سکتے ہیں"۔ اس نے کہا۔

"ایک منٹ انکل.... ایک اہم پہلو ہم نظرانداز کر رہے ہیں"۔

"اور وہ کیا؟"

"میری سمجھ میں ایک بات آتی ہے... ڈی ایس ایم سے جو شخص ملا... اس کا مسٹر شونکا سے کوئی خاص تعلق تھا... اگر وہ خود مسٹر شونکا تک جاتا تو اسے دیکھ لیا جاتا... لہٰذا اس نے ڈی ایس ایم سے یہ کام لیا... اور خود مسٹر شونکا کو فون کر دیا... اس پیکٹ کے بارے میں... لہٰذا مسٹر شونکا اگر یہ کہتے ہیں کہ انہیں پیکٹ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تو یہ بات دل کو نہیں لگتی... وہ شخص کسی دوسرے کے میک اپ میں بھی اسی لیے ملا تھا کہ اس کا 'مل جلیہ' بیان نہ کیا جا سکے"۔

"اوہ... اوہ"۔ انسپکٹر ناہوش کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا... ساتھ ہی اس کی نظریں شونکا پر جم گئیں... ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا کے چہرے پر ایک بھرپور مسکراہٹ آ گئی... جس کا مطلب یہ تھا کہ انہیں فرحت کی بات سن کر بہت خوشی ہوئی تھی۔

"بہت خوب... جناب... آپ کی یہ ساتھی بہت ذہین ہیں... ابھی تک آپ لوگوں نے اپنا تعارف نہیں کرایا... اور نہ مجھے خیال آیا کہ آپ کے نام پوچھ لوں... ہاں تو آپ کے نام کیا ہیں؟"

"اس سے کہیں ضروری یہ ہے کہ آپ مسٹر شونکا سے یہ پوچھیں... اس پیکٹ کا برا بھلا کیا ہے؟"

"ہاں! ہم ان سے یہ پوچھیں گے... لیکن پہلے آپ کے نام جاننا چاہیں گے"۔



"بہت بہتر... میرا نام کامران مرزا ہے... یہ 'صف' 'ثاقب' اور فرحت ہیں"۔

"اوہ... تو آپ وہ لوگ ہیں... مشرقی ملک پاک لینڈ کے رہنے والے... بہت مشہور لوگ... انسپکٹر جمشید... انسپکٹر کامران مرزا... میں ٹھیک سمجھا نا"۔

"خیر! اتنے مشہور و شہور تو ہم نہیں ہیں"۔

"اف مائی گاڈ... میں بھی سوچ رہا تھا... آپ عام لوگ نہیں لگتے... آپ نے اس معاملے سے خود کو الگ رکھنے کی اب تک پوری کوشش کی... لیکن معاملہ آپ کے گرد لپٹتا ہی چلا گیا... اور اب تو آپ کے یہ ساتھی بھی اس کی زد میں آ گئے ہیں... لہٰذا اب ہم مسٹر شونکا سے یہ چاہیں گے کہ وہ صاف صاف بتا دیں"۔

"اب مجھے بتانا ہی ہو گا... یوں بھی اب چھپا کر کیا کروں گا... پیکٹ تو اب مسٹر ڈونکا کے قبضے میں جا چکا ہے... اس کا مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا... خیر... وہ شخص جو مسٹر ڈی ایس ایم کو ملا' میرا پرانا دوست ہے' لیکن وہ جرائم پیشہ نہیں ہے... ایک سرکاری دفتر میں ملازم ہے... وہ مجھے ہمیشہ جرائم چھوڑنے کے لیے کہتا رہتا ہے... یہ پیکٹ ان کے حوالے کرنے کے بعد اس نے مجھے فون کیا تھا... وہ پیکٹ کے بارے میں ابھی بتانے ہی لگا تھا کہ اس کی آواز گھٹ گئی... میں ہیلو ہیلو کرتا رہ گیا... لیکن دوسری طرف سے کوئی بات نہ کی گئی...

ریسیور بھی سیٹ پر نہیں رکھا گیا تھا"۔

"اف مائی گاڈ... کیا آپ نے اس کے گھر جا کر دیکھا مسٹر شونگا"۔

انسپکٹر ناموش نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں! میں سمجھ گیا تھا کہ بے چارے جارج کوپر کو بلیک کر دیا گیا ہے... صرف اس لیے کہ وہ مجھے اس پیکٹ کے بارے میں نہ بتا سکے... اس کا یہ فون گھر میں بلا تھا... میں نے فوری طور پر خطرہ محسوس کیا... اور جونہی مسترفی ایس ایم پیکٹ دے کر مجھے گئے... میں گھر سے نکل گیا... کیونکہ گھر میں زیادہ خطرے میں تھا... میں سیدھا ہوٹل بلانا میں آیا... میرے نزدیک یہ جگہ محفوظ تھی... اس بھرے پرے ہوٹل میں مجھ پر حملہ کرنے کی جرات میرے خیال میں کوئی نہیں کر سکتا تھا' لیکن میرا یہ خیال بالکل نہ نکلا... وہ لوگ تو میرے یہاں آنے سے پہلے پہنچ گئے تھے... گویا وہ جانتے تھے... پیکٹ حاصل کرنے کے بعد میں گھر میں نہیں ٹھہروں گا... سیدھا ہوٹل بلانا آؤں گا... دوسرے یہ کہ میرا گھر سے یہاں تک تعاقب بھی کیا گیا... اس طرح میں اس معاملے میں الجھا... لیکن میں یہ نہیں جانتا اس پیکٹ کی اہمیت کیا ہے... اس نے ایک جملہ ضرور کہا تھا... کہ ایک حد درجے قیمتی چیز بھجوا رہا ہوں... اب اس کی حفاظت تمہارے ذمے ہے... اور اس کے فوراً بعد اسے شاید گلے سے دبوچ لیا گیا تھا"۔

"اف! اور یہ تم اب بتا رہے ہو"۔



"میں اگر اس طرف کا رخ کرتا تو پولیس مجھے ہی گرفتار کرتی... قاتل تو وہاں بیٹھے نہیں رہے ہوں گے... میں نے سوچا تھا... پولیس کو خود بخود اطلاع مل جائے گی... میں کیوں اس ملے میں خود کو الجھاؤں... مرنے والا تو مر چکا ہے"۔

"کیا تمہارا دوست اکیلا رہتا ہے مسٹر شونگا"۔

"ہاں! بالکل اکیلا"۔

"اب ہمیں اس کے گھر جانا پڑے گا... نام پتا بتاؤ بھئی اپنے دوست کا"۔

"اس کا نام جارج کوپر ہے... ۳۹۷ ناس روڈ پتا ہے"۔

"آیئے چلیں... آپ میرے ساتھ چلیں گے نا؟"

"اگر آپ پسند کریں تو ضرور چلیں گے"۔

وہ ۳۹۷ ناس روڈ پہنچے... گھر کا دروازہ باہر سے بند تھا... تالا لگا ہوا تھا... پہلے تو کئی بار دستک دی گئی... پھر آخرکار دروازہ تڑوایا گیا... اور اس طرح وہ اندر داخل ہوئے... اندر کا منظر بہت بھیانک تھا... فون کا ریسور نیچے لٹکا ہوا تھا اور جارج کوپر کے جسم کے ٹکڑے ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے... انسپکٹر ناموش نے کانپ کر آنکھیں بند کر لیں' لیکن پھر اسے کھولنا پڑیں۔

"فون کے ریسیور کو ایک طرف سے رومال سے پکڑ کر اس نے دفتر فون کیا اور پھر اسی حالت میں چھوڑ دیا... جلد ہی وہاں اس کے

ماتحت پہنچ گئے۔۔۔ انگلیوں کے نشانات اٹھائے گئے۔۔۔ لاش کی تصاویر لی گئیں۔۔۔ اور باقی تمام کام کرنے کے بعد لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دیا گیا۔

"اب آپ کیا کریں گے؟" ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"جارج کوپر کے قاتل کی تلاش۔۔۔ ان شاء اللہ بہت جلد ہم اسے گرفتار کر لیں گے"۔

"یہاں انگلیوں کے نشانات تو مل ہی گئے ہیں۔۔۔ آپ ان نشانات کو فوری طور پر سر ڈونگا کی انگلیوں کے نشانات سے ملا کر دیکھ لیں"۔

"اوہ! تو کیا آپ کے خیال میں یہ کام اس کا ہے"۔

"یہ میرا خیال نہیں۔۔۔ مجھے یقین ہے"۔

"اوہ اچھا خیر۔۔۔ میں ابھی یہ کام کرواتا ہوں"۔ اس نے چونک کر کہا۔

"ویسے سر ڈونگا کی تعریف کیا ہے۔۔۔ مسٹر شونگا کے بارے میں تو معلوم ہو گیا ہے۔۔۔ یہ بھی جرائم پیشہ ہیں۔۔۔ بہت مشہور ہیں۔۔۔ لیکن سر ڈونگا کے مقابلے میں یہ کچھ نہیں ہیں۔۔۔ یہ تو اسے دیکھ کر ہی خوف زدہ ہو گئے تھے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔۔۔ وہ ہے ہی بہت خوفناک چیز"۔ انسپکٹر ناموش بولا۔

"آخر کیا چیز ہے"۔



"بے رحم ترین انسان۔۔۔ پھر اپنی حفاظت کے لیے اس نے شاید سو طرح کے انتظامات کر رکھے ہیں۔۔۔ دنیا کے جدید ترین اور خوفناک ترین ہتھیار شاید سب سے پہلے وہ حاصل کرتا ہے۔۔۔ گویا ادھر کوئی نیا ہتھیار کسی فیکٹری میں تیار ہوا۔۔۔ اور وہ اس تک پہنچا۔۔۔ ہم تو آج تک یہ نہیں جان سکے کہ وہ اس قدر انوکھے ہتھیار کہاں سے حاصل کرتا ہے اور کیسے؟"

"یہ بات تو آپ ان فیکٹریوں سے معلوم کر سکتے تھے"۔

"نہ جانے کتنی کوشش کی۔۔۔ لیکن اس کے خلاف کوئی بات ثابت نہیں ہو سکی۔۔۔ نہ یہ ثبوت مل سکا کہ وہ اسلحہ اسے فلاں فیکٹری نے دیا ہے۔۔۔ اس کے پاس جو نئے قسم کا اسلحہ ہوتا ہے۔۔۔ اس پر کسی فیکٹری کا نام نہیں ہوتا۔۔۔ نہ اس قسم کا اسلحہ بازار میں نظر آتا ہے"۔

"یہ عجیب بات ہے۔۔۔ اس سے ملتا جلتا اسلحہ بھی بازار میں نظر نہیں آتا"۔

"نہیں۔۔۔ بالکل نہیں"۔

"اور آپ نے یہ راز معلوم کرنے کی کوشش بھی نہیں کی"۔

"کوشش بہت کی۔۔۔ لیکن معلوم نہیں کر سکے"۔

"تب پھر پہلے ہم یہ راز معلوم کریں گے۔۔۔ دوسری طرف ہمیں جارج کوپر کے دفتر کی تلاشی لینا ہو گی۔۔۔ مسٹر شونگا۔۔۔ آپ کا دوست کون سے دفتر میں تھا؟"

"دفتر وزارت خارجہ میں"۔

"ہوں اچھا۔۔۔ چلئے۔۔۔ پہلے ہم ذرا ا کے دفتر کو دیکھ بھال لیں۔۔۔ پھر سر ڈونگا کے معاملے کی تفتیش کریں گے"۔

"لیکن ابا جان۔۔۔ کیا اس طرح ہم اصل معاملے سے ہٹ نہیں جائیں گے"۔

"نہیں۔۔۔ اصل معاملہ ساتھ ساتھ چلے گا"۔

انسپکٹر ناموش کے ماتحت وہاں سے رخصت ہو چکے تھے۔۔۔ اب وہاں صرف وہی رہ گئے تھے۔۔۔ ایسے میں فرحت کی نظر ایک چمکتی چیز پر پڑی۔۔۔ یہ ایک خنجر تھا۔۔۔ جو بستر کے نیچے چلا گیا تھا اور ابھی تک اس پر کسی کی نظر نہیں پڑی تھی۔

"ارے باپ رے۔۔۔ یہ خنجر کیسے رہ گیا۔۔۔ اس پر کسی کی نظر کیوں نہیں پڑی؟"

اب انہوں نے جھک کر دیکھا۔۔۔ ڈبل بیڈ تھا۔۔۔ اور کمرے کی دیوار کے ساتھ والے پائے کی اوٹ میں وہ خنجر پڑا تھا۔

"بس۔۔۔ نالائق ماتحتوں نے دور تک نظر نہیں ڈالی۔۔۔ غالباً" اسی خنجر سے ٹکڑے کئے گئے ہیں"۔

"ہاں! اس پر بھی انگلیوں کے نشانات ہوں گے' لہٰذا احتیاط کی ضرورت ہے"۔

بیڈ ہٹا کر خنجر نکالا گیا۔۔۔ اور نوک کی طرف سے پکڑ کر اٹھایا



گیا۔۔۔ اچانک انسپکٹر ناموش زور سے اچھلا۔۔۔ اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"کیا ہوا جناب۔۔۔ یہ خنجر ہی ہے۔۔۔ کوئی سانپ تو نہیں"۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں"۔ وہ چلایا۔۔۔ اس نے جیسے آفتاب کے الفاظ سنے ہی نہیں۔

اس کا رنگ تیزی سے سفید پڑتا جا رہا تھا۔۔۔ عین اس وقت دروازے پر کسی نے دستک دی۔

☆○☆

# دوسری ٹوربین

دستک کی آواز نے انہیں چونکا دیا... ادھر انسپکٹر ناموش کا رنگ اس طرح اڑ گیا جیسے اس نے خنجر کو نہیں موت کو دیکھ لیا ہو... اور اب اس دستک نے تو اس پر اور بھی خوف طاری کر دیا تھا... انسپکٹر کامران مرزا دروازے کی طرف بڑھے ہی تھے کہ وہ چلا اٹھا۔

"نن نہیں... نہیں... دروازہ نہ کھولنا"۔

"آپ اس حد تک خوف زدہ کیوں ہو گئے جناب... خیر تو ہے؟"

"آپ... آپ نہیں جانتے"۔

عین اس وقت دستک پھر ہوئی اور اس بار اتنے زوردار انداز میں ہوئی کہ جیسے دروازہ ٹوٹ ہی تو جائے گا۔

"آخر ہم کب تک دروازہ نہیں کھولیں گے"۔ انہوں نے الجھن کے عالم میں کہا۔

انسپکٹر ناموش نے جیسے ان کے الفاظ کو سنا ہی نہیں... وہ فوراً فون کی طرف بڑھا... اور ایک نمبر ڈائل کیا اور چند خفیہ الفاظ ادا



کیے... ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا۔

دھڑا دھڑ بدستور ہو رہی تھی... یہاں تک کہ فون کر کے انسپکٹر ناموش ان کی طرف مڑا۔

"آپ کے خیال میں باہر کون لوگ ہیں؟"

"اس کے قاتل... جارج کوپر کے قاتل"۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"لیکن... ہم ان سے کیوں ڈریں"۔

"ڈرنے کی ضرورت ہے... ابھی آپ کچھ نہ کریں... جو میں کہہ رہا ہوں... بس وہ کریں... ہم دروازہ نہیں کھولیں گے... انہیں دروازہ کھولنے میں صرف تین منٹ لگیں گے... چوتھے منٹ پر وہ اندر ہوں گے"۔

"تب پھر اس طرح بھی تو ہم نہیں بچیں گے"۔

"آپ سمجھے نہیں... اس گھر میں پانچ کمرے ہیں... اور ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہیں... ہم فی الحال اس دوسرے کمرے میں چلے چلتے ہیں... اور کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیتے ہیں... اس طرح وہ اس دروازے پر بھی تین منٹ لگائیں گے... ہم یہاں سے اگلے کمرے میں چلے جائیں گے... اور اس طرح وہ اس دروازے پر بھی تین منٹ لگائیں گے... ہم وہاں سے اگلے کمرے میں چلے جائیں گے اور اس طرح پندرہ منٹ گزر جائیں گے... پولیس پہنچ جائے گی... اور

اس گھر کو گھیرے میں لے لے گی... اس وقت انہیں آخری دروازہ کھولنے کا وقت نہیں مل سکے گا... یہ ہے میری پلاننگ"۔

"سوال یہ ہے کہ ہم چند جرائم پیشہ لوگوں سے اس قدر خوف کیوں کھائیں؟"

"آپ نہیں جانتے... مقابلہ سر ڈونگا سے ہے... اور جب اس کے مقابلے میں ہمارے پاس جدید ترین اسلحہ نہ ہو گا... ہم اس کا مقابلہ کیسے کر سکیں گے"۔

عین اس وقت دروازہ توڑا جانے لگا۔

"انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے... آیئے ہم دوسرے کمرے میں چلتے ہیں"۔

"آپ کہتے ہیں تو چلے چلتے ہیں... ورنہ ہم تو یہیں رک کر ان کا مقابلہ کرتے"۔

"آپ یہ اس لیے کہہ رہے ہیں سر ڈونگا کو نہیں جانتے"۔

"آپ نے اسے جاننے کی کوشش نہیں کی... ہم تو ہیں ہی نئے... اگر آپ کوشش کرتے تو اب تک لوگ ڈونگا کے نام کو بھی بھول چکے ہوتے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"مطلب یہ کہ... سب سے پہلے آپ کو یہ معلوم کرنا چاہیے تھا کہ وہ اسلحہ... نئے سے نیا اسلحہ کہاں سے حاصل کر لیتا ہے"۔



"اس بات سے بھلا اسے ختم کرنے کا کیا تعلق؟"

"تعلق ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بھرپور انداز میں مسکرائے۔

اب وہ دوسرے کمرے میں آ چکے تھے... اور دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا تھا۔

"اچھا تو پھر... کیا تعلق ہے... آپ نے بتایا نہیں"۔

"میرا خیال ہے... اس شخص کو اسلحہ کسی فیکٹری سے نہیں ملتا... بلکہ کوئی شخص خاص طور پر اس کے لیے بناتا ہے"۔

"تب پھر اس سے بڑا بے وقوف دنیا میں کوئی نہیں ہو گا"۔

انسپکٹر خاموش نے منہ بنایا۔

"وہ کیسے جناب؟" آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ ایسے کہ اس کا بنایا ہوا اسلحہ تو پورے ملک کے کام آ سکتا ہے... مطلب یہ کہ وہ اپنی ایجادات حکومت کے علم میں لائے... حکومت بڑے پیمانے پر اس اسلحے کی تیاری شروع کرائے گی... اس طرح پورے ملک کو فائدہ پہنچے گا... ان حالات میں اس کا علم صرف ایک جرائم پیشہ آدمی کے کام آ رہا ہے... اس کا کیا فائدہ؟"

"لیکن حکومت کے لیے کام کر کے بھلا اسے کیا مل جائے گا"۔

"بہت کچھ... جو وہ چاہے گا... حکومت اسے دے گی"۔

"نہیں... یہ تو آپ کا خیال ہے... ہو سکتا ہے... مسٹر ڈونگا اسے حکومت سے بھی زیادہ دے رہا ہو"۔

"اوہ نہیں..... ڈونگا جیسے لوگ کسی کو کچھ نہیں دیا کرتے"۔

"اگر یہ بات ہے تو یہ نامعلوم شخص کیوں اس کے لیے کام کر رہا ہے"۔

"ہو سکتا ہے... وہ اس کے گروہ میں شامل ہو"۔

"اوہ ہاں..... یہ بات تو ہے..... خیر..... سوال یہ ہے کہ وہ دوسرے دروازے تک بھی آ گئے ہیں..... اب ہم کیا کریں"۔

"ہم تیسرے کمرے میں چلے چلتے ہیں"۔ انسپکٹر خاموش نے گھڑی پر نظر ڈالی اور بولا۔

"فکر کرنے کی ضرورت نہیں..... پولیس آنے ہی والی ہے"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ تیسرے کمرے میں آ گئے..... اور دروازہ بند کر لیا۔

"ویسے انکل خاکوش..... اگر آپ ساتھ نہ ہوتے تو ہم اس کا مقابلہ کرتے..... اس طرح ہرگز نہ چھپتے پھرتے"۔

"میں کہہ چکا ہوں..... آپ سرڈونگا کو نہیں جانتے"۔

"اور یہ اچھا ہی ہے کہ نہیں جانتے"۔ فرحت نے برا سا منہ بنایا۔

عین اس وقت پولیس کے سائرن سنائی دینے لگے..... دروازے پر ہونے والی کھڑپڑ بند ہو گئی اور سرڈونگا کی آواز ابھری۔

"اچھا مسٹر خاموش..... پھر ملاقات ہو گی..... میں بلاوجہ پولیس سے



نہیں ٹکرانا..... یہ تم جانتے ہو"۔

"شکریہ سرڈونگا..... لیکن بہتر ہو گا کہ آپ خود کو قانون کے حوالے کر دیں"۔

"تو باہر نکل کر گرفتار کر لیں نا مجھے"۔

"اس وقت ہم نہتے ہیں..... ورنہ ضرور نکل کر مقابلہ کرتے"۔

"ہاہاہا..... نہتے..... اگر تمہارے پاس اسلحہ ہوتا..... تو بھی تم کیا کر لیتے..... میرے پاس موجود اسلحے کے مقابلہ میں تمہارا اسلحہ دھرا کا دھرا رہ جاتا"۔

"کیا اس وقت بھی تمہارے پاس ٹورپین ہے مسٹر ڈونگا؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"نہیں..... لیکن..... تم ٹورپین کے بارے میں کیسے جانتے ہو"۔ سرڈونگا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"میں اس وقت وضاحت نہیں کر سکتا..... پولیس عمارت کو گھیرے میں لے رہی ہے..... اگر میں ایک منٹ اور رکا تو پھر نہ جانے کتنے پولیس والے ہمارے ہاتھوں مریں گے..... لہٰذا میں تھوڑی دیر بعد فون پر بات کروں گا"۔

"اوہ اچھا..... لیکن اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ آپ کہیں نہ جائیں جناب..... بس یہیں رہیں اور خود کو قانون کے حوالے کر دیں اور پھر

بتائیں... یہ سارا ہنگامہ آخر کس لیے ہے... کیا صرف ایک عینک کے لیے... لیکن اس عینک کو تو تم پہلے ہی حاصل کر چکے ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا جلدی جلدی بولے۔

"مجھے نہ جانے کیوں... تم لوگوں میں شدید دلچسپی پیدا ہو گئی ہے... اور میں چاہتا ہوں... تم سے ایک تفصیلی ملاقات کروں... اس ملاقات میں تم سے دنیا جہان کی باتیں کروں"۔

"معاف کیجئے گا سر ڈونگا... یہ نہیں ہو سکتا"۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"اوہ نہیں... اب میں نہیں رک سکتا"۔

اور پھر دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی... پھر کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی اور آخر ایک بار پھر دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ ایسے میں انسپکٹر ناموش کے ایک ماتحت کی آواز سنائی دی۔

"سر آپ کہاں ہیں؟"

انہوں نے کمرے کا دروازہ کھول دیا... ایسے میں انسپکٹر ناموش چونک اٹھا۔

"آپ نے میرا کیا نام لیا تھا... انسپکٹر خاکوش"۔

"اوہ... زبان پھسل گئی تھی... سوری سر"۔

"نہیں کوئی بات نہیں... مجھے اچھا لگا"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔



"آپ کو یہ اچھا لگا ہے تو میں آپ کو مسٹر خاموش ہی کہا کروں گا"۔

"اوہ ضرور... کیوں نہیں"۔

"اس بات کا افسوس رہے گا کہ آپ نے ڈونگا کو روکنے کی کوشش نہیں کی"۔

"یہ تو انہوں نے بہت عقل مندی کا کام کیا ہے"۔ ایک ماتحت نے کہا۔

"لیکن اس سارے معاملے میں ایک بات بہت عجیب ہے... یہ کہ میں نے سر ڈونگا کے ہاتھ میں نوربین دیکھی ہے... اور ایک عدد نوربین میں اپنے ملک میں ایک دشمن کے پاس دیکھ چکا ہوں... اسی سے میں نے نوربین کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں... اس وقت میں نے یہ خیال کیا تھا کہ نوربین انشارجہ کی ایجاد ہے... لیکن اب معلوم ہوا... یہ ایجاد صرف ڈونگا کے اس پراسرار ساتھی کی ہے... جو اسے اسلحہ بنا کر دیتا رہتا ہے"۔

"ہاں! یہی بات ہے... ورنہ ہمارے ملک میں تو نوربین کا نام و نشان بھی نہیں ہے"۔

"اگر آپ اس سلسلے میں کچھ کرنا چاہتے ہیں تو جارج کوپر کے دفتر کی تلاشی لے لیں... شاید آپ کو بہت کچھ معلوم ہو جائے گا... کیونکہ یہ جارج کوپر تھا... جس نے پیکٹ... میرا مطلب ہے... عینک

ڈی ایس ایم کو دی تھی... اور اس نے شونگا تک پہنچائی تھی... آخر جارج کوپر کے ہاتھوں عینک کیسے لگی... کیا خبر اس کے دفتر سے کوئی ایسی تحریر مل جائے... اس کی کوئی ڈائری یا نوٹ بک مل جائے... جس میں اس نے اس کے بارے میں درج کیا تھا... یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جارج کوپر نے عینک شونگا کو کیوں بھیجی... کیوں مسٹر شونگا... آپ کے پاس اس کا کوئی جواب ہے"۔

"ہاں کیوں نہیں... وہ جانتا تھا... میں ایک جرائم پیشہ ہوں... اور پولیس والے مجھ سے خوف کھاتے ہیں... اس نے سوچا تھا... میں اس کی امانت کی حفاظت کروں گا اور وہ جب چاہے گا' عینک مجھ سے لے لے گا... اور ہوتا بھی یہی... اگر وہ مارا نہ جاتا"۔

"مطلب یہ کہ آپ عینک اسے لوٹا دیتے"۔

"ہاں! میں اپنے دوست کی امانت کس طرح ہڑپ کر سکتا تھا"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی... انسپکٹر ناموش نے ریسیور اٹھایا اور پھر زور سے چونکا۔

"اوہ! یہ آپ ہیں سرڈونگا"۔

"ہاں ریسیور انسپکٹر کامران مرزا کو دے دیں ذرا"۔

"تو آپ ان کا نام جان گئے ہیں"۔

"ہاں! اب مجھے یاد آ گیا ہے... یہ ضرور انسپکٹر کامران مرزا ہیں... اور اب میری حیرت دور ہو گئی ہے"۔



"اچھی بات ہے... یہ لیں بات کریں"۔

اسی وقت انسپکٹر کامران مرزا نے ریسیور لے کر کہا۔

"ہاں مسٹر ڈونگا... آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"آپ ٹورمین کے بارے میں کیسے جانتے ہیں... جب کہ پوری دنیا میں صرف دو عدد ٹورمین موجود ہیں... ان کے علاوہ کوئی تیسری نہیں ہے"۔

"تو پھر... دوسری کس کے پاس ہے؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"دوسری ٹورمین میرے اپنے پاس ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا!!!" سرڈونگا کی آواز جھنجھنا اٹھی۔

"ہاں سرڈونگا... یہی بات ہے"۔

"آپ کو یہ کہاں سے ملی؟"

"یہ بات تو اب تک آپ کی سمجھ میں آ جانی چاہیے تھی... آپ کیسے جرائم پیشہ ہیں"۔

"اوہ... اس کا مطلب ہے... میرا دوست... میرا ساتھی... میرا بھائی... جو ایک مشن پر مشرقی ست میں بھیجا گیا تھا... آپ کے ہاتھوں مارا گیا"۔ سرڈونگا نہایت دکھ بھرے انداز میں بولا۔

"نہیں... میں نے اسے ختم نہیں کیا تھا... وہ اب قید میں

ہے"۔

"اوہ... اوہ... انسپکٹر کامران مرزا سودا کرلیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ زور سے چونکے۔

"میں شونگا کی رہائی چاہتا ہوں"۔

"یہ معاملہ اب میرے ہاتھ میں نہیں... اس کے خلاف عدالت میں مقدمہ چل رہا ہے"۔

"گواہی تو تم لوگ دو گے اس کے خلاف... اگر تم گواہی اس کے خلاف نہ دو تو وہ رہا ہو سکتا ہے... مجھ سے سودا کرو انسپکٹر کامران مرزا"۔

"اچھی بات ہے... پہلے تو یہ معلوم ہو کہ تم اپنے بھائی کے بدلے میں کیا دے سکتے ہو؟" وہ مسکرا دیے۔

"ایک منٹ! اب میں کسی اور فون سے بات کروں گا... انسپکٹر خاموش ایکسچینج سے یہ معلوم کر چکے ہوں گے کہ میں کس جگہ سے بات کر رہا ہوں"۔

اور فون بند ہو گیا... انہوں نے ایک نظر سب پر ڈالی اور پھر گفتگو دہرا دی۔

"تب... تو کیا آپ سودے بازی کرنے پر تیار ہو جائیں گے"۔

آفتاب بوکھلا اٹھا۔

"ایک سودا ہم ہر وقت کر سکتے ہیں... تم پریشان نہ ہو"۔ وہ



مسکرائے۔

"اور وہ کون سا سودا انکل"۔ فرحت فوراً بولی۔

"اگر ایک قیدی کے بدلے... ہمیں اپنے بہت سے قیدی... جو انتہا درجہ کی جیلوں میں زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں... مل جائیں... تو یہ سودا برا سودا نہیں"۔

"اوہ ہاں... آپ ٹھیک کہتے ہیں"۔ آصف نے پرسکون آواز میں کہا۔

"وہ پبلک فون بوتھ سے بات کر رہا ہے... لہٰذا کوئی فائدہ نہیں"۔

"تب پھر آرام سے اسے بات مکمل کرنے دیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اچھی بات ہے... لیکن انسپکٹر صاحب... یہ بات ذہن میں رکھیں... یہ شخص اپنے قیدی کے بدلے میں آپ کو کوئی بڑی رقم تو دے سکتا ہے... آپ کے قیدی نہیں دے سکتا... کیونکہ حکومت پر اس کا کوئی دباؤ نہیں ہے"۔

"تب پھر آپ بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں"۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر خاموش نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ شخص جو آپ کے ملک میں دندناتا پھرتا ہے... تو اس کی بھی کوئی وجہ ہے... صرف طاقت اور اسلحے کے بل پر یہ اتنے پر نہیں

پھیلا سکتا"۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں... ہمارے ملک میں آپ کے ملک کی طرح اندھیر نہیں ہے"۔

"خیر... آپ کو ابھی معلوم ہو جاتا ہے... فکر نہ کریں"۔

اسی وقت پھر فون کی گھنٹی بجی... دوسری طرف پھر سرڈونگا تھا۔

"ہاں سرڈونگا... کیا پھر وہیں سے بات کروں"۔

"مجبوری ہے"۔ اس نے کہا۔

"اچھی بات ہے... آپ اپنے دوست اور ساتھی کے بدلے میں کیا دے سکتے ہیں"۔

"جو آپ چاہیں... بڑی سے بڑی رقم بول دیں... آپ کو دے دی جائے گی"۔

"نہیں... ہم لوگوں کو دولت کا کوئی لالچ نہیں ہے"۔

"تب پھر... آپ کیا چاہتے ہیں؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"دوست کے بدلے میں دوست... ہمارے بھی کچھ قیدی آپ کے ملک کی جیلوں میں بند ہیں... ان کی فہرست میں دے دیتا ہوں... اپنے دوست کے بدلے میں آپ انہیں رہا کرا دیں"۔

"یہ... یہ آپ نے کیا کہا انسپکٹر کامران مرزا... آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے... میں کوئی سرکاری آفیسر نہیں... کوئی وزیر نہیں... ملک کا



صدر نہیں کہ قیدیوں کو جیل سے نکلوا دوں گا"۔

"بس پھر... اگر آپ اپنے ساتھی کی رہائی چاہتے ہیں... تو اسی بنیاد پر ہو گی... ورنہ نہیں"۔

"اوہ نہیں... نہیں... مجھے سوچنے دیں... غور کرنے دیں... اچھا میں کچھ دیر بعد بتاؤں گا کہ اس سلسلے میں میں کچھ کر سکتا ہوں یا نہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔ وہ مسکرائے اور پھر فون بند ہو گیا

"آپ نے دیکھا انسپکٹر خاموش... اس نے کیا کہا ہے... یہ کہ اچھا... مجھے غور کرنے دیں... کہ میں اس بارے میں کچھ کر سکتا ہوں یا نہیں"۔

"یہ سن کر حیرت ہوئی... اس قدر حیرت کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے"

"ہمیں ضرورت بھی کیا ہے... سوچنے کی"۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن جناب! ہم کب تک یہاں بیٹھے رہیں گے... اس طرح تو سارے کام رک جائیں گے"۔

"کیا مطلب... پھر آپ کیا چاہتے ہیں"۔

"ہمیں اب اپنا کام کرنا چاہیے... نہ جانے اس کا فون کب آئے گا"۔

"او کے۔۔۔ اب ہم پہلے جارج کوپر کا دفتر دیکھیں گے۔۔۔ یہاں ایک ماتحت کو چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔ وہ اسے بتا دے گا کہ اب وہ کس نمبر پر فون کر سکتا ہے"۔

"او ہاں۔۔۔ یہ بات ٹھیک ہے"۔

"وہ وزارت خارجہ کے دفتر پہنچے۔۔۔ جارج کوپر وزیر خارجہ کا سیکرٹری تھا۔۔۔ جلد ہی وہ اس کے دفتر کی چھان بین کر رہے تھے۔۔۔ ایک ایک چیز کو غور سے دیکھ رہے تھے۔۔۔ ایک الماری سے اس کی کئی ڈائریاں مل گئیں۔۔۔ وہ مل کر ان کو پڑھنے لگے۔۔۔ لیکن عینک کے بارے میں کچھ نہ مل سکا۔

"اب میں ایک بات یقین سے کہہ سکتا ہوں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اور وہ کیا؟"

"اس بارے میں اگر کچھ معلوم ہے تو وزیر خارجہ کو"۔

"اوہ نہیں"۔ وہ چلائے۔

"کیا آپ ان سے اس بارے میں بات نہیں کر سکتے"۔

"نن نہیں۔۔۔ لیکن میں اپنے چیف صاحب سے بات کر سکتا ہوں۔۔۔ وہ وزیر خارجہ سے ملاقات کرنے کا کوئی راستہ نکال سکتے ہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے۔۔۔ آپ پولیس چیف سے بات کریں گے"۔



"ہاں!" اس نے کہا۔

"یہ آپ کی مرضی کی بات ہے۔۔۔ کریں یا نہ کریں۔۔۔ ہم اب اس بارے میں اور کچھ نہیں کر سکتے۔۔۔ آپ ہمیں اجازت دیں۔۔۔ سر ڈونگا کا فون آئے تو بتا دیں۔۔۔ اب ہم ہوٹل بلاٹا میں ہی ملیں گے۔۔۔ وہ وہیں فون کر لے"۔

"او کے۔۔۔ لیکن آپ اتنا ضرور کہئے گا۔۔۔ اس سے جو بات بھی ہو۔۔۔ مجھے بتا دیجئے گا"۔

"اچھی بات ہے"۔

اور پھر وہ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے ہوٹل میں آ گئے۔۔۔ آفتاب، آصف اور فرحت بہت الجھن میں تھے۔۔۔ یہ بات انہوں نے بھی محسوس کر لی۔

"خیر تو ہے۔۔۔ تم لوگ بہت الجھن میں لگ رہے ہو"۔

"جی ہاں! اس سارے میں معاملے کا سر پیر سمجھ میں نہیں آیا۔۔۔ یہ سارا ہنگامہ ایک عینک کے لیے ہوا۔۔۔ اور عینک کا تعلق آخرکار وزیر خارجہ سے نکل آیا"۔

"ابھی یہ ضروری نہیں۔۔۔ اگر انسپکٹر ہاموش نے اپنے چیف سے بات کی۔۔۔ اور چیف نے کسی طرح وزیر خارجہ سے بات کی۔۔۔ تب یہ معلوم ہو سکے گا کہ اس کا اس معاملے سے تعلق ہے یا نہیں"۔

چلئے یہ تو ہوا۔۔۔ اب دوسرا معاملہ۔۔۔ سر ڈونگا بھی اس عینک کے

چکر میں تھا... اور یہ شخص حکومت کی قید سے ہمارے قیدی کس طرح چھڑا سکے گا... اپنے ایک ساتھی کے بدلے میں اور اگر ایسا ہو جاتا ہے... تو ہماری حیرت کا کیا ٹھکانا ہو گا... خود انسپکٹر ناموش پر کیا گزرے گی"۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! اس وقت صورت بہت دلچسپ ہو جائے گی"۔

وہ ہوٹل کے کمرے میں داخل ہوئے عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔

"تو آپ ہوٹل کے کمرے میں پہنچ گئے... چلو یہ اچھا ہے۔ یہاں وہ تو نہیں ہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے... انسپکٹر ناموش؟"

"ہاں! ان کی موجودگی میں میں کھل کر بات نہیں کر سکتا تھا"۔

"نہیں... اب وہ ہمارے ساتھ نہیں ہیں"۔

"تب میں خود آ رہا ہوں"۔

"تو پھر آ جائیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بھرپور انداز میں مسکرائے۔

"شکریہ! لیکن آپ اس بارے میں کسی اور کو نہیں بتائیں گے کہ میں آپ سے ملاقات کے لیے آ رہا ہوں"۔ اس نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"بہت اچھا... نہیں بتاؤں گا"۔



"شکریہ! میں آ رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور فون بند ہو گیا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے ان کی طرف دیکھا اور مسکرا دیے... ان کی مسکراہٹ میں نہ جانے کیا تھا... اچانک وہ بہت زیادہ بے چینی محسوس کرنے لگے۔

"کیا آپ اس مسکراہٹ کا مطلب نہیں بتائیں گے انکل"۔ فرحت نے کہا۔

"فی الیس ایم سے پوچھو اس مسکراہٹ کا مطلب"۔ وہ بولے۔

"جج... جی... کک... کیا فرمایا... ٹٹ... فی الیس ایم سے پوچھو... مم... میں... میں کیا بتا سکتا ہوں بھلا... اس مسکراہٹ کا مطلب انکل... مسکراہٹ آپ کی اور مطلب میں بتاؤں... آپ بھی کیا بات کرتے ہیں"۔

"پوچھو بھئی... میں نے کیا کہا ہے تم سے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے آنکھیں نکالیں۔

"بہت بہتر... ابھی پوچھتے ہیں بھائی پی سی ٹی... ابا جان کی مسکراہٹ کا مطلب بتا دیں... آپ کی بہت مہربانی ہو گی"۔

"فن نہیں"۔ وہ بڑبڑایا۔

"بھئی اس میں فن نہیں وغیرہ کی کیا ضرورت ہے... بس آپ مطلب بتا دیں... ابا جان کی مسکراہٹ کا"۔ آصف نے جلدی جلدی

کہا۔

"ہم... میں... میں کیا کروں... اف"۔

"جناب ایم ایس فی صاحب... بتایئے مسکراہٹ کا مطلب... ورنہ ہم آپ کو اس قدر مسکرا مسکرا کر دیکھیں گے... کہ آپ مسکراہٹوں کے جال میں پھنس کر رہ جائیں گے... اور اس جال سے نکلنا آپ کے لیے ناممکن ہو جائے گا"۔

"دد... دیکھئے... آخر میں... میں بھی انسان ہوں... نجومی تو نہیں ہوں"۔ فی ایس ایم نے گڑبڑا کر کہا۔

"کک... کیا مطلب... کیا نجومی انسان نہیں ہوتے؟" آفتاب نے بُرے حیرت کے کہا۔

"پپ پتہ نہیں... ویسے میرا یہ مطلب نہیں تھا... کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں نجومی تو ہوں نہیں کہ انکل کی مسکراہٹ کا مطلب بتا دوں... آخر انکل خود کیوں نہیں بتا دیتے مطلب"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"بابابن... آپ چالاک ہیں... بن گئے ہم آپ کو"۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔ انسپکٹر کامران مرزا بول اٹھے۔

"اپنے آپ کو ہمارے سوالات کی زد سے بچانے کے لیے آپ نے یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ ہم بے چارے سی فی پی سے آپ کی مسکراہٹ کا مطلب پوچھیں... حالانکہ آپ کی مسکراہٹ کا مطلب تو



آج تک ہم نہیں سمجھ سکے... یہ کیا سمجھیں گے... معاف کر دیں انہیں"۔

"کیا کہا... معاف کر دوں فی ایس ایم کو... تو میں کیا کہہ رہا ہوں... ارے ہاں یاد آیا... مسٹر بونگا... ہم... میرا مطلب ہے... ڈونگا... صاحب... تشریف لانے والے ہیں... کچھ ان کے استقبال کی تیاری بھی کرنی چاہیے... اگرچہ... دوستانہ فضا میں آ رہے ہیں... لیکن دوستانہ فضا کو دشمنانہ فضا میں تبدیل ہوتے کیا دیر لگتی ہے"۔

"ہاں! یہ بات تو آپ کی سو فیصد درست ہے... اچھا تو پھر ہو جاتے ہیں شروع"۔

وہ حرکت میں آ گئے... فی ایس ایم حیرت زدہ انداز میں ان کی تیاریوں کو دیکھ رہا تھا... آخرکار دروازے پر دستک ہوئی۔

☆○☆

# اس کی واپسی

انسپکٹر کامران مرزا نے آصف کو اشارہ کیا... وہ فوراً دروازے پر پہنچا۔

"کک... کون صاحب ہیں؟"

"سر ڈونگا... جس کا آپ بہت بے چینی سے انتظار کر رہے تھے"۔ باہر سے آواز آئی۔

"کیا آپ مسلح ہیں سر ڈونگا"۔ آصف بولا۔

"ہاں! وہ تو میں ہر وقت ہوتا ہوں"۔

"لیکن... اس وقت تو آپ ایک معاہدہ کرنے کے لیے آئے ہیں"۔

"اس میں شک نہیں" اس نے کہا۔

"تب پھر ہتھیار کی کیا ضرورت؟"

"وہ تو پھر آپ کے پاس بھی ہیں"۔

"ہم نے ان کو تالے میں رکھ دیا ہے"۔

"اوہ اچھا... تو کیا آپ چاہتے ہیں... میں ہتھیار کے بغیر اندر



داخل ہوں"۔

"ہاں بالکل"۔ وہ بولے۔

"لیکن اس کمرے میں... میرے دشمن بھی تو مجھ پر حملہ آور ہو سکتے ہیں... اس صورت میں کیا ہو گا"۔

"اس صورت میں ہم آپ کا ساتھ دیں گے... آپ کے دشمنوں سے ہم لڑیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن آپ کا تو اپنا بیان ہے... کہ آپ نے اپنا اسلحہ تالے میں رکھ دیا ہے"۔ سر ڈونگا نے فوراً کہا۔

"ہم ہتھیاروں کے بغیر لڑ سکتے ہیں"۔ آصف نے کہا۔

"انسپکٹر صاحب... کیا آپ کا جواب بھی یہی ہے"۔

"ہاں بالکل"۔ وہ بولے۔

"اچھی بات ہے... میں اپنا اسلحہ اپنے ساتھی کے حوالے کر رہا ہوں... میرا یہ ساتھی اسلحہ لے کر ہوٹل سے نکل جائے گا' ابھی اور اسی وقت"۔

"بہت خوب... جب یہ ہوٹل سے چلا جائے گا... ہم دروازہ کھول دیں گے... لیکن آپ کی اس بات کا ثبوت کیا ہو گا"۔

"ثبوت... کس بات کا"۔

"کہ وہ اسلحہ لے کر تھوڑی دیر بعد واپس نہیں آ جائے گا وہ واقعی چلا جائے گا"۔

"آپ کا اطمینان کرانے کے لیے میں کیا کروں"۔

"آپ نیچے ہال میں چلے جائیں.... ٹھیک پانچ منٹ بعد آپ کے آدمی کو ہوٹل سے باہر نکل جانا چاہیے.... اسلحہ اس کے ہاتھوں میں ہو.... ہم اسے جاتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے.... ہمارا کمرہ ایسی جگہ پر ہے کہ باہر جاتا ہوا شخص ہمیں صاف نظر آئے گا اور اگر وہ واپس آئے گا تو بھی ہمیں فوراً نظر آ جائے گا.... لہٰذا میرا ایک ساتھی مستقل طور پر اس مقام پر موجود رہے گا"۔

"اوہ اوہ"۔ اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"کیا ہوا سر ڈونگا"۔ آفتاب نے شوخ آواز میں پوچھا۔

"میں نے آپ لوگوں کے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا.... بلکہ آپ لوگوں کے بارے میں اب تک میں نے جتنے اندازے لگائے تھے غلط ثابت ہوئے"۔

"اوہ.... یہ تو برا ہوا.... اب آپ کیا کریں گے؟" آفتاب نے بوکھلا کر کہا.... انسپکٹر کامران مرزا' آصف' فرحت اور ٹی ایس ایم مسکرا دیے.... ایسے میں انہوں نے سنا' سر ڈونگا کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے.... میں اسی طرح کروں گا.... جس طرح آپ چاہتے ہیں.... میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیچے جا رہا ہوں.... آپ جہاں سے دیکھ سکتے ہیں' دیکھ لیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی جاتے قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر وہ



دروازہ کھول کر باہر نکلے.... پہلے تو انہوں نے ایک جگہ سے ہال کا جائزہ لیا.... وہاں سر ڈونگا اور اس کے دو ساتھی بیٹھے نظر آئے.... اس بار اس کے ساتھ کئی ساتھی تھے.... پھر ان میں سے ایک نے سر ڈونگا کی ٹورپین لی اور ہال سے نکل گیا.... وہ اسے جاتے دیکھتے رہے.... یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"ٹی ایس ایم.... تم یہیں رہو گے.... اگر ٹورپین والا شخص آئے تو تم فوراً دروازے پر تین بار دھپ کر دینا"۔

"جی بہتر.... اور بہت بہت شکریہ"۔ اس نے فوراً کہا۔

"شکریہ کس بات کا؟" انسپکٹر کامران مرزا نے چونک کر پوچھا۔

"آپ نے مجھ غریب سے بھی کوئی کام لیا"۔

"اوہ.... بھئی ہم تو بھول ہی گئے.... یہ تک نہیں پوچھا.... تم ان دنوں منشارچہ میں کیا کر رہے ہو.... تم تو اپنے ملک میں بہت خوش تھے.... وہاں تمہارے.... مگر نہیں.... یہ باتیں ہم پھر کریں گے.... پہلے ڈونگا سے بات کر لیں"۔

"جی بہتر"۔ وہ فوراً بولا۔

چاروں اپنے کمرے میں چلے آئے اور دروازہ ایک بار پھر بند کر لیا.... ایک منٹ بعد ہی دستک ہوئی۔

"کون صاحب؟" آصف نے پوچھا۔

"سر ڈونگا.... آپ دیکھ ہی چکے ہوں گے کہ"۔

"ہاں! ہم دروازہ کھول رہے ہیں"۔

آصف نے دروازہ کھول دیا... سرڈونگا اپنے ایک ساتھی کے ساتھ اندر آگیا' آصف نے دروازہ پھر بند کر دیا... سرڈونگا نے کمرے کا جائزہ لیا اور حیران ہو کر بولا۔

"میرے خیال میں تو اس کمرے میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے... جس سے ہوٹل کے ہال میں نظر دوڑائی جا سکے اور باہر بھی دیکھا جا سکے"۔

"آپ کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں... آپ کا ایک ساتھی نورین لے کر جا چکا ہے... یہ ہم دیکھ چکے ہیں... اب اگر وہ اسلحہ لیے واپس آیا تو ہمیں اطلاع ہو جائے گی"۔

"اچھی بات ہے... کیا اب ہم بات شروع کریں"۔

"بالکل کیوں نہیں"۔

"تو میرا نورین والا بھائی آپ کے قبضے میں ہے... آپ کے ملک میں"۔

"اس میں کوئی شک نہیں"۔

"آپ اس کے بدلے میں کن لوگوں کی رہائی چاہتے ہیں"۔

"ان لوگوں کی"۔ انہوں نے لسٹ اس کے سامنے رکھ دی۔

اس نے کاغذ اٹھا کر ان لوگوں کے نام پڑھے۔

"ایک آدمی کے بدلے میں آپ گیارہ آدمی رہا کرانا چاہتے



ہیں"۔ اس نے منہ بنایا۔

"اگر کوئی بارہواں یہاں قید ہوتا تو میں اسے بھی ساتھ ہی رہا کراتا"۔ وہ مسکرائے۔

"لیکن یہ سودا بہت تکلیف دہ ہے... ہم ایک ساتھی کے لیے گیارہ آدمی رہا کریں"۔

"تو نہ کریں سودا... یہ میں نے تو نہیں کہا تھا... نہ کوئی زبردستی ہے... آپ تو ایک جرائم پیشہ ہیں... بھلا آپ کیسے قیدیوں کو رہا کرائیں گے"۔

"انسپکٹر ناموش تو ابھی بچہ ہے... آپ مجھ سے بات کریں... صرف ایک تحریر لکھ دیں... کہ جونہی آپ کے گیارہ آدمی آپ کے ملک پہنچیں گے... آپ میرے بھائی کو چھوڑ دیں گے"۔

"کیا شوٹنگا آپ کا سگا بھائی ہے؟"

"ہاں بالکل... اور میرا دایاں بازو بھی"۔

"اوکے... میں تحریر لکھ کر دینے کے لیے تیار ہوں"۔

"بہت شکریہ"۔ اس نے کہا۔

انہوں نے تحریر لکھ دی... سرڈونگا اٹھنے۔

"ایک منٹ... آپ بھی تو مجھے لکھ کر دیں... یہ کہ آپ ہمارے گیارہ ساتھی چھڑوا رہے ہیں"۔

"ضرور کیوں نہیں"۔ اس نے منہ بنایا اور تحریر لکھ دی۔

"گیارہ آدمی پہلی فلائٹ سے آپ کے ملک پہنچ رہے ہیں۔ آپ وہاں کے ذمے دار سے بات کرلیں اور میرے بھائی کی اس طرف روانگی کی تیاری کرالیں"۔

"بہت اچھا۔۔۔ کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ ان لوگوں کو آپ کس طرح رہا کرائیں گے"۔

"یہ میرا کام ہے۔۔۔ میں جس طرح بھی کروں"۔ اس نے کہا۔

اور پھر وہ چلا گیا۔۔۔ اب انہوں نے ٹی ایس ایم کو اندر بلا لیا۔

"ہم ابھی تم سے یاد کرتے ہیں بھئی۔۔۔ پہلے ذرا میں صدر صاحب سے بات کرلوں"۔

انہوں نے فون پر اس بارے میں صدر صاحب سے بات کی۔ پوری بات سن کر صدر صاحب بولے۔

"بہت خوب صورت معاہدہ کیا۔۔۔ کامران مرزا۔۔۔ مبارک ہو۔ میں شوٹکا کے بارے میں ابھی ہدایات جاری کرتا ہوں"۔

"شکریہ سر۔۔۔ اور جونہی وہ گیارہ وہاں پہنچیں۔۔۔ آپ کی طرف سے مجھے اطلاع مل جانی چاہیے۔۔۔ میرا نمبر نوٹ فرمالیں"۔ وہ بولے۔

"بہت خوب۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزا کا نمبر نوٹ کرلو بھئی"۔ انہوں نے کسی سے کہا۔

اور پھر یہ تیاز عمل میں آگیا۔۔۔ ان کے گیارہ آدمی ان کے ملک پہنچ گئے۔۔۔ شوٹکا اس طرف پہنچ گیا۔۔۔ اس دوران وہ اپنے کمرے



میں ہی رہے تھے۔

"بس تو ٹی ایس ایم۔۔۔ اب ذرا ہم فارغ ہیں۔۔۔ سر ڈونکا فی الحال اپنے بھائی کے آنے کا انتظار کرے گا"۔

"جی کیا مطلب۔۔۔ بھائی کے آنے کے بعد وہ کیا کرے گا بھلا"۔

"وہ پھر ادھر آئے گا اور ہم سے دو دو باتیں کرے گا"۔

"کس بارے میں؟" آصف نے چونک کر کہا۔

"اس بات کو چھوڑو۔۔۔ ہم نے ابھی تک بے چارے پی ٹی ایس سے کوئی بات نہیں کی"۔

"لیجئے۔۔۔ آپ بھی غلط نام بول گئے۔۔۔ ان کا نام سی ایس پی ہے ابا جان"۔ آفتاب نے مسکرا کر کہا۔

"واہ۔۔۔ کیا بات کہی۔۔۔ انکل تو چلو نام بھول گئے اور درست نام تو تم نے بھی لیا۔۔۔ سی ایس پی"۔ آصف نے جل کر کہا۔

"اوہ معاف کرنا بھئی۔۔۔ ٹی ایس ایم"۔

"معاف کیا۔۔۔ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا"۔ ٹی ایس ایم نے منہ بنایا۔

"ہاں تو۔۔۔ ادھر کس سلسلے میں آئے تھے؟"

"جی ہاں۔۔۔ کیا بتاؤں"۔ وہ شرما گیا۔

"نہیں بھئی۔۔۔ اب کچھ تو بتانا پڑے گا"۔ فرحت بولی۔

"بے چارے چمپانگ کے بلیک ہول میں چلے جانے کے بعد میں

بہت اداس رہنے لگا تھا... کرنے کو کوئی کام بھی نہیں رہ گیا تھا۔ والدین سخت سست کہتے رہتے تھے... بس میں ملازمت کی تلاش میں ادھر آ گیا"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"او... تو کیا ملازمت مل گئی"۔

"جی بس... ملنے والی ہے... بات ہو گئی ہے ایک فرم سے"۔

"لیکن بھئی... اپنے ملک کی روکھی سوکھی... غیر وطن کی مزیدار روٹی سے کہیں بہتر ہے... میرا مشورہ تو یہی ہے... تم اپنے وطن میں چلے چلو... وہیں تمہارے لیے کسی اچھی سی ملازمت کا انتظام ہو جائے گا"۔

"لیکن میں چم پانگ کی یادوں کو کیا کروں"۔

"آہستہ آہستہ بھول جاؤ گے... ارے ہاں اس سلسلے میں تم نے اپنے اس دوست سے کیوں نہیں کہا"۔

"جی... کس دوست سے؟" ٹی ایس ایم چونک کر بولا۔

"بھئی وہی... وہ جو مصنف قسم کا آدمی ہے... سننے میں آیا تھا... تم دونوں کی بہت دوستی ہے... بھئی وہ لوٹ پانگ سے جاسوسی قسم کے ناول لکھنے والا تمہارا دوست"۔

"میں سمجھ گیا... آپ سر کی بات کر رہے ہیں"۔

"سر ڈونگا کی... نہیں بھئی... تم غلط سمجھے"۔ وہ بولے۔

"جی نہیں... آپ غلط سمجھے... میں انہیں سری کنتا ہوں۔



انہوں نے مجھے روکنے کی بہت کوشش کی تھی، لیکن میں رکا ہی نہیں"۔

"لیکن اب میرے کہنے سے تو وطن چلے چلو"۔

"جی اچھا... چلا چلوں گا"۔

"اچھا! اب آتے ہیں پیکٹ کی طرف... کیا پیکٹ تمہیں واقعی جارج کوپر نے دیا تھا؟"

"اگر اس کا نام جارج کوپر ہی تھا... جس کے جسم کے ہم نے ٹکڑے دیکھے ہیں تو اسی نے پیکٹ مجھے دیا تھا اور کہا تھا... میں وہ شونگا تک پہنچا دوں"۔

"اور تم نے پیکٹ شونگا کو دے دیا"۔

"ہاں! اور میں کیا کرتا"۔

"لیکن وہ پیکٹ کسی نشہ آور دوائی کا بھی ہو سکتا تھا... اور تم گرفتار بھی ہو سکتے تھے... تمہیں ایسا کام اپنے ذمے نہیں لینا چاہیے تھا"۔

"اس وقت ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال نہیں گزرا، آئندہ احتیاط کروں گا"۔

"ہوں ٹھیک ہے"۔

دوسرے دن دروازے پر دستک ہوئی... وہ چونک اٹھے۔

"آ گیا سر ڈونگا"۔ وہ دبی آواز میں بولے۔

"لیکن اب وہ کیوں یہاں آیا ہے؟"

"پرانا حساب چکانے"۔

"پرانا حساب..... آپ کا مطلب ہے..... اپنے بھائی شونکا کا بدلا لینے"۔

"شاید اس لیے بھی اور ایک کم پرانا حساب بھی اسے چکانا ہے..... تم پہلے انسپکٹر ہاموش کو فون کر دو"۔

اسی وقت دستک پھر ہوئی..... ادھر آفتاب نے انسپکٹر کے نمبر ڈائل کیے..... ادھر آصف دروازے پر پہنچ گیا۔

"کون صاحب ہیں؟"

"یہ میں ہوں' سر ڈونگا"۔

"اب آپ کس مسئلے میں تشریف لائے ہیں؟"

"آپ لوگوں سے ایک اور مسئلہ پر بات کرنا ہے"۔

"کس مسئلے پر؟" آصف نے کہا۔

"بھئی دروازہ کھول دیں..... یہ بتانے کے لیے ہی تو آیا ہوں"۔

"لیکن اب پھر آپ مسلح ہوں گے"۔

"ہاں! وہ تو میں ہوں"۔

"تب پھر ہم دروازہ کس طرح کھول سکتے ہیں"۔

ادھر آفتاب اسی وقت فارغ ہو گیا..... اس نے اشارہ کر دیا کہ فون ہو گیا ہے۔

"کیوں..... ایسا کیا ہے..... آپ کے گیارہ آدمی ادھر پہنچ گئے ہیں



اور میرا بھائی ادھر"۔

"تب پھر اب آپ کس لیے آئے ہیں..... معاہدے کی خلاف ورزی نہ ہماری طرف سے ہوئی ہے..... نہ آپ کی طرف سے' کام پورا ہو گیا ہے"۔

"میں ایک اور مسئلہ پر آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں"۔

"تب پھر اس کی وہی صورت ہو گی"۔

"اور وہ کیا؟"

"آپ لوگ نیچے ہال میں چلے جائیں..... آپ اپنا اسلحہ بھی اپنے ساتھی کو دے دیں اور وہ اس کو لے کر یہاں سے رخصت ہو جائے..... پھر آپ اوپر آ سکیں گے"۔

"اچھی بات ہے..... یونہی سہی..... لیکن پھر آپ کو اپنا اسلحہ تالے میں رکھنا ہو گا"۔

"وہ کل سے وہیں پڑا ہے..... ہمیں اس کی ضرورت پیش نہیں آئی"۔

"اچھی بات ہے..... ہم جا رہے ہیں"۔

"شکریہ"۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے ہال میں سے اس کے ایک ساتھی کو فورمین سمیت جاتے دیکھا..... وہ اپنے کمرے میں آ گئے..... ٹی ایس ایم وہیں رہ گیا..... اس کی نظریں نیچے باہر کی طرف جمی رہیں..... تاکہ سر

ڈونگا کا آدمی واپس آئے تو وہ دروازے پر دھپ دھپ کر سکے۔

ادھر ان کے دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی۔

"کون؟" آصف بولا۔

"سر ڈونگا اور کون؟" باہر سے جھلا کر کہا۔

انہوں نے آصف کی طرف دیکھا... اور دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔

سر ڈونگا فوراً ہی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اندر آگیا... اس کا ایک ساتھی بالکل اس جیسی شکل و صورت کا تھا۔

"مسٹر شونگا... آپ کو رہائی مبارک ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"شکریہ"۔ شونگا نے خشک لہجے میں کہا۔

"اب آپ کی تشریف آوری کس سلسلے میں ہوئی ہے؟"

"ابھی بتاتا ہوں... پہلے تو آپ یہ سن لیں کہ یہاں میری حیثیت کیا ہے... یہ بات تو آپ لوگ اب تک سمجھ چکے ہوں گے"۔

"جی ہاں! کیوں نہیں... جو آدمی جیل سے گیارہ آدمیوں کو فوراً نکلوا سکتا ہے... وہ غیر ملکی جاسوسوں کو... اس کی کوئی اہمیت تو ہو گی"۔

"ہاں! میں اگر چاہوں تو ان گیارہ کی جگہ اب تم لوگ جیل میں نظر آؤ"۔ اس نے غرا کر کہا۔



"لیکن... کیا یہ معاہدے کی خلاف ورزی نہیں ہو گی"۔

"ضرور ہو گی... میں ایسا کر نہیں رہا... بتا رہا ہوں کہ میں ایسا کر سکتا ہوں"۔

"یہ بتانے کی ضرورت نہیں... ہم لوگ عام لوگ نہیں ہیں... آپ ہمیں زیادہ دیر جیل میں نہیں رکھ سکیں گے"۔

"تو پھر کیا خیال ہے... ہو جائے تجربہ"۔ سر ڈونگا نے منہ بنایا۔

"تجربہ کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو یہ مقابلہ کل پر رکھ لیں"۔

"نہیں... آپ لوگوں کی گرفتاری ابھی اور اسی وقت ہو گی اور انسپکٹر ناموش کے ہاتھوں ہو گی"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"آپ نے انہیں فون تو کر ہی دیا ہو گا... فون کیا تو تھا اپنی حفاظت کے لیے... لیکن وہی فون اب آپ لوگوں کے لیے موت کا پھندا بن جائے گا"۔

"بات پلے نہیں پڑی... آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ کہ انسپکٹر ناموش اپنے ہاتھوں سے تم لوگوں کو ہتھکڑیاں لگائیں گے"۔

"آخر کیوں؟" وہ چلائے۔

اسی وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔

☆○☆

# دروازے پر دستک

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... ساتھ ہی دروازے پر دستک ہوئی۔

"باہر کون صاحب ہیں؟" آصف نے پرسکون آواز میں کہا۔

"انسپکٹر ناموش"۔ جواب ملا۔

"کھول دو آصف' دیکھتے ہیں... کیا ہوتا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

ایسے میں سرڈونگا کے چہرے پر مسکراہٹ تھی... جونہی دروازہ کھلا... انسپکٹر ناموش اندر آگیا... اس کے ماتحت دروازے پر جم گئے۔

"اوہ سرڈونگا... تو آپ پھر یہاں آگئے... کیوں ان لوگوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں... ان بے چاروں کا کیا قصور... مہربانی فرما کر آپ یہاں سے چلے جائیں"۔

"ہم یہاں سے ضرور جائیں گے... آپ پریشان نہ ہوں... لیکن پہلے آپ ان مجرموں کو گرفتار کر لیں"۔

"مجرموں کو... یہ مجرم کدھر سے ہو گئے؟"



"اچھا... ابھی یہ آپ کی نظروں میں مجرم ہی نہیں ہیں... حیرت ہے... کمال ہے... افسوس ہے"۔ سرڈونگا نے جلدی جلدی کہا۔

"معاف کیجئے گا مسٹر ڈونگا... اتنی بہت سی چیزیں آپ کو یک دم کس طرح ہو سکتی ہیں؟" آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"سرڈونگا نہیں... سرڈونگا"۔ اس نے جھٹا کر کہا۔

"اگر اس سے کوئی فرق پڑتا ہو... تو پھر میں مسٹر ڈونگا واپس لے کر آپ کو سر کرتا ہوں... سر... سرڈونگا"۔ آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"دو دفعہ سر نہیں... ایک دفعہ سرڈونگا"۔

"بہت بہتر... جناب ایک دفعہ سرڈونگا"۔ آفتاب بولا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"سرڈونگا آپ مجھ سے بات کریں"۔

"اوہ اچھا... تو مسٹر انسپکٹر ناموش... آپ ان لوگوں کو گرفتار کر لیں"۔

"آخر کیوں... ان پر کیا الزام ہے... میں پولیس اسٹیشن کے روزنامچے میں کیا لکھوں گا... ان کی گرفتاری کیوں عمل میں لائی گئی... نہیں جناب... میں انہیں ہرگز گرفتار نہیں کروں گا... یہ بالکل بے گناہ ہیں"۔

"آپ یہ بھی بھول گئے کہ ان صاحب نے میرے بھائی کو قید

گروایا تھا"۔

"وہ ان کا حق تھا... جیسے ان کے ملک کے گیارہ آدمی ہماری قید میں تھے"۔

"انسپکٹر صاحب آپ بات کو سمجھ نہیں رہے... ہم میں بہت اچھی طرح وضاحت کریں گے... فی الحال آپ انہیں گرفتار کریں"۔

"نہیں کروں گا... ہرگز نہیں کروں گا"۔

"اچھا... نہیں کریں گے... کیا مجھے ایک فون کرنے کی اجازت ہے؟"

"ایک نہیں... آپ دس فون کریں... لیکن میں گرفتار انہیں پھر بھی نہیں کروں گا"۔

"اوہ اچھا... خیر"۔ یہ کہہ کر سرد ڈنکا فون کی طرف بڑھ گیا... لیکن فون کرنے سے پہلے اس نے انسپکٹر ناموش سے سرد آواز میں کہا۔

"یہ بات نوٹ کر لیں انسپکٹر ناموش کہ آپ سے کام لینے کے لیے مجھے فون کرنا پڑ رہا ہے... آپ کو اس فون کال کی قیمت ادا کرنا ہو گی"۔

"میں ابھی دینے کے لیے تیار ہوں"۔ انسپکٹر ناموش مسکرایا۔ ساتھ ہی اس نے جیب میں سے پرس نکال لیا۔

"بولیے... کیا قیمت ہے اس کال کی... حالانکہ آپ نے ہوٹل کا فون استعمال کیا ہے اور اس کمرے کا بعد ان لوگوں کے بلم بنے گا"۔



"آپ بہت تنگ کریں گے سمجھے... خیر... بہت پچھتائیں گے انسپکٹر... بہت"۔ اس نے جل کر کہا۔

عین اس وقت دروازے پر ایک بار اور دستک ہوئی... وہ چونک اٹھے... کیوں کہ اس قدر جلد فون کے جواب میں کوئی نہیں آ سکتا تھا۔

"اب کون آ گیا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے' پھر بلند آواز میں بولے۔

"کون ہے باہر؟"

"ڈی ایس ایم"۔ ڈی ایس ایم کی آواز سنائی دی۔

"یس... کیا بات ہے؟"

"جلدی دروازہ کھولیں"۔

انسپکٹر کامران مرزا کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہو گئیں... کیونکہ انہوں نے ڈی ایس ایم کو ہدایت دی تھی کہ اگر کوئی خطرہ ہو تو تین بار دھپ دھپ کر دینا... لیکن اس نے صرف دو بار دھپ دھپ کیا تھا... اس کا مطلب تھا... باہر گڑبڑ تھی... انہوں نے فوراً اپنا پستول نکال لیا۔

"یہ کیا... آپ نے پستول کیوں نکال لیا... آپ نے تو کہا تھا... یہ تماشے میں رکھا ہے"۔

"یہ واقعی تماشے میں رکھا ہے... یعنی پستول کا تالا لگا ہوا ہے... لیکن اب میں اسے کھول رہا ہوں... کیونکہ باہر کوئی گڑبڑ ہے"۔

"مجھے تو دور دور تک گزبڑ نظر نہیں آ رہی"۔

"انسپکٹر کامران مرزا..... آپ کو پستول نکالنے کی ضرورت نہیں..... جب کہ ہم یہاں موجود ہیں..... آپ ایسا کریں..... پستول جیب میں رکھ لیں..... باہر کی صورت حال کو ہم دیکھ لیں گے"۔

"میرا خیال ہے..... انسپکٹر خاموش..... آپ نہیں دیکھ سکیں گے"۔

"یہ آپ کا خیال ہے..... میرا نہیں..... دروازے کی طرف رائفلیں تان لو بھئی"۔ اس نے کہا۔

"او کے سر"۔ وہ بولے۔

اور پھر آصف نے دروازہ کھول دیا..... دوسرے ہی لمحے ٹی ایس ایم کو زور سے اندر کی طرف دھکا دیا گیا..... وہ انسپکٹر خاموش کے آدمیوں سے ٹکرایا..... ان کے ماتحت گھبرا گئے..... لیکن اس گھبراہٹ میں بھی انہوں نے خود کو قابو میں رکھا اور فائر نہ کیا..... ورنہ بے چارے ٹی ایس ایم کا جسم تو ہو جاتا چھلنی۔

"ہیلو..... میں آ گیا بھائی"۔ شونکا کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے..... ان سب پر نظر رکھو..... کوئی ذرا بھی حرکت کرے..... ان کا لحاظ کرنے کی کوشش نہ کرو..... اب آئے گا مزا"۔

"سر ڈونگا..... یہ آپ کیا کر رہے ہیں..... آخر آپ ان لوگوں کے ساتھ یہ سلوک کس طرح کر سکتے ہیں"۔



"خاموش انسپکٹر خاموش"۔ سر ڈونگا نے سرد آواز میں چلا کر کہا۔

"کیا کہا..... خاموش..... آپ مجھے حکم دے رہے ہیں..... ایک سرکاری آفیسر کو..... جو اس وقت ڈیوٹی پر بھی ہے"۔

"ہاں بے وقوف انسپکٹر..... ہاں"۔ سر ڈونگا نے چلا کر کہا۔

"آپ..... آپ نے مجھے بے وقوف کہا"۔ انسپکٹر خاموش غرایا۔

"ابھی اور نہ جانے کیا کچھ کہوں گا..... مجھے اپنا کام کرنے دو..... ان لوگوں کو فوراً گرفتار کر لو"۔

"لیکن کس جرم میں..... میں ہرگز انہیں گرفتار نہیں کروں گا"۔

"انسپکٹر خاموش..... آج تم یہ کام کرو گے..... اس بات کو لکھ لو"۔

"نہیں کروں گا..... آپ بھی لکھ لیں اس بات کو"۔

"اچھی بات ہے..... اب مجھے حرکت میں آنا ہو گا"۔

یہ کہہ کر سر ڈونگا پھر فون کی طرف بڑھا..... اس نے نہ جانے کس کے نمبر ملائے..... بہرحال سلسلہ ملنے پر اس نے کہا۔

"سر! یہ آپ کے انسپکٹر خاموش پچھلے رات کی رکاوٹ بننے کی کوشش کر رہے ہیں..... آپ ذرا انہیں سمجھا دیں..... ورنہ وہ کام نہیں ہو سکے گا"۔

دوسری طرف سے بات سن کر سر ڈونگا مسکرایا اور ریسیور انسپکٹر خاموش کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"انسپکٹر صاحب... فون سن لیں"۔

انسپکٹر ناموش نے حیرت زدہ انداز میں فون کا ریسیور اس سے لے لیا... پھر جونہی اس نے کان سے لگایا... اسے ایک جھٹکا لگا... دوسری طرف سے اس کے پولیس چیف بات کر رہے تھے۔

"یس... یس سر"۔

دوسری طرف کی بات سن کر اس کا چہرہ سفید پڑ گیا اور پھر ڈھیلے ڈھالے انداز میں اس نے ریسیور رکھ دیا... چند لمحے سکتے کے عالم میں کھڑا رہا... پھر اس نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے سر ڈونگا... میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"ہاں... یہ ہوئی نہ بات... ان لوگوں کو گرفتار کر لیں... اور ان کی اچھی طرح تلاشی لیں"۔

"او کے سر"۔ اس نے کہا اور اپنے ماتحتوں کو اشارہ کر دیا۔

وہ بھی حیرت زدہ تھے... لیکن تعمیل کرنے پر مجبور تھے... انہوں نے جلد ہی ان پانچوں کی تلاشی لی... لیکن جو کچھ نکل سکا... سب میز پر ڈھیر کر دیا۔

"لیکن... ان چیزوں میں وہ نہیں ہے"۔

"کیا!!!" انسپکٹر ناموش بولا۔

"وہ پیکٹ... جو انسپکٹر کامران مرزا نے میری جیب سے اڑایا تھا"۔



"کیا!!!" سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اب ان کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی... جب کہ انسپکٹر کامران مرزا پرسکون انداز میں مسکرا رہے تھے۔

"ہاں! جب میں یہاں سے نکلنے لگا تھا... اس وقت انسپکٹر کامران مرزا مجھے رخصت کرنے کے بہانے دروازے کی طرف بڑھے تھے... اور پھر یہ پھسل کر بری طرح گرے تھے... میں نے انہیں اٹھایا تو یہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے کر گر پڑے تھے... یہ دراصل ان کی چال تھی... میں اس وقت سمجھ نہیں سکا... اس دوران انہوں نے میری جیب سے پیکٹ نکال لیا... مجھے گھر جا کر پتا چلا... میں بہت سٹ پٹایا... لیکن اس وقت تک چکر دوسرا شروع ہو چکا تھا... یعنی میرے بھائی والا چکر... میں نے سوچا پہلے بھائی کو چھڑا لوں... پیکٹ کہاں جا رہا ہے... سو انسپکٹر کامران مرزا... اب آپ بتائیں... پیکٹ کہاں ہے؟"

"پیکٹ اب میرے پاس نہیں ہے... لیکن میں آپ کو اس جگہ تک لے جا سکتا ہوں... جہاں وہ ہے"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"اور وہ کہاں ہے"۔

"میرے ملک میں... بلکہ میرے گھر میں... میں نے اس کا پارسل بنا کر بھیج دیا ہے... یہ رہی اس کی رسید میرے پاس"۔

"نہیں... یہ غلط ہے... جھوٹ ہے... اس لیے کہ آپ سب

تو میرے آدمیوں کی نظروں میں رہے ہیں"۔

"لیکن.... آپ کے آدمیوں نے ٹی ایس ایم کو برابر نظروں میں نہیں رکھا"۔

"کیا مطلب؟"

"یاد کرو سر ڈونگا.... پچھلی بار جب تم اپنے بھائی کے سلسلے میں معاہدہ کرنے کے لیے آئے تھے.... اس وقت میں نے کیا شرط لگائی تھی.... یہ کہ تم اسلحہ لے کر اندر نہیں آسکتے.... پھر میں نے تم لوگوں کو نیچے جانے کے لیے کہا تھا.... تم لوگ ہال میں چلے گئے تھے.... اس وقت میں نے ٹی ایس ایم کو اس پیکٹ کے بارے میں ہدایت دی تھیں.... میں نے اسے بتایا تھا کہ سر ڈونگا اور اس کے ساتھی جب کمرے میں آجائیں تو وہ ہوٹل کے پچھلے دروازے سے نکل کر ہوٹل کے ساتھ ہی واقع ایئر کارگو میں یہ پیکٹ دے دے.... اور ان سے رسید لے لے.... اس وقت تک میں نے اس پر ایک کاغذ بھی لپیٹ دیا تھا"۔

"لیکن کس وقت انکل.... ہم کیوں نہیں دیکھ سکے یہ سب؟"

"میں نے یہ بھی تم لوگوں کی نظر بچا کر کیا.... کیا تم کافی دیر تک کمرے میں نہیں رہے.... کیا اس دوران میں باتھ روم میں نہیں گیا"۔

"اوہ ہاں.... بانکل"۔ وہ حیران رہ گئے۔

"بس تو پھر.... وہ پیکٹ ٹی ایس ایم نے ایئر کارگو کے آفس میں



جمع کرا دیا تھا.... اور رسید لے لی تھی.... اور یہ کل کی بات ہے.... جس کا مطلب ہے.... وہ اس وقت تک بلکہ اس سے کئی گھنٹے پہلے ہمارے ملک میں پہنچ چکا ہے.... میری بیگم اس پیکٹ کو وصول کر کے کہیں چھپا چکی ہے.... اور چونکہ میں نے یہ لکھ دیا تھا.... پیکٹ خطرناک ہے.... لہٰذا اس نے اپنے بچاؤ کا سامان بھی اس وقت تک کر لیا ہو گا"۔

"اوہ نہیں.... مجھے اب تک یقین نہیں آرہا"۔

"تب پھر آپ ایئر کارگو کے آفس سے معلوم کر لیں یہ رسید دکھا کر"۔

"جاؤ.... معلوم کرو.... اگر پیکٹ راستے میں ہی کہیں ہو تو اس کو روک لیا جائے"۔ اس نے ایک ماتحت سے کہا۔

وہ رسید لے کر دوڑ لگا گیا.... انسپکٹر کامران مرزا طنزیہ انداز میں مسکرا دیے.... جلد ہی ماتحت واپس آگیا.... اس کا منہ لٹکا ہوا تھا.... اس نے کہا۔

"یہ تو کل ہی وہاں پہنچ چکا ہے"۔

"اوکے .... انسپکٹر خاموش ان لوگوں کو جیل میں ڈال دیا جائے.... پولیس اسٹیشن کے کسی رجسٹر میں ان کی گرفتاری کا کوئی اندراج نہیں ہونا چاہیے.... نہ اب یہ یہاں سے کسی کو فون کر سکیں گے.... اگر ان احکامات کے خلاف ہوا تو آپ کے پولیس چیف آپ سے نبٹ لیں گے"۔

"او کے سر... آپ کے احکامات کی تعمیل ہو گی"۔

"شکریہ"۔ اس نے کہا اور پھر اپنے ساتھیوں کو لے کر چلا گیا۔

"آیئے جناب... میں آپ کو جیل پہنچا دوں"۔

"ٹھیک ہے... آؤ بھئی چلیں"۔

"میں آپ کے ساتھ صرف اتنی رعایت کروں گا کہ آپ کو ہتھکڑیاں لگا کر نہیں لے جاؤں گا... اور بس میں اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں کر سکتا... ویسے مجھے بہت افسوس ہے... بہت دکھ ہے"۔

"ہم سمجھتے ہیں... آپ پریشان نہ ہوں... ہمارے وکیل ہمیں جیل سے نکلوا لیں گے"۔

"کیا مطلب... وکیل... کیا یہاں ہمارے ملک میں آپ کا کوئی وکیل بھی ہے"۔

"ہاں! میں نے انہیں پہلے ہی خبردار کر دیا تھا... کیونکہ اندازہ تھا کہ سرڈونگا کوئی نہ کوئی مشکل ضرور پیدا کرے گا... یہاں کی جیل سے گیارہ اہم قیدی چھڑا لینے پر یہ بات اور بھی واضح ہو گئی تھی"۔

"حیرت تو اسی پر ہے... کہ سرڈونگا ایک جرائم پیشہ ہے... اور میرے چیف مجھے حکم دے رہے ہیں کہ میں اس کے حکم کی تعمیل کروں... سچ تو یہ ہے کہ اب میں استعفیٰ دینے کے بارے میں سوچ رہا ہوں"۔

"نہیں انسپکٹر ناموش... آپ ایسا نہ کریں... اس طرح تو آپ



اور بھی بے بس ہو جائیں گے اور سرڈونگا آپ کو چیونٹی کی طرح مسل دے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا مطلب... وہ مجھے مسل دے گا؟"

"ہاں! ایسے لوگ آپ جیسوں کو پسند نہیں کرتے... ملازمت سے فارغ ہو کر تو آپ ایک عام آدمی رہ جائیں گے... آپ کو ختم کرنا اس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہو گا"۔

"اچھی بات ہے... میں آپ کی ہدایات پر عمل کروں گا"۔

اور پھر وہ انہیں جیل تک لے آیا... جیل حکام کو زبانی طور پر صرف اتنا کہا گیا کہ سرڈونگا کے حکم پر انہیں جیل میں رکھنا ہے... کتنی مدت تک رکھنا ہے... یہ کب رہا کرنا ہے' اس کے بارے میں انہوں نے کوئی ہدایت نہیں دی"۔

"کوئی بات نہیں"۔ آفیسر نے کہا اور وہ انہیں اداس انداز میں دیکھ کر جانے کے لیے مڑ گیا... جیل حکام انہیں اندر لے آئے اور ایک کوٹھری میں بند کر دیا... انہوں نے ان سے کوئی سوال وغیرہ نہیں کیے۔

"اس کا مطلب ہے... یہاں سرڈونگا کے حکم پر اور لوگ بھی رکھے جاتے ہیں"۔ آصف بڑبڑایا۔

"ہاں! ٹھہریں آتا ہے... میں پریشان ہوں... ٹی ایس ایم کے لیے... یہ بے چارہ ہماری وجہ سے یہاں آ پھنسا"۔

"نہیں انکل... آپ میری وجہ سے پریشان نہ ہوں... لیکن میں الجھن میں ہوں... آخر اس پیکٹ میں کیا ہے؟"

اس میں ایک فیک بتائی جاتی ہے... جس کے بارے میں سننے میں آیا ہے کہ وہ بہت اہم ہے... اس کی اہمیت کیا ہے... یہ ابھی مجھے بھی معلوم نہیں"۔

"لیکن اب پیکٹ خطرے میں ہے... سر ڈونگا کہیں وہاں نہ جا دھمکے"۔

"کوئی بات نہیں... وہ ہمارا ملک ہے"۔

"لیکن اب ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے"۔ ٹی ایس ایم نے پریشان ہو کر کہا۔

"اوہو تم بھول گئے... بغیر کیس کے یہاں کسی کو بھی جیل میں رکھنا جرم ہے... ہمارے وکیل صبح تک ہمیں چھڑا لیں گے... سر ڈونگا کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں ہو سکتی کہ یہاں ہمارے کوئی وکیل بھی موجود ہیں"۔

"اوہ ہاں... میں تو بھول ہی گیا"۔ ٹی ایس ایم خوش ہو گیا۔

دوسرے دن انہیں جیل سے رہائی نصیب ہو گئی... انہوں نے فوراً جہاز کی سیٹیں حاصل کیں اور ایئرپورٹ کا رخ کیا... اب وہ وہاں کسی قسم کی الجھن مول لینے کے موڈ میں نہیں تھے... اپنے شہر کے ایئرپورٹ پر اترتے ہی انہوں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور گھر کی طرف



روانہ ہو گئے۔

"لیکن ابا جان... امی جان گھر میں کب ملیں گی"۔ افتاب نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"ان کی طرف سے پیغام تو مل جائے گا نا"۔ وہ مسکرائے۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک ہے"۔

ٹیکسی گھر کے سامنے رکی... انہوں نے بل ادا کیا اور آگے بڑھے... اچانک انہیں ایک جھٹکا لگا... وہ رک گئے۔

"کک... کیا ہوا ابا جان؟"

"مم... میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں"۔

"اللہ اپنا رحم کرے... ہمیں تو دور دور تک خطرہ نظر نہیں آ رہا"۔

"فی الحال... وہ صرف محسوس کیا جا سکتا ہے... نظر وہ آئے گا... اندر پہنچنے پر"۔ وہ سرسراتی آواز میں بولے... اور پھر آگے بڑھتے چلے گئے۔

"اگر اندر خطرہ ہے تو پھر ہم اندر کیوں جائیں انکل؟" فرحت نے کہا۔

"اندر تو جانا ہی ہو گا... کہیں تمہاری آنٹی اندر مشکل میں نہ ہوں"۔

"اوہ نہیں"۔

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... اور پھر آصف نے دوڑ کر گھنٹی بجا دی۔

☆○☆



# چال + جواب

گھنٹی کے جواب میں انہیں یوں لگا جیسے اندر گہری خاموشی چھا گئی ہو... جب کہ پہلے بھی انہیں اندر آوازیں وغیرہ سنائی نہیں دی تھیں... آصف نے بے تابانہ انداز میں پھر گھنٹی بجا دی... آخر قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر تیز آواز نے انہیں ہلا کر رکھ دیا۔

"کیا ہے... کیوں بار بار گھنٹی بجا رہے ہو؟"

"دروازہ کھولو... تم کون ہو؟"

"ہاہاہا... ابھی تک تم نے میری آواز نہیں پہچانی"۔

وہ دھک سے رہ گئے... آواز سر ڈونگا کی تھی۔

"اوہ مسٹر ڈونگا... یہ آپ ہیں"۔ آصف نے کانپ کر کہا۔

"بے وقوف... پہلے بھی بتا چکا ہوں... مسٹر ڈونگا نہیں... سر ڈونگا... میرے نام کی توہین نہ کرو... مجھے یہ قطعاً پسند نہیں"۔

"یہ میں نے جان بوجھ کر نہیں کہا... جلدی میں منہ سے نکل گیا"۔

"آئندہ جلدی میں بھی نہیں نکلنا چاہیے... ورنہ اس وقت

تمہاری آنٹی کے بال میرے ہاتھوں میں ہیں.... اس کی گردن بری طرح تنی ہوئی ہے.... اور تم لوگ میرے ہاتھوں بالکل بے بس ہو.... بے بس ایسے کہ تم نے اگر دروازہ توڑنے کی کوشش کی تو میں اس کی گردن توڑ دوں گا.... کیوں آیا مزا"۔

"خبردار.... میری آنٹی کے بال چھوڑ دو.... ورنہ ہم تمہارا بہت برا حشر کریں گے"۔ آصف چلا اٹھا۔

"تم پہلے اپنے حشر کی فکر کرو.... اس وقت تم سب کے سب میرے قبضے میں ہو.... غور کرو.... تم کیا کر سکتے ہو' اس وقت"۔

"آصف! تم ٹھہرو"۔ انسپکٹر کامران مرزا پرسکون انداز میں بولے.... پھر دروازے پر آ کر انہوں نے بلند آواز میں کہا۔

"سر ڈونگا آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے"۔

"اچھا! بیگم.... تم اسے وہ پیکٹ دے دو"۔

"ہرگز نہیں.... اس لیے کہ یہ میری گردن اس کے بعد بھی نہیں چھوڑے گا.... پھر پیکٹ دینے کا کیا فائدہ؟"

"نہیں! میں گردن فوراً چھوڑ دوں گا"۔

"یہ غلط کہہ رہا ہے.... اس لیے کہ پیکٹ وصول کر لینے کے بعد اسے یہاں سے نکلنا بھی ہو گا.... اور یہ مجھے اسی طرح ساتھ لے کر نکلے گا"۔



"تو کیا ہوا.... اگر تمہارے شوہر اور بچے اور پولیس تعاقب نہیں کریں گے تو میں کچھ دور جا کر تمہیں چھوڑ دوں گا.... یہ سر ڈونگا کا وعدہ ہے"۔

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے بیگم.... تم پیکٹ اسے دے دو"۔

"پہلے آپ یہ بتائیں.... اس پیکٹ میں ہے کیا.... کیا کوئی ہمارے ملک کا راز ہے؟"

"نہیں بیگم.... اس میں صرف ایک عینک ہے اور بس"۔

"تب پھر آپ نے اس پر یہ کیوں لکھا تھا.... پیکٹ بہت اہم ہے.... اور اس کی حفاظت بہت زیادہ ضروری ہے"۔

"یہ بات تو خیر میں نے غلط نہیں لکھی تھی"۔

"تب پھر میں پیکٹ اسے کیوں دوں؟"

"اس لیے کہ اس وقت تمہاری جان پر بنی ہے"۔

"آپ میری جان کی فکر نہ کریں.... جان ایک دن یوں بھی چلی جائے گی.... کوئی یہاں ہمیشہ نہیں رہا ہے"۔

"نہیں بیگم.... فی الحال یہ اس عینک سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے.... اس لیے کہ آخر یہ ہمارے ملک میں ہیں اور ہم انہیں تلاش کر لیں گے"۔

"کیا آپ واقعی اس بارے میں سنجیدہ ہیں.... اور یہ چاہتے ہیں کہ میں عینک انہیں دے دوں"۔

"ہاں! میں یہی چاہتا ہوں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ لیکن اس بات کا خیال رہے۔۔۔ میں عینک صرف آپ کے کہنے پر دے رہی ہوں۔۔۔ ورنہ یہ مجھ سے میری جان لے سکتے تھے۔۔۔ پیکٹ نہیں"۔

"ہم یہ بات اچھی جانتے ہیں بیگم۔۔۔ اور ہمیشہ اس بات کا اعتراف کرتے رہیں گے"۔

"لیکن ایک بات آپ بھی یاد رکھیں"۔ انہوں نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ۔۔۔ اگر مجھے بعد میں یہ معلوم ہوا کہ اس پیکٹ ۔ عینک نہیں۔۔۔ ہمارے ملک کا کوئی راز تھا۔۔۔ جسے آپ نے میری جان بچانے کے لیے ان کے حوالے کرنے کا حکم دیا تھا۔۔۔ تب پھر میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں رہ جائے گا"۔

"میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے بیگم؟"

"یاد نہیں پڑتا"۔ وہ بولیں۔

"تب پھر میں آج بھی جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ اس پیکٹ میں ایک عینک ہے۔۔۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ عینک بہت اہم ہے۔۔۔ اگرچہ ابھی اس کی اہمیت کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں"۔



"پھر غور کریں۔۔۔ عینک ان کے حوالے کرنے کے بعد کہیں ہمیں تازندگی افسوس نہ رہے"۔

"نہیں۔۔۔ ایسی بات نہیں ہو گی بیگم۔۔۔ ہمیں افسوس ضرور ہو گا۔ لیکن۔۔۔ اتنا نہیں۔۔۔ اور پھر سر ڈونلڈ ملک سے فرار نہیں ہو سکے گا۔ ہم پیکٹ اس سے حاصل کر لیں گے"۔

"اس میں تو خیر شک نہیں' انسپکٹر کامران مرزا کہ میں ابھی یہیں رہوں گا۔ لیکن یہ بات بالکل غلط ہے کہ پیکٹ تم حاصل کر لو گے"۔

"یہ ہم نے پہلے بھی تو حاصل کر لیا تھا سر ڈونلڈ"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اس وقت میں تمہاری چال میں آ گیا تھا۔۔۔ اب نہیں آ سکتا۔ میں اب تمہیں سمجھ گیا ہوں۔۔۔ اگر سمجھ نہ گیا ہوتا تو تم سے پہلے یہاں کس طرح پہنچ سکتا تھا"۔

"ہاں! اس پر مجھے بھی حیرت ہوئی۔۔۔ آخر یہ کیسے ہو گیا"۔

"وہاں کے وزیر خارجہ کو بس ایک فون کرنا پڑا تھا۔۔۔ یہ تو میں جانتا تھا کہ تم حفاظت پر باہر آ جاؤ گے۔۔۔ لیکن تمہارا وقت تو ضائع ہو ہی جائے گا۔۔۔ لہٰذا پروازوں کو بھی لیٹ کروایا تھا میں نے۔۔۔ اس طرح میں تم سے پہلے یہاں پہنچ گیا۔۔۔ اس کے بعد یہاں پہنچنا بھلا کیا مشکل تھا"۔

"ہوں اچھا۔۔۔ چلو بیگم۔۔۔ جلدی کرو"۔

"جی بہتر... آیئے سر ڈونگا"۔

چند منٹ کے لیے خاموشی چھا گئی... پھر بیگم کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

"میں نے پیکٹ انہیں دے دیا ہے... اب آپ جانیں' آپ کا کام"۔

"کیوں سر ڈونگا... آپ کا اطمینان ہو گیا"۔

"ہاں بالکل... اب ہم باہر آ رہے ہیں... آپ لوگوں نے ذرا بھی حرکت کی... تو بیگم کی گردن سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے... اور بغیر گردن کی بیگم آپ کو کچھ اچھی نہیں لگے گی... کیا خیال ہے آپ کا"۔

"بہت اچھا خیال ہے... ہم کوئی حرکت نہیں کریں گے"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

دروازہ کھلا... سر ڈونگا اپنے دونوں ساتھیوں کو ساتھ لیے باہر نکلا... بیگم کامران مرزا کے بال واقعی اس کے ہاتھ میں اس طرح تھے کہ ان کی گردن بری طرح مڑی ہوئی تھی... انہوں نے صاف جان لیا کہ اگر سر ڈونگا کے جسم کو ذرا بھی حرکت ہوئی... تو ان کی گردن کی ہڈی ضرور ٹوٹ جائے گی... ساتھ ہی سر ڈونگا نے کہا۔

"آپ کی ایک ذرا سی غلطی... انہیں اپنی گردن سے محروم کر دے گی"۔

"ٹھیک ہے"۔



"آپ لوگوں کی گاڑی کہاں ہے؟"

"یہ... اس طرف کھڑی ہے"۔ وہ بولے۔

"چابی گاڑی میں لگا دیں"۔

"چابی لگی ہوئی ہے"۔

"چلیے بیگم صاحبہ"۔ اس نے کہا۔

وہ انہیں ڈرائیونگ ڈور کی طرف سے گاڑی میں لے گیا... اس کے دونوں ساتھی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے... ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ٹورین بھی تھی... انہیں بہت حیرت ہوئی... کہ وہ نورین ایئرپورٹ سے کس طرح بچ کر نکل آئے... تلاشی لینے والوں نے کس طرح تلاشی لی... پھر یاد آیا کہ انہوں نے انشارجہ کا لائسنس دکھایا ہو گا... اور وہ مسترد دیے... سامنے کی بات تھی... ان کی حکومت اس قسم کے لائسنسوں کو قبول کرنے کی پابند تھی... جب کہ انسپکٹر جمشید' اور انسپکٹر کامران مرزا دوسرے ممالک کے لوگوں کو اس قسم کی سہولتیں دینے کے بالکل خلاف تھے۔

اور پھر گاڑی چل پڑی... وہ بے بسی کے عالم میں کھڑے رہ گئے... جب تک بیگم واپس نہ آ جاتیں... وہ کچھ نہیں کرنا چاہتے تھے... اور پھر گاڑی واپس آتی نظر آئی... بیگم کامران مرزا اس کو چلا رہی تھیں... جونہی انہیں وہ نظر آئیں... انہوں نے فوراً اپنے ماتحتوں کو ہدایات جاری کر دیں... ساتھ ہی انہوں نے کہا۔

"کوئی جہاز ایک گھنٹے کے دوران ملک سے باہر تو نہیں گیا۔ اگر گیا ہے تو اس کو فضا سے واپس بلا لیا جائے۔ لیکن اس طرح کہ سواریوں کو معلوم نہ ہو سکے"۔

"او کے سر"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

پھر ایک منٹ بعد انہیں بتایا گیا۔

"پندرہ منٹ پہلے ایک جہاز انشارج کے لیے روانہ ہوا ہے۔ اس کی واپسی کا حکم دے دیا ہے۔ لیکن پائلٹ یہ حکم اپنے آفیسر۔ یعنی ہوائی کمپنی کے چیئرمین کی زبانی سننا چاہتا ہے"۔

"اچھی بات ہے"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے اب چیئرمین سے رابطہ کیا۔ جب انہوں نے انہیں بتایا کہ وہ کیا چاہتے ہیں تو وہ حیران رہ گیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر اس جہاز میں تین خطرناک ترین افراد سوار ہیں تو وہ باقی سواریوں کے لیے ایک مسئلہ بن جائیں گے"۔

انسپکٹر کامران مرزا سوچ میں ڈوب گئے۔ آخر انہوں نے کہا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ لیکن آئندہ جو شاپ جہاز کا آ رہا ہے۔ یعنی انشارج سے پہلے۔ آپ وہاں تو جہاز لیٹ کروا سکتے ہیں۔ کیا جہاز میں کوئی خرابی نہیں ہو سکتی"۔

"ہاں! یہ ہو سکتا ہے"۔

"تب پھر اس ایئرپورٹ کا نام بتا دیں۔ اور ہمارے لیے ایک



چھوٹے طیارے کا فوراً انتظام کرا دیں۔ ہم اس ایئرپورٹ پر طیارے کی روانگی سے پہلے پہنچ جانا چاہتے ہیں"۔

"میں ابھی آفیسرز سے صورت حال معلوم کرتا ہوں۔ اور اس جہاز کے پائلٹ سے بھی بات کرتا ہوں۔ کہ اس ایئرپورٹ پر کتنی دیر رک سکتا ہے"۔

"ٹھیک ہے سر۔ شکریہ"۔

پندرہ منٹ کے بعد چیئرمین نے انہیں بتایا۔

"آپ کے لیے جہاز تو تیار ہے۔ اور وہاں جہاز روک بھی لیا جائے گا۔ لیکن آپ وہاں کر کیا سکیں گے۔ وہاں ہمارے ملک کا قانون تو ہو گا نہیں"۔

"یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ مسافروں کو وہاں کی انتظامیہ ظاہر ہے کسی ہوٹل میں ٹھہرائے گی۔ میں وہاں قانون کا سہارا لے کر اس سے نہیں ٹکراؤں گا۔ اپنی ذمے داری پر وار کروں گا اور ایئرپورٹ پر آ جاؤں گا۔ وہاں سے آپ کے پائلٹ کو ہمیں واپس لانا ہو گا"۔

"اس کا انتظام ہو جائے گا"۔

"ٹھیک ہے"۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ چاروں اپنے ایئرپورٹ سے روانہ ہوئے۔ ڈی ایس ایم کو انہوں نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ اس سفر میں اس کی ضرورت نہیں تھی۔ ٹھیک دو گھنٹے کے سفر کے بعد۔ وہ

اس ایئرپورٹ پر اترے... پہلے طیارے کا پائلٹ فوراً ان کی طرف آیا... اسے پروگرام کا علم تھا... لہٰذا اس نے فوراً دبے الفاظ میں کہا۔

"ہوٹل سیریان... کمرہ نمبر ۵۲"۔

"شکریہ... ہم بہت جلد واپس آئیں گے... جہاز تیار رہنا چاہیے... دھوم سے پہلے ہی بات کر لیں"۔

"آپ فکر نہ کریں"۔ ان کے پائلٹ نے کہا۔

اور پھر وہ ایک ٹیکسی میں ہوٹل سیریان پہنچے... یہ عیسائیوں کا ملک تھا... ان کے ملک سے واجبی تعلقات تھے... کمرہ نمبر ۵۲ کے دروازے پر پہنچ کر انہوں نے دستک دی... ہاتھ لگاتے ہی دروازہ کھل گیا... اندر کوئی نظر نہ آیا... وہ بے دھڑک اندر داخل ہو گئے۔

اندر میز پر ایک رقعہ پڑا تھا... اس پر لکھا تھا۔

"انسپکٹر کامران مرزا!

آپ خود کو بہت چالاک خیال کرتے ہیں... یہ چوٹ کیسی رہی شاید آپ کو زندگی بھر یاد رہے گی... میں یہاں آپ کو کیوں ملنے لگا بھلا... اب اس شہر میں تم مجھے کہاں کہاں تلاش کرو گے... یوں میں ایک دوست کے ہاں ہوں... آ سکتے ہو تو آ جاؤ... میں یہاں تمہارا استقبال کروں گا... یہ بھی سن لو... اگر تمہیں اندازہ ہو جائے کہ وہ عینک کس قدر اہم ہے تو شاید اپنا سر زمین پر مارنے لگو... اچھا اب ہم چلتے



ہیں... کہیں تم یہاں پہنچ ہی نہ جاؤ... ہوٹل سے باہر میرا وہ دوست میرا انتظار کر رہا ہے... بہت وفادار دوست ہے... میرے لیے جان تک دے سکتا ہے"۔

آپ کا مخلص

"سر ڈونگا"

رقعہ پڑھ کر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اب ہم کیا کریں گے؟"

"یہی سوچ رہا ہوں... ایک ترکیب تو یہ ہے کہ ہم یہاں کی حکومت سے پہلے یہاں ٹھہرنے کی اجازت لے لیں اور پھر سر ڈونگا سے دو دو ہاتھ کر لیں... تلاش تو ہم اس کو کر ہی لیں گے... لیکن یہ عیسائی ملک ہے... ہمارا ساتھ نہیں دے گا... ان کی مدد کرے گا... ٹیڑھا مسئلہ ہے"۔

"تب پھر واپس چلتے ہیں... صبر کر لیتے ہیں"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"ہاں انکل صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے"۔ فرحت نے کہا۔

"مگر ہمیں کچھ کوشش تو کرنی چاہیے"۔

یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل آئے اور ساتھ والے دروازے پر دستک دی... اندر سے فوراً کسی نے کہا۔

"کون؟"

انسپکٹر کامران مرزا جوش میں بھر گئے۔

"یس سر"۔ انہوں نے فوراً انگریزی میں کہا۔۔۔ آواز بھی بالکل بدل گئی تھی۔

پھر جونہی دروازہ کھلا۔۔۔ وہ یک دم اندر داخل ہو گئے۔۔۔ اندر موجود چار آدمی بہت زور سے اچھلے۔۔۔ ادھر آفتاب' آصف اور فرحت کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

اندر سر ڈونگا۔۔۔ اس کے دونوں ساتھی اور ایک چوتھا آدمی موجود تھے۔۔۔ انہوں نے سر ڈونگا کے چہرے پر ایک رنگ آتے دوسرا جاتے صاف دیکھا۔

"یہ کیسی رہی سر ڈونگا"۔

"بہت اچھی۔۔۔ لیکن۔۔۔ تم یہاں کچھ نہیں کر سکو گے۔۔۔ البتہ تمہیں یہاں گرفتار کرا دیں گے"۔

"اس وقت تم چاروں میرے پستول کی زد پر ہو۔۔۔ تمہاری ٹورپین وہ ایک طرف پڑی ہے۔۔۔ آصف تم ٹورپین پر قبضہ کر لو۔۔۔ اگر ان میں سے کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرے تو اپنے بے آواز پستول سے فائر کر دینا۔۔۔ بے فکر ہو کر فائر کرنا۔۔۔ تم لوگوں کو یہاں سے نکال لے جانا اور جہاز پر اپنے ملک تک لے جانا میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔۔۔ اس ہوٹل میں کیا ہو گیا ہے۔۔۔ یہ ہمارے یہاں سے چلے جانے کے بعد معلوم ہو گا۔۔۔ لہٰذا تم بے فکر ہو کر انہیں گولی مار دینا"۔



"بہت بہتر ابا جان۔۔۔ آپ کو اس وضاحت کی ضرورت نہیں تھی۔۔۔ ہم یہاں سے جا سکتے ہیں یا نہیں جا سکتے۔۔۔ ہم انہیں گولی ضرور ماریں گے۔۔۔ اگر انہوں نے حرکت کی"۔

"شکریہ آفتاب۔۔۔ تم بہت اچھے ہو۔۔۔ فرحت تم نے اب تک دروازہ اندر سے بند کیوں نہیں کیا؟"

"وہ انکل۔۔۔ تازہ ہوا آ رہی تھی نا"۔ اس نے شوخ آواز میں کہا۔

"اب کافی تازہ ہوا اندر آ چکی ہے۔۔۔ اسی سے کام چلا لیں گے۔۔۔ لہٰذا دروازہ بند کر دو"۔

"او کے"۔ اس نے کہا اور کھٹ سے دروازہ بند کر دیا۔

"ہاں تو سر ڈونگا۔۔۔ یہ کیسی رہی۔۔۔ آپ نے بتایا نہیں"۔

"بہت بری۔۔۔ تم لوگوں کے لیے بہت بری"۔ وہ مسکرایا۔

"ذرا اس کی وضاحت بھی ہو جائے کہ بہت بری کیسے رہی۔۔۔ وہ بھی ہمارے حق میں؟"

"میں وضاحت کر رہا ہوں۔۔۔ تاکہ تم جان لو۔۔۔ یہ معاملہ تمہارے حق میں بہتر رہا ہے یا کہ میرے۔۔۔ یہ ایک عیسائی ملک ہے۔۔۔ انشارجہ کا محتاج ہے۔۔۔ انشارجہ اگر اس ملک کو امداد نہ دے تو یہ چار دن بھی نہیں چل سکتا۔۔۔ لہٰذا انشارجہ کی اجازت کے بغیر اس کا کوئی شخص یہاں داخل نہیں ہو سکتا اور اس کی مرضی سے داخل ہو جائے تو

مرضی کے بغیر یہاں سے جا نہیں سکتا"۔ سرڈونگا نے جلدی جلدی کہا۔

"ہم اب تک نہیں سمجھ سکے۔۔۔ کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے پریشان ہو کر کہا۔

"مطلب یہ کہ میں نے یہاں پہنچتے ہی یہاں کی انتظامیہ کو تمام حالات بتا دیئے تھے۔۔۔ میں نے انہیں بتا دیا کہ میں اس وقت انشارجہ کی حکومت کی ایک مہم پر ہوں۔۔۔ اور اس مہم کے سلسلے میں تم لوگ روڑے اٹکا رہے ہو اور میرے تعاقب میں یہاں بھی ضرور آؤ گے۔۔۔ لہٰذا وقت سے بہت پہلے اس ہوٹل کو سادہ لباس والے گھیرے میں لے چکے ہیں اور مسٹر کامران مرزا اب تم لوگ یہاں سے جا نہیں سکو گے۔۔۔ یہاں کی حکومت تمہیں گرفتار کر لے گی"۔

"لیکن کس جرم میں"۔

"ہیروئن فروشی کے جرم میں۔۔۔ تمہارے پاس سے انہیں ہیروئن کی بہت بڑی مقدار مل جائے گی۔۔۔ لہٰذا وہ بہت آسانی سے تمہیں جیل میں ٹھونس سکیں گے"۔

"اچھا۔۔۔ کمال ہے۔۔۔ سارا پروگرام پہلے ہی طے کر لیا تھا آپ نے؟" انسپکٹر کامران مرزا نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہاں بائکل۔۔۔ اور میں ایسا کیوں نہ کرتا۔۔۔ آخر مجھے بھی تو اس پیکٹ سمیت اپنے ملک جانا ہے۔۔۔ اور جا کر اپنی حکومت سے انعام حاصل کرنا ہے۔۔۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔۔۔ کہ وہ انعام کس قدر بڑا



ہے"۔

"ہمیں سوچنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔۔۔ اس لیے کہ بڑے انعامات کا ہمیں کوئی لالچ نہیں' اگر ہوتا تو میں آج تک انسپکٹر نہ ہوتا۔۔۔ کم از کم اس وقت تک آئی جی ضرور ہوتا"۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ نہ سوچو۔۔۔ لیکن یہ تو سوچو کہ اب تم کیا کرو گے"۔

"ہم تم سے پیکٹ وصول کریں گے۔۔۔ اور اگر ہم جیل جائیں گے۔۔۔ تو تم بھی ہمارے ساتھ جیل جاؤ گے"۔

"یہ کیا فضول بات کہی آپ نے۔۔۔ یعنی آپ کے ساتھ میں بھی جیل میں جاؤں گا"۔

"ہاں بالکل ہونگے۔۔۔ اکیلے وہاں ہمارا دل نہیں لگے گا"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"اس لڑکے کا دماغ تو خراب نہیں۔۔۔ پہلے بھی اس نے مجھے بولنگ کہا تھا"۔

"اس کی زبان پھسل جاتی ہے۔۔۔ آپ کچھ خیال نہ کریں"۔ انسپکٹر کامران مرزا جلدی سے بولے۔

عین اس وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔

"لیجئے۔۔۔ آپ کے میزبان آ گئے"۔ سرڈونگا نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا کہا۔۔۔ میزبان"۔ وہ چونکے۔

"ہاں! میزبان۔۔۔ دروازہ کھول دو بھئی"۔

سرڈونگا کے ساتھی نے خوش ہو کر دروازہ کھول دیا۔۔۔ فوراً پولیس والے اندر داخل ہو گئے۔

"تو یہ ہیں وہ"۔

"جی ہاں"۔ سرڈونگا نے کہا۔

"تلاشی لو بھئی ان کی"۔

"ایک منٹ سر۔۔۔ کیا معاملہ ہے۔۔۔ کچھ ہمیں بھی تو بتایا جائے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"سرڈونگا نے ہمیں اطلاع دی ہے۔۔۔ کہ یہاں ان کے کمرے میں زبردستی چند لوگ گھس آئے ہیں اور ان کے پاس ہیروئن کی مقدار بھی ہے"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ لیکن ہیروئن کا کاروبار تو یہ خود بھی کرتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیا کہا۔۔۔ یہ خود بھی کرتے ہیں؟" ایک سادہ لباس والا حیران ہو کر بولا۔

"ہاں جناب! جہاں آپ ہماری تلاشی لیں گے۔۔۔ وہاں ان کی بھی لیں۔۔۔ یہ اگر ہم پر الزام عاید کر سکتے ہیں۔۔۔ تو ہم کیوں ان پر الزام نہیں لگا سکتے"۔



"ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن اگر ان کے پاس سے ہیروئن برآمد نہ ہوئی تو؟"

"تب آپ صرف ہمیں گرفتار کر لیجئے گا۔۔۔ اگر ہمارے پاس سے برآمد ہو جائے۔۔۔ ویسے کیا آپ لوگوں کے ساتھ مجسٹریٹ ہیں"۔

"جی ہاں! میں موجود ہوں۔۔۔ اور یقین رکھیں۔۔۔ اگر آپ کے پاس سے ہیروئن برآمد نہیں ہو گی تو میں آپ کی گرفتاری نہیں ہونے دوں گا"۔

"شکریہ جناب۔۔۔ اور اگر ان کے پاس سے ہیروئن برآمد ہوئی تو؟"

"تب انہیں گرفتار کیا جائے گا"۔

"ہاہاہا۔۔۔ ہاہا"۔ سرڈونگا نے قہقہہ لگایا۔

"آپ نے قہقہہ کیوں لگایا سرڈونگا"۔ مجسٹریٹ نے حیران ہو کر کہا۔

"اس ملک میں۔۔۔ جو ہماری بھیک پر زندہ ہے۔۔۔ کیسے مجھے گرفتار کیا جا سکتا ہے"۔

"یہ نہ کہیں سر۔۔۔ اگر آپ کے پاس سے ہیروئن برآمد ہوئی تو آپ کو بھی گرفتار کیا جائے گا"۔ مجسٹریٹ نے سرد آواز میں کہا۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ یہ بعد کی بات ہے۔۔۔ پہلے تو تلاشی لے لیں"۔

انہوں نے انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے ساتھیوں کی اچھی طرح تلاشی لی... لیکن ان کی جیبوں سے کچھ بھی نہ نکلا... نہ ان کے سامان سے کوئی چیز برآمد ہوئی۔

"سر ڈونگا... آپ کی اطلاع غلط ثابت ہوئی... ان کے پاس کچھ نہیں ہے"۔

"جب کہ خود یہ ہیروئن کا کام کرتے ہیں مجسٹریٹ صاحب... آپ تلاشی لے کر دیکھ لیں"۔

"نہیں... یہ غلط ہے... ہیروئن کے کاروبار سے ہمارا دور کا بھی واسطہ نہیں"۔

"لیکن میں کہتا ہوں... تعلق ہے... لہٰذا تلاشی تو آپ کو دینا ہو گی"۔

"بات تو درست ہے"۔

"اچھی بات ہے... تلاشی لے لیں پھر"۔ سر ڈونگا نے منہ بنایا۔

اب ان کی تلاشی لی گئی... اور پھر ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں... کیونکہ سر ڈونگا کے دونوں ساتھیوں کی جیبوں میں سے ہیروئن کے پیکٹ برآمد ہوئے تھے۔

"یہ... یہ کیا سر ڈونگا... ہیروئن تو آپ کے ساتھیوں کی جیبوں سے نکلی ہے... اور آپ نے اطلاع دی تھی کہ یہ ہیروئن کا کاروبار کرتے ہیں"۔



"یہ سب کیا ہے؟" سر ڈونگا دھاڑا۔

اس کے دونوں ساتھیوں کا رنگ اڑ گیا... لگے تھر تھر کانپنے...

پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہمیں بالکل معلوم نہیں کہ یہ پیکٹ ہماری جیبوں میں کیسے آ گئے"۔

"ہر ہیروئن فروش جب پکڑا جاتا ہے... یہی کہتا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔ مجسٹریٹ نے سر ہلایا۔

"اب... آپ کیا کہتے ہیں؟" انسپکٹر کامران مرزا نے سوالیہ انداز میں مجسٹریٹ کی طرف دیکھا۔

"انہیں گرفتار کر لیا جائے"۔

"نہیں... یہ نہیں ہو سکتا"۔ سر ڈونگا نے فوراً کہا۔

"کیا نہیں ہو سکتا"۔

"یہ ضرور ان لوگوں کی چال ہے... انہوں نے اپنی جیبوں کے پیکٹ ان کی جیبوں میں ڈال دیئے... اور یہ بات آسانی سے ثابت کی جا سکتی ہے"۔

"کیسے؟" مجسٹریٹ بولا۔

"پیکٹ پر انگلیوں کے نشانات مل جائیں گے... وہ آپ کے آدمیوں کی انگلیوں کے ہوں گے یا ان کی انگلیوں کے... ان پر میرے

آدمیوں کی انگلیوں کے نشانات نہیں ہو سکتے"۔

"بات معقول ہے... کیوں صاحبان... آپ کیا کہتے ہیں"۔ اس نے ان کی طرف دیکھا

"ٹھیک ہے... انگلیوں کے نشانات لے لیے جائیں گے"۔

"اس کے لیے تو پھر ماہرین کو بلانا ہو گا"۔

"ضرور بلائیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

اور پھر وہاں ماہرین آ گئے... انہوں نے سب کی انگلیوں کے نشانات لیے... پھر پیکٹ پر بنے والے نشانات سے ملایا گیا... اس وقت ان کے چہروں پر حیرت نظر آئی۔

"کیوں... کیا رہا؟" مجسٹریٹ نے پوچھا۔

"پیکٹ پر سر ڈونگا کے آدمیوں کے نشانات ہیں... یا پھر ان کے آدمیوں کے... جنہوں نے تلاشی لی تھی... ان کی انگلیوں کے نشانات نہیں ہیں"۔ اس نے آخر میں انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"نن نہیں... نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" سر ڈونگا ہکلایا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟" مجسٹریٹ نے برا سا منہ بنایا۔

"پیکٹ پر میرے آدمیوں کے نشانات کیسے ہو سکتے ہیں؟"

"یہ آپ اپنے آدمیوں سے پوچھیں... ہمارا اس سوال سے کوئی تعلق نہیں... ان تینوں کو گرفتار کر لیا جائے"۔ مجسٹریٹ نے فوراً کہا۔



"آپ بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں جناب... میرا تعلق انٹارجہ سے ہے"۔

"لیکن میں کیا کر سکتا ہوں... آپ حکام سے بات کر لیں... اگر وہ آپ لوگوں کو رہا کرتے ہیں تو میں کون ہوتا ہوں... لیکن یہاں تک میں یہی حکم دوں گا... کہ آپ لوگوں کو گرفتار کر لیا جائے"۔

پولیس والوں نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دیں... اب سر ڈونگا فون کی طرف بڑھا... اور اس نے فون پر کسی کے نمبر ملائے... جلد جلد کچھ کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"مجسٹریٹ صاحب... آپ کے ساتھیوں نے ان کی تلاشی اچھی طرح نہیں لی"۔

"کیا مطلب؟"

"میں ابھی ان کے پاس سے ہیروئن برآمد کر سکتا ہوں"۔

"نن نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے... میرے خیال میں میرے آدمیوں نے خوب اچھی طرح تلاشی لی ہے"۔

"انہوں نے سر ڈونگا کی تلاشی سرسری انداز میں لی تھی... آپ مجھے اجازت دیں"۔

"اچھی بات ہے... اگر آپ نے ان کے پاس سے کوئی پیکٹ نکال دیا تو میں آپ کی تعریف کیے بغیر نہیں رہوں گا"۔

"بہت بہت شکریہ جناب"۔

اب وہ آگے بڑھے اور ان کی تلاشی لینا شروع کی۔

"انسپکٹر کامران مرزا... یہ تم اچھا نہیں کر رہے... اور مجسٹریٹ صاحب آپ بھی اپنے حق میں کانٹے بو رہے ہیں"۔

"کیا مطلب... میں نے کیا کیا ہے... اور آپ مجھے دھمکی کس طرح دے سکتے ہیں... جب کہ میں صرف اپنی ڈیوٹی دے رہا ہوں... اپنی ڈیوٹی سے باہر میں نے کوئی کام نہیں کیا... آپ لوگ اس بات کے گواہ ہیں نا"۔ اس نے فوراً اپنے آدمیوں کی طرف دیکھا۔

"بالکل جناب! کیوں نہیں"۔

"بلکہ ہم بھی گواہ ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"آپ جلدی جلدی تلاشی لیں... ورنہ پھر یہاں کوئی اور آئے گا"۔

"اوہ ہاں! یہ صاحب فون کر چکے ہیں کسی کو"۔

اچانک سرڈونگا کی جیب سے ہیروئن کا ایک پیکٹ نکل آیا۔

"لیجئے جناب! میں نے اپنا دعویٰ سچا ثابت کر دکھایا... ان کے پاس سے بھی ایک پیکٹ نکل آیا"۔

"یہ... یہ کیا"۔ سرڈونگا دھک سے رہ گیا۔

"کیا ہوا جناب؟"

"کک... کیا تم مداری ہو؟" سرڈونگا نے چلا کر کہا۔

"آپ نے اب مجھے مداری کہہ دیا... یہ کیا بات ہوئی بھلا؟"



"مگر تم نے یہ کمل کس طرح دکھا دیا... ہماری جیبوں سے ہیروئن کے پیکٹ نکال کر دکھا دیے... یہ پیکٹ تو تم لوگوں کی جیبوں میں تھے"۔

"آپ نے سنا مجسٹریٹ صاحب... یہ صاحب کیا فرما رہے ہیں... گویا آپ سب اتنا بھی نہیں دیکھ سکے کہ میں کوئی مداری کا کھیل دکھا رہا ہوں... ہے کوئی تک"۔

"آپ کوئی خیال نہ کریں... یہ صاحب اپنے حواس میں نہیں ہیں... ہیروئن کا کاروبار خود کرتے ہیں اور الزام دوسروں کو دیتے ہیں"۔ مجسٹریٹ نے منہ بنایا۔

"کیا کہہ رہے ہیں مسٹر... آپ کو اپنے ان الفاظ پر پچھتانا پڑے گا... یہ لوگ فراڈ ہیں... چار سو بیس ہیں... مداری ہیں"۔

"نہیں... ایسی کوئی بات نہیں... ابھی تک ان کی ایک بات بھی فراڈ ثابت نہیں ہوئی"۔

"کیا اب ہم لوگ جا سکتے ہیں... ہمارے جہاز کا وقت تو ہو چکا ہے"۔

"اوہ ہاں... ضرور... کیوں نہیں"۔

"انہیں جانے نہ دیجئے گا... ورنہ"۔ اس نے دھمکی آمیز انداز میں کہا۔

"لیجئے... یہ صاحب تو اب آپ کو دھمکی دینے پر اتر آئے

ہیں.... میرا خیال ہے.... ہم چلتے ہیں"۔

"ہاں ٹھیک ہے.... آپ تو چلیں.... ان سے میں نبٹ لوں گا"۔

وہ باہر نکلے.... اسی وقت انہوں نے سامنے سے ملٹری آفیسرز کو آتے دیکھا۔

"آؤ جلدی کرو.... ورنہ ہم پھنس جائیں گے"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

☆○☆



# تعاقب

وہ بلا کی رفتار سے ہوٹل سے باہر آ گئے.... آن کی آن میں ایک ٹیکسی میں بیٹھے اور ایئرپورٹ پہنچ گئے.... پھر انہیں اپنے جہاز میں پہنچنے میں چند منٹ لگے.... دور سے ہی انہوں نے اپنے پائلٹ کو اشارہ کیا۔

"کیا آپ تیار ہیں.... ایئرپورٹ کی طرف سے آپ کو اجازت مل چکی ہے"۔

"ہاں! میں ان سے اجازت لے چکا ہوں"۔

"بہت خوب! بس پھر جس قدر جلد ہو سکے.... نکل چلیں.... ورنہ کوئی دم میں ہماری گرفتاری کا حکم آنے والا ہے.... اور ایئرپورٹ کی پولیس جہاز کی طرف دوڑ رہی ہو گی"۔

"اوہو اچھا"۔ پائلٹ گھبرا گیا.... وہ جہاز میں بیٹھ گئے.... جہاز پہلے ہی سٹارٹ تھا اور رن وے پر تیار کھڑا تھا.... ان کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو گیا.... اور جہاز رن وے پر سرکنے لگا.... اسی وقت دور سے انہوں نے پولیس والوں کو بھاگتے دیکھا۔

"وہ آ رہے ہیں... رفتار تیز کر دیں"۔

"اب آپ فکر نہ کریں... ہم ان کے ہاتھ نہیں آئیں گے"۔ پائلٹ نے کہا۔

ادھر پولیس والے انہیں رکنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ ان کی رفتار لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی گئی... یہاں تک کہ جہاز فضا میں بلند ہو گیا... پولیس والے رک کر اوپر دیکھتے رہ گئے۔

"لیکن ابا جان... فائدہ کیا ہوا... ہم تو اس عینک کے چکر میں آئے تھے"۔

"اور عینک ہم نے حاصل کر لی ہے... یہ دیکھو... یہ رہا پیکٹ"۔

انہوں نے جیب سے عینک والا پیکٹ نکال کر دکھا دیا۔

"اور یہ آپ نے کب نکالا مسٹر ڈونگا کی جیب سے؟"

"جب میں نے اس کی جیب میں ہیروئن کا پیکٹ رکھا۔ اصل میں تلاشی لینے کے بہانے انہوں نے ہماری جیبوں میں ہیروئن کے پیکٹ رکھ دیئے تھے... لیکن ساتھ ہی ہم نے پیکٹ الٹا ان کی جیبوں میں رکھ دیئے... ایک پیکٹ ڈونگا کی جیب میں بھی رکھ دیا گیا تھا۔ اس پیکٹ کے ساتھ میں نے عینک والا پیکٹ بھی نکال لیا تھا۔ مطلب یہ کہ پولیس نے پیکٹ ہماری جیبوں میں رکھے تھے... تلاشی کے بہانے... ہم نے ساتھ ہی وہ ڈونگا اور اس کے ساتھیوں کی جیبوں میں



ڈال دیئے۔ تلاشی دینے کے بہانے ادھر ادھر تو ہمیں ہونے کا موقع ملا تھا"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔

"بہرحال... تم تینوں نے بھی کمال کر دیا۔ یعنی میرے ساتھ تم نے بھی پوری مہارت سے یہ کام کیا۔ لہٰذا میں تم لوگوں کو داد دیتا ہوں"۔

"لیجئے... دی بھی تو کیا چیز۔ جب کہ اس چیز کی ضرورت صرف شاعروں کو ہوتی ہے"۔

اور وہ مسکرا دیے۔

"ویسے انکل... آپ اس پیکٹ کو بھی اب کھول کر دیکھ ہی لیں۔ آخر وہ کیسی عینک ہے"۔

"میں نے سوچا تھا... گھر پہنچ کر دیکھ لیں گے"۔

"اس طرح ہم اس وقت تک سسپنس میں مبتلا رہیں گے"

"اچھی بات ہے... تم کہتے تو پھر یونہی سہی"۔

"لیکن سر... میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا"۔ پائلٹ نے بوکھلا کر کہا۔

"کیا مطلب... آپ کس کا مشورہ نہیں دیں گے۔

"اس کا... کہ آپ اس پیکٹ کو جہاز میں کھولیں... کہیں اس میں سے کوئی دھماکا خیز چیز نہ ہو اور اس طرح جہاز کو کوئی نقصان نہ پہنچ

جائے... آگ نہ لگ جائے"۔

"بات معقول ہے... بھئی ہم سسپنس میں رہ لیتے ہیں... خطرہ مول نہیں لیتے"۔ وہ مسکرائے۔

"ٹھیک ہے انکل"۔ آصف نے فوراً کہا۔

اور پھر وہ اپنے ملک کے ایئرپورٹ پر خیریت سے پہنچ گئے... لیکن فوراً ہی دو ملٹری آفیسران کی طرف بڑھے۔

"یا اللہ رحم"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"سر... صدر صاحب کا پیغام ہے آپ کے لیے"۔

"اچھا... کیا پیغام ہے"۔

"وہ آپ کو یاد فرما رہے ہیں... ان کی ہدایت ہے... کہ جونہی آپ اتریں... پہلے ان کے پاس پہنچیں"۔ ایک نے کہا۔

"مطلب یہ کہ ہم پہلے اپنے گھر بھی نہ جائیں"۔

"نہیں سر... وہ آپ سے فوری ملنا چاہتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ اسی وقت ایوان صدر پہنچے... ان کے حصے میں ملک کے نائب صدر ایوان میں ہوتے تھے... وہ انہیں دیکھ کر مسکرائے۔

"انسپکٹر کامران مرزا... یہ کیا ہنگامہ ہے؟"

"آپ کا اشارہ کس ہنگامے کی طرف ہے سر؟"

"یہ سارا ہنگامہ... آپ کا پرائیویٹ جہاز سے ایک ملک کے



ایئرپورٹ پر اترنا... وہاں ایک ہوٹل میں جانا... ہوٹل میں آپ کی گرفتاری کا پروگرام... لیکن آپ دوسروں کو گرفتار کرا کے... بازی پلٹ کے آ گئے... آپ کے وہاں سے چلے آنے کے بعد مجسٹریٹ کی میعت آ گئی... وہ اب گرفتار ہو چکا ہے"۔

"کیا مطلب... اس بے چارے کا کیا قصور؟"

"حکومت نے اسے اس جرم میں گرفتار کیا کہ اس نے حکومت کی ہدایات پر عمل نہیں کیا... اسے ہدایات دی گئی تھیں... کہ آپ لوگوں کو گرفتار کرنا ہے... لیکن اس نے الٹا سر ڈونگا اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا"۔

"پہلے تو یہ بتائیں سر... آپ نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟"

"اسی واقعے کی تفصیلات جاننے کے لیے"۔

"اوہ اچھا... تو پھر ہم آپ کو تفصیلات سنا دیتے ہیں... لیکن یہ تفصیلات سنانا ہوں گی انشارجہ میں قیام سے"۔

"چلو وہیں سے سنا دو"۔

انہوں نے ساری کہانی سنا دی... وہ سنتے رہے... مسکراتے رہے... پھر ان کے خاموش ہونے پر انہوں نے کہا۔

"اور وہ پیکٹ کہاں ہے؟"

"اس وقت میری جیب میں ہے"۔

"میں دیکھنا چاہتا ہوں... اس میں کیا ہے... جس کی خاطر یہ اتنا

بڑا ہنگامہ ہوا ہے۔۔۔ سر ڈولنا جیسے آدمی نے منہ کی کھائی ہے"۔

"جی بہتر۔۔۔ یہ رہا"۔ انہوں نے کہا اور جیب سے پیکٹ نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔

"اس کو کھول ڈالو کامران مرزا"۔

"جو حکم۔۔۔ لیکن پہلے جائزہ لے لینا چاہیے۔۔۔ ہم کسی خطرے سے دوچار تو نہیں ہو سکتے"۔

"بھئی یہ ایوان صدر ہے۔۔۔ یہاں کیسا خطرہ"۔

پھر بھی سر۔۔۔ آپ اطمینان کر لیں"۔

اچھی بات ہے"۔

اور پھر باہر کے حالات کا جائزہ لیا گیا۔۔۔ سب کچھ ٹھیک تھا۔ کہیں کوئی گڑبڑ نہیں تھی۔۔۔ آخر کار پیکٹ کو کھولا گیا۔۔۔ اس میں سے بالکل سیاہ شیشوں کی ایک عینک نکلی۔۔۔ پہلے انسپکٹر کامران مرزا نے اس کو آنکھ سے لگایا۔۔۔ کچھ دکھائی نہ دیا۔

"یہ شیشے تو بالکل اندھے ہیں۔۔۔ عینک لگا کر سامنے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا"۔

"لو ہو اچھا"۔

پھر سب نے باری باری عینک لگا کر دیکھی۔

"اس کا راز اب کیسے معلوم ہو؟" آصف بے چین ہو گیا۔

"ہم اسے لے جا رہے ہیں۔۔۔ کسی ماہر سے چیک کرائیں گے



سر" اس طرح جو کچھ معلوم ہو گا۔۔۔ آپ کو بتا دیں گے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

وہ وہاں سے نکلے اور گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

"آ گئی مصیبت"۔ فرحت کے منہ سے نکلا۔

"کیا مطلب۔۔۔ کہاں ہے مصیبت؟" آصف بولا۔

"ہمارا تعاقب ہو رہا ہے۔۔۔ ایوان صدر کے باہر سے ہی ایک نیلی گاڑی ہمارے پیچھے لگ گئی تھی"۔

"اوہ۔۔۔ اب۔۔۔ اب کیا ہو گا۔۔۔ اس وقت ہمارے پاس وہ بھی ہے"۔ فرحت نے بوکھلا کر کہا۔

"بس ڈر گئیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"لیکن انکل۔۔۔ اس میں اس بے چاری کا بھی کیا قصور"۔ آصف مسکرایا۔

"کس میں کس کا کیا قصور؟" آفتاب بولا۔

"گھبرانے کے سلسلے میں۔۔۔ ان معاملات میں تو اچھے اچھے گھبرا جاتے ہیں"۔

"گھبرا جاتے ہوں گے۔۔۔ ہم ان میں سے نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ بنایا۔

اور پھر انہوں نے پیکٹ کو گاڑی میں ایک جگہ چھپا دیا۔

"کیا ایسا کرنا درست ہو گا انکل"۔ فرحت بولی۔

"کیا کرتا؟" انہوں نے پوچھا۔

"اس کو کار میں چھپانا... اگر انہوں نے ہماری گاڑی کو ریم بم سے اڑا دیا تو"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا... جس چیز کے لیے یہ لوگ مارے مارے پھر رہے ہیں... اس چیز کو تباہ کر دیں گے"۔ آفتاب نے اسے گھورا۔

"فرحت نے ٹھیک کہا ہے... ایسا ہو سکتا ہے"۔

"کک... کیا... آپ بھی اس کا ساتھ دینے لگے"۔

"تب پھر اسے اپنے پاس رکھ لیں"۔

انہوں نے پیکٹ پھر اپنے کپڑوں میں چھپا لیا اور رفتار تیز کر دی... پیکٹ کی حفاظت کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ان سے پیچھا چھڑا جائے... جونہی انہوں نے رفتار بڑھائی... نیلی کار کی بھی رفتار بڑھ گئی... یہ دیکھ کر انہوں نے رفتار اور تیز کر دی... ادھر نیلی کار کی رفتار اور تیز ہو گئی۔

پھر تو تیز رفتاری کا گویا مقابلہ شروع ہو گیا... انسپکٹر کامران کی سر توڑ کوشش کے باوجود درمیانی فاصلہ نہ بڑھ سکا... اور آخر وہ تک پہنچ گئے... اسی وقت انہوں نے نیلی کار کو گھر تک آتے دیکھا وہ دوڑ کر اندر پہنچے اور دروازہ بند کر لیا۔

"اف توبہ... کار چلانے کا اتنا ماہر میں نے آج تک نہیں دیکھا... یعنی میں اپنی پوری کوشش کے باوجود درمیانی فاصلہ تک



نہیں کر سکا"۔

"اور اب وہ باہر موجود ہے"۔

"موجود ہی نہیں... وہ اندر آنے کی پوری کوشش کریں گے"۔

اسی وقت دستک ہوئی۔

"دیکھا... میں نے کہا تھا نا"۔ یہ کہہ کر وہ بلند آواز میں بولے۔

"آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

"وہ پیکٹ جو آپ نے سرڈونگا سے حاصل کیا ہے"۔

"تمہیں اس پیکٹ کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟"

"اس پیکٹ کی ضرورت... کیا بات کرتے ہیں... اس کی ضرورت تو اب ہر کسی کو پڑنے والی ہے"۔

"آخر کیوں؟" وہ بولے۔

"ہمیں اندر آنے دیں... ہم بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں... یہ ٹھیک آپ کے کسی کام کی نہیں ہے... ویسے تو فی الحال یہ ہمارے کام بھی نہیں ہے"۔

"تب پھر کیوں پریشان ہو رہے ہیں؟"

"مجبوری ہے... ہمیں یہ ہر حال میں حاصل کرنے کا حکم ہے"۔

"اگر ہم دروازہ نہ کھولیں"۔

"تو ہم بم مار کر دروازہ اڑا دیں گے... بلکہ اس طرح گھر کو بھی زبردست نقصان پہنچے گا"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ کیا واقعی تمہارے پاس بم ہے"۔ انہوں نے کہا' ساتھ ہی انہوں نے آصف کو اشارہ کر دیا تھا۔۔۔ وہ اندر گیا اور وائرلیس کے نمبر ملا کر صورت حال بتانے لگا۔

"ہم ابھی آ رہے ہیں۔۔۔ آپ لوگ فکر نہ کریں"۔ سب انسپکٹر شاہد نے کہا۔

"شکریہ"۔ اس نے کہا اور پھر دروازے پر پہنچا۔۔۔ وہاں ابھی تک مکالمہ جاری تھا۔

"اچھا۔۔۔ ہمیں غور کرنے دیں"۔

"اس طرح آپ وقت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ لیکن اس سے بھی کچھ نہیں ہو گا"۔

"کس سے کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ تم صاف صاف بات کرو"۔

"اگر یہاں پولیس آ گئی۔۔۔ تو وہ بھی آپ کے کسی کام نہیں آ سکے گی۔۔۔ نہ ہمیں گرفتار کیا جا سکے گا۔۔۔ کیونکہ ہمارے نزدیک آنے والا بھی بھک سے اڑ جائے گا۔۔۔ ہم نے اپنے جسموں سے ریموٹ کنٹرول بم باندھ رکھے ہیں اور ریموٹ ہمارے ہاتھ میں ہیں"۔

"نن نہیں"۔ وہ مارے خوف کے بولے۔

"یقین نہیں۔۔۔ تو اوپر چھت پر کسی کو چڑھ کر دیکھنے کے لئے کہیں"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ آفتاب تم اوپر جاؤ اور دیکھو۔۔۔ ان کے پاس واقعی



بم ہیں یا گیدڑ بھبکیاں دے رہے ہیں"۔

"جی بہتر" اس نے کہا اور اوپر کی طرف دوڑ لگا دی۔

آفتاب اوپر پہنچا۔۔۔ اس نے نیچے دیکھا۔۔۔ وہ چار تھے۔۔۔ اور چاروں کے جسموں سے بم بندھے ہوئے تھے۔۔۔ ہاتھوں میں ریموٹ کنٹرول آلے بھی نظر آئے۔۔۔ وہ کانپ گیا۔۔۔ اس طرح تو وہ اپنے ساتھ انہیں بھی لے ڈوبتے۔۔۔ وہ تیزی سے نیچے آیا۔

"ان کا بیان درست ہے"۔

"ہوں! اس کا مطلب ہے۔۔۔ ہمیں دروازہ کھولنا ہی ہو گا"۔

"بالکل"۔ باہر سے کہا گیا۔

انہوں نے پیکٹ فوراً فرحت کے حوالے کر دیا اور اشارے میں کہا۔

"اب یہ تمہارے حوالے۔۔۔ جو چاہو کرو"۔

فرحت فوراً اندر کی طرف سرک گئی۔۔۔ ادھر انہوں نے بلند آواز میں کہا۔

"کیا خیال ہے۔۔۔ دروازہ کھولنے سے پہلے ہم ذرا کپڑے تبدیل کر لیں"۔

"وقت حاصل کر کے بھی آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا"۔

"چلئے ہمیں کچھ تو کرنے دیں"۔

"جو کرنا ہے کر لیں۔۔۔ پیکٹ کو جہاں چھپانا ہے۔۔۔ چھپا لیں۔۔۔

وہ آپ خود اپنے ہاتھوں سے نکال کر دیں گے... کیونکہ اس وقت آپ کے مقابلے میں..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"اس وقت ہمارے مقابلے پر... کیا مطلب ... کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"اندر آ کر بتائیں گے... اس وقت آپ کے مقابلے میں کون لوگ ہیں"۔

"اوہ اچھا... کیا کوئی خاص لوگ ہیں آپ لوگ"۔ آصف نے بوکھلا کر کہا۔

"کوئی ایسے ویسے... دیکھ کر سٹی گم ہو جائے گی"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے آفتاب کی طرف دیکھا... پھر بولے۔

"میرا بیٹا تم لوگوں کو اوپر سے دیکھ آیا ہے... اس کی [illegible] تو گم نہیں ہوئی... اس کے پاس موجود ہے"۔

"ابھی ہم نے اپنے نام نہیں بتائے... ویسے بھی ہم میک اپ میں ہیں"۔

"وہ نہیں"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"کیا ہوا؟"

"نک... نہیں آپ... وہ تو نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"نہیں... ہمارے نام وہ نہیں ہیں... کچھ اور ہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔



"آخر فرحت واپس آ گئی... اس نے بتایا کہ وہ پیکٹ کا انتظام کر آئی ہے... ادھر باہر سب انسپکٹر شاہد پہنچ گیا۔

"خبردار... تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو"۔ انہوں نے اس کی آواز سنی۔

"ہاتھ تو تم اوپر اٹھواؤ گے بھئی"۔ ان میں سے ایک نے چہک کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"قریب آ کر دیکھ لو... ڈرنے کی ضرورت نہیں... ہم تمہیں کھائیں گے نہیں"۔

"میں اور تم لوگوں سے ڈروں گا... دھت"۔ شاہد نے جل کر کہا اور پھر ان کی طرف بڑھا۔

"یہ دیکھ لو... یہ کیا ہیں"۔

"بم... بم"۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"بم... بم... دو بار نہیں... چار بار کہو سب انسپکٹر... ہم چار ہیں... اور چاروں بم بندھے ہیں ہمارے جسموں سے"۔

"نن... نہیں... نہیں"۔ شاہد چلا اٹھا۔

"یہ چاروں ریموٹ کنٹرول ہیں... ان کے ریموٹ آلے ہمارے ہاتھوں میں ہیں... اگر ہم میں سے صرف ایک بھی کسی ایک آلے کا بٹن دبا دے... تو ہم چاروں سمیت تم سب بھی فضا میں اڑ ہو

گے۔ اور انسپکٹر کامران مرزا کا یہ گھر ملبے کا ڈھیر بن جائے گا۔ پھر اس ملبے میں سے ان کی لاشیں نکالنا پڑیں گی"۔

"لیکن اس سے تم لوگوں کو بھی تو کچھ حاصل نہیں ہو گا"۔ شاہد نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام نہیں"۔ وہ ہنسا۔

"کیا مطلب۔ کیا فیصلہ کرنا میرا کام نہیں"۔ شاہد نے کچھ نہ سمجھ کر کہا۔

"یہ کہ ہمیں کچھ حاصل ہو گا یا نہیں"۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ مجھے اندر بات کرنے دو"۔

"ضرور کرو۔ صورت حال ہم واضح کر چکے ہیں"۔

سب انسپکٹر شاہد دروازے پر آ گیا۔

"سر۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ ہم سب اس وقت کس صورت حال سے دوچار ہیں"۔

شاہد کو اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ کھل گیا۔

☆○☆



## دھماکہ کر دو

"ارے! یہ کیا۔ مسٹر۔ دروازہ تو کھلا ہے"۔

"کیا۔ کیا۔ دروازہ کھلا ہے"۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں! ادھر میرا ہاتھ دروازے سے لگا۔ ادھر دروازہ کھل گیا"۔

"لیکن۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ دوسرا بولا اور دوڑ کر اندر داخل ہو گیا۔ پھر وہ اندر سے چلایا۔

"نہ نہیں۔ نہیں"۔

"کیا ہوا مسٹر فرینکن"۔ دوسرا چلا اٹھا۔

"وہ۔ انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے بچے اور بیوی۔ اندر نہیں ہیں۔ گھر خالی پڑا ہے"۔

"نہ نہیں۔ نہیں۔ سب انسپکٹر۔ کیا یہ لوگ چھت کے راستے فرار ہو سکتے تھے"۔

"وہ تو نہ جانے کتنے راستوں سے فرار ہو سکتے تھے"۔

"اوہ۔ اچھا۔ تب تو ہمیں چوٹ ہو گئی۔ اب ریموٹ

کنٹرول کا بٹن دبانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔۔۔ ان لوگوں کو تلاش کرنا ہو گا۔۔۔ آپ کا ہمیں گرفتار کرنے کا تو کوئی پروگرام نہیں ہے مسٹر"۔ تیسرے نے شوخ آواز میں کہا۔

"سن نہیں"۔ سب انسپکٹر شاہد گھبرا گیا۔

"تو پھر ہم جا رہے ہیں۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ ہم جیت کر بھی ہار گئے۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزا ہار کر بھی جیتے گئے۔۔۔ دمت تیرے کی۔۔۔ لیکن خیر کوئی بات نہیں۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزا سے اگر آپ کی ملاقات ہو۔۔۔ یا فون پر بات ہو تو انہیں بتا دینا۔۔۔ فرگین فور ان کے شہر میں آ چکے ہیں۔۔۔ یا تو پیکٹ حاصل کریں گے یا سب کچھ تباہ کر دیں گے۔۔۔ اگر انہوں نے آج شام ٹھیک پانچ بجے پیکٹ ہوٹل تھری سٹار کے کمرہ نمبر ۲۲ میں نہیں پہنچایا۔۔۔ تو پورا ہوٹل بھک سے اڑ جائے گا۔۔۔ اور اس میں جتنے لوگ ہوں گے۔۔۔ وہ سب بھک سے اڑ جائیں گے۔۔۔ اور ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا"۔

"یہ کیا بات ہوئی۔۔۔ آپ کا کچھ نہیں بگڑے گا۔۔۔ اور یہ فرگین فور کیا چیز ہیں"۔

"فرگین فور کے بارے میں انسپکٹر کامران مرزا سے پوچھ لینا۔۔۔ یا انسپکٹر جمشید سے۔۔۔ وہ ہمیں اچھی طرح جانتے ہیں۔۔۔ تم بھی جان جاؤ گے۔۔۔ یہ پورا شہر جان جائے گا۔۔۔ ہم سے ٹکر نہ لو۔۔۔ وہ پیکٹ ہمارے حوالے کر دو۔۔۔ اور بس۔۔۔ ہم تم سے اور کچھ نہیں چاہیں گے"۔



"ٹھیک ہے۔۔۔ تمہارا پیغام انہیں مل جائے گا"۔

اور وہ اپنی نیلی گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے"۔

"فرگین فور"۔ شاہد بڑبڑایا۔

"یہ کیا بلا ہے سر؟" اس کا ماتحت بولا۔

"پتا نہیں بھئی۔۔۔ پہلی بار سن رہا ہوں۔۔۔ سر جانتے ہوں گے۔۔۔ لیکن وہ تو اس وقت نہ جانے کہاں پہنچ چکے ہوں گے۔۔۔ ان کی ترکیب بہت خوب رہی۔۔۔ لیکن۔۔۔ کیا فائدہ۔۔۔ اب ہوٹل تھری سٹار کو بچانے کا معاملہ ہے۔۔۔ اس میں سینکڑوں انسان موجود ہیں"۔

اسی وقت پیچھے سے کسی نے ہلکی سی دھپ شاہد کے رسید کر دی۔

"کک۔۔۔ کون؟" وہ بوکھلا کر مڑا اور انسپکٹر کامران مرزا کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

"ارے! یہ کیا۔۔۔ آپ آپ اندر ہی تھے"۔

"ہاں تو اور کہاں چلے جاتے۔۔۔ میں نے سوچا۔۔۔ دروازہ کھول کر خفیہ جگہ چھپ جاتا ہوں۔۔۔ وہ خیال کریں گے کہ ہم چھتوں کے راستے فرار ہو گئے۔۔۔ لہٰذا یہاں سے لوٹ جائیں گے"۔

"لوٹ تو وہ گئے۔۔۔ لیکن دھمکی کیا دے گئے ہیں۔۔۔ اس پر غور کر لیں"۔

"میں ان کی دھمکی سن چکا ہوں۔۔۔ تم ہوٹل کو فوراً خالی کرا

لو"۔

"اس سے کیا ہو گا؟"

"وہ صرف عمارت کو اڑا سکیں گے اور بس"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ ہم ابھی جاتے ہیں۔۔۔ اور اپنی نگرانی میں ہوٹل خالی کراتے ہیں۔۔۔ لیکن سر آخر ہم کتنی عمارات خالی کرائیں گے"۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔ یہ اس مسئلے کا حل نہیں ہے۔۔۔ لیکن اس طرح ہمیں کچھ وقت مل جائے گا"۔

"پھر بھی اس ہوٹل کی عمارت بہت بڑی ہے۔۔۔ پانچ کروڑ کا نقصان ہو جائے گا"۔

"اچھا۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔ مجھے سوچنے دو"۔

"بالکل ٹھیک"۔ وہ مسکرایا۔

سب سوچ میں ڈوب گئے۔۔۔ ایسے میں فرحت بولی۔

"ٹھیک ہے انکل۔۔۔ ہم پیکٹ ان کے حوالے کر دیں گے"۔

"آخر کیسے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"آیئے۔۔۔ اندر چل کر بات کرتے ہیں۔۔۔ آپ جایئے انکل۔۔۔ ہوٹل پہنچ جائیں۔۔۔ ہم آپ کو فون پر بتائیں گے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا"۔

"مجھے ٹرخا رہے ہیں۔۔۔ تاکہ میں آپ کی باتیں نہ سن سکوں"۔

"اسی میں بہتری ہے بھئی"۔ وہ مسکرائے۔



"ٹھیک ہے سر۔۔۔ ہم جا رہے ہیں"۔

وہ ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئے اور یہ لوگ اندر آ گئے

"تو یہ فرگین فور تھے۔۔۔ انشارجہ کے چار بڑے۔۔۔ جو ایک ساتھ رہتے ہیں۔۔۔ اور انسپکٹر جمشید کے مقابلے میں ایک بار کسی حد تک آ چکے ہیں۔۔۔ خیر۔۔۔ اب ان سے نبٹنے کا وقت آ گیا ہے"۔

"ہمیں جو کچھ کرنا ہے۔۔۔ جو سوچنا ہے۔۔۔ پانچ بجے سے پہلے پہلے۔۔۔ ورنہ ہوٹل اڑ جائے گا"۔

"نہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہو گا۔۔۔ فکر نہ کرو۔۔۔ ہاں فرحت۔۔۔ اب تم کیا کہتی ہو"۔

"ہم پیکٹ ان کے حوالے کر دیتے ہیں"۔

"واہ! کتنی زبردست ترکیب بتائی ہے۔۔۔ جو ہم میں سے کسی کے ذہن میں نہیں آ سکتی تھی"۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"تم سمجھے نہیں"۔ فرحت نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"تو تم سمجھا دو نا"۔

"ہاں ضرور۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ ہم ایک عدد نقلی بیگ بالکل اسی قسم کی ان کے حوالے کر دیتے ہیں۔۔۔ اسی طرح پیکٹ میں بند کر کے"۔

"اس سے کیا ہو گا۔۔۔ خطرہ کتنی دیر کے لیے ٹل جائے گا بھلا"۔

"اتنی دیر کے لیے تو مل جائے گا کہ ہم ہوٹل کا بچاؤ کر لیں گے"۔

"ایک ہوٹل کو ہم بچا لیں گے... چلو مان لیا... وہ کسی دوسری عمارت کو اڑانے کی دھمکی دے دیں گے... ذرا غور کرو فرحت... اس وقت کوئی ان کے نزدیک نہیں جا سکتا... انہیں کسی قسم کی دھمکی نہیں دی جا سکتی"۔

"بھول ہے تمہاری"۔ فرحت مسکرائی۔

"کیا مطلب... بھول ہے میری... کون سی بھول کی بات کر رہی ہو تم"۔ فرحت نے اسے گھورا۔

"انہیں دھمکی دی جا سکتی ہے... اور وہ ہماری دھمکی میں آئے ہیں"۔

"آخر کیسے... اور... وہ کیا دھمکی ہو گی"۔ آفتاب چلا اٹھا۔

"ہاہاہا... انکل! میں نے انہیں حیرت میں مبتلا کر دیا نا"۔

"نہ صرف انہیں بلکہ مجھے بھی"۔

"اوہ... خیر... میں بتا دیتی ہوں"۔

اور پھر اس نے اپنا منہ ان کے کان سے لگا دیا... وہ سن کر اچھل پڑے... پھر اس نے باری باری آفتاب اور آصف کو بھی ترکیب بتا دی۔

"بالکل ٹھیک فرحت... تو پیکٹ تیار کرتے ہیں... پھر ہمیں



دوسرا کام بھی کرنا ہے"۔

اور پھر وہ اپنے کام میں جٹ گئے... بالکل ویسا ہی ایک پیکٹ تیار کیا گیا... اس میں بالکل اسی جیسی ٹک رکھی گئی تھی... جب پیکٹ تیار ہو گیا تو اس کا جائزہ لیا گیا... اس میں اور اصل پیکٹ میں اب کوئی فرق نہیں رہ گیا تھا۔

"سب انسپکٹر شاہد کو فون کرو... اس کے ذریعے ریڈیو ٹی وی اور اس ہوٹل سے اعلان کرا دو... ہم پیکٹ ان کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہیں"۔

"جی بہتر"۔ وہ بولے۔

پھر ایسا ہی کیا گیا... فرنگین فوراً اپنے وقت پر ہوٹل پہنچ گئے... اعلان کے مطابق پیکٹ ان کے حوالے کر دیا گیا۔

"یہ ہے تو وہی پیکٹ نا"۔

"کھول کر دیکھ لیں"۔

"ہمیں پتا نہیں چلے گا... پیکٹ انشارج جائے گا... وہاں سے اس کے درست ہونے کی رپورٹ موصول ہو گی"۔ ایک فرنگین بولا۔

"ٹھیک ہے... آپ یہ انشارج بھیج دیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے پرسکون آواز میں کہا۔

"اگر یہ نقلی ثابت ہوا تو ہم آپ کو راستا بتا دیں گے"۔

"ٹھیک ہے... ضرور بتا دیجئے گا راستا"۔ وہ پرسکون آواز میں

بولے۔

"لیکن انکل... یہ بھی تو ہو سکتا ہے... یہ پیکٹ ہم تک بھی اصلی حالت میں نہ پہنچا ہو... ہو سکتا ہے... سر ڈونگا نے اسے تبدیل کر دیا ہو"۔ فرحت الجھن کے عالم میں بولی۔

"کیا مطلب؟"

"میں آپ کو تفصیل سنا دیتا ہوں... اگر آپ سننا پسند کرتے ہوں"۔

"ضرور... کیوں نہیں... سنائیے تفصیل"۔

انہوں نے سر ڈونگا کے ساتھ پیش آنے والے تمام واقعات دہرا دیئے... فرگین فور خاموشی سے سنتے رہے... ان کے خاموش ہونے پر ان میں سے ایک نے کہا۔

"سر ڈونگا کو اس معاملے میں ڈیوٹی سونپی گئی تھی تو پھر ہمیں کیوں بھیجا گیا"۔

"اس سوال کا جواب تو آپ اپنی حکومت سے لیں"۔

"وہ ہم لے لیں گے... فی الحال یہ پیکٹ وہاں بھیج رہے ہیں... اگر اس کے اصل ہونے کی رپورٹ موصول ہو گئی تو ٹھیک... ورنہ پھر آپ سے دو دو باتیں ہوں گی"۔

"ضرور... کیوں نہیں"۔ وہ مسکرائے۔

اور وہ وہاں سے ہٹ آئے۔



"تم تینوں اپنا کام کرو گے... میں اپنا کام کرنے کے لیے روانہ ہو رہا ہوں"۔

"ٹھیک ہے انکل... اللہ حافظ"۔

انہوں نے ہاتھ ہلا دیئے... وہ چلے گئے... جلد ہی فرگین فور کی گاڑی ایک سمت میں جاتی نظر آئی... فوراً ہی سادہ لباس والوں کی گاڑیاں حرکت میں آ گئیں... دو گاڑیاں اس سے آگے تھیں... دو پیچھے... اور ان سے پیچھے وہ تھے... تمام گاڑیوں کا آپس میں وائرلیس کے ذریعے رابطہ تھا... وہ ایک دوسرے کو صورت حال بتاتے رہے... اور آگے بڑھتے رہے... یہاں تک کہ شہر کے ایک کنارے پر واقع ایک بہت بڑے ہوٹل... ہوٹل طور میں وہ کار داخل ہو گئی۔

"ہوٹل بہت بڑا ہے... ہمیں جلدی کرنی چاہیے... ورنہ اس جگہ اگر وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو تلاش کرنا مشکل ہو جائے گا"۔

"ہوں ٹھیک ہے... لیکن اس سے پہلے ہمیں اپنے حلیوں میں کسی قدر تبدیلیاں کر لینی چاہیے"۔

تبدیلی کرنے کے بعد وہ ہوٹل میں داخل ہو گئے... لیکن وہاں فرگین فور کہیں بھی نظر نہ آئے... البتہ باہر ان کی نیلی کار موجود تھی... وہ سیدھے کاؤنٹر پر آئے۔

"دیکھئے ہمیں فرگین فور سے ملنا ہے... ان کے کمروں کے نمبر بتا سکتے ہیں آپ؟"

"نہیں... ان کی ہدایت ہے... ان کے کمروں کے نمبر کسی کو نہ بتائے جائیں... انشارجہ کے سفیر صاحب کی ہدایات بھی ہمیں موصول ہوئی تھیں... اور ان ہدایات پر ملک کے صدر کے بھی دستخط تھے... یعنی صدر صاحب کی تائید بھی انہیں حاصل ہے"۔ کاؤنٹر مین نے جلدی جلدی بتایا۔

"اوہ... تب تو کام مشکل ہو گیا... اچھا ذرا یہ ہمارے کارڈ دیکھ لیں"۔

کارڈ دیکھ کر وہ چونکا۔

"لیکن آپ کے حلیوں کو کیا ہوا؟"

"ہم نے تبدیل کر رکھے ہیں"۔

"اوہ! لیکن اب میں کیا کروں"۔

"یہ مسئلہ بھی ہے... اچھا آپ ایسا کریں... کمروں کے نمبر نہ بتائیں... صرف منزل کا نمبر بتا دیں... وہ کون سی منزل پر ہیں... ہم ان کا تعاقب کرتے ہوئے آئے ہیں... لہٰذا منزل تک تو آدمی تعاقب کرتا ہوا بھی پہنچ سکتا ہے"۔

"اچھی بات ہے... لیکن آپ کے ساتھ انسپکٹر صاحب نظر نہیں آ رہے"۔

"وہ اس وقت دوسری طرف مصروف ہیں"۔

"اوہ اچھا... چھٹی منزل پر چلے جائیے... لیکن میرا نام ہرگز نہ



آئے"۔ اس نے دبے لہجے میں کہا۔

"ہرگز نہیں... آپ بے فکر رہیں"۔

اور پھر وہ چھٹی منزل پر پہنچ گئے... انہوں نے برآمدے طے کرنے شروع کیے... ادھر سے ادھر گئے... ادھر سے ادھر... لیکن اس طرح بھلا کمروں کے بارے میں معلوم ہو سکتا تھا... آخر فرحت نے کہا۔

"آصف تم نیچے جاؤ"۔

"اس سے کیا ہو گا... کیا ان کا سراغ مل جائے گا"۔

"جو کہہ رہی ہوں... وہ کرو"۔ وہ سخت لہجے میں بولی۔

"تم مجھے حکم دینے والی ہو کون؟"

"فرحت"۔ وہ مسکرائی۔

"معقول جواب ہے"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"تم چپ رہو"۔

"اچھا آفتاب تم جاؤ"۔

"اور میں کیوں جاؤں... ہے کوئی تک"۔

"پتہ نہیں... تک ہے یا نہیں... بس تم چلے جاؤ"۔

"اچھا چلا گیا... آگے کہو"۔

"ان کی کار کے پاس قدموں کے نشانات کو غور سے دیکھو... پھر ہم ہر دروازے پر قدموں کے نشانات دیکھیں گے"۔

"ترکیب اچھی ضروری ہے..... لیکن ضروری نہیں کہ نشانات نظر آ جائیں..... اور یہاں برآمدے کے فرش پر تو نظر آنا اور بھی مشکل ہیں"۔

"تم جاؤ تو سہی"۔ اس نے منہ بنایا۔

آفتاب بھی برے برے منہ بناتا چلا گیا۔

"تم سے تو بہتر تھا..... میں ٹی ایس ایم کو ساتھ لے آتی..... بھاگ بھاگ کر کام کرتا"۔

"تو تمہیں بھاگ بھاگ کر کام کرنے والے پسند ہیں"۔

"ہاں..... بالکل"۔

"اس ہوٹل کے بیرے بھی بھاگ بھاگ کر کام کرتے ہیں"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا"۔ فرحت نے اسے گھورا۔

"میں نے تو ایک بات کہی ہے..... اس میں دماغ چلنے نہ چلنے کی کون سی بات ہے"۔

"اگر اسی طرح دماغ چاٹتے رہے تو میرا دماغ ضرور چل جائے گا"۔ وہ جھلا اٹھی۔

"کوئی بات نہیں..... بازار میں وہی چیز اچھی خیال کی جاتی ہے ..... جو چل جائے"۔

"حد ہو گئی"۔ فرحت نے تلملا کر کہا۔

اور پھر آفتاب آتا نظر آیا..... اس کے چہرے پر جوش تھا۔



"معلوم ہوتا ہے..... کچھ دیکھنے میں کامیاب ہو گئے ہو"۔

"ہاں! کیوں نہیں"۔

"تو پھر شروع کرو"۔

وہ ایک ایک دروازے کے پاس غور سے دیکھتے ہوئے گزرنے لگے۔ کسی کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آتی تو وہ سیدھا ہو کر آگے بڑھ جاتا۔ یا کوئی بیرا گزرنے لگتا تو بھی یہی کرتا..... اس طرح وہ آگے بڑھتے رہے..... آخر ایک کمرے کے دروازے پر آفتاب چونک اٹھا اور اس نے اشارے میں کہا۔

"وہ اس کمرے میں ہیں"۔

اب وہ وہاں سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو گئے..... وقت گزرتا رہا۔ وہ بور ہوتے رہے..... آخر خدا خدا کر کے تین گھنٹے بعد اس کمرے کا دروازہ کھلا اور فرگین فور نیچے جاتے نظر آئے..... وہ انہیں جاتے ہوئے دیکھتے رہے..... جب وہ لفٹ کے ذریعے نیچے چلے گئے تو وہ آگے بڑھے..... اور ماسٹر چابی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے..... انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا..... پھر جلدی جلدی کمرے کی تلاشی شروع کی..... ایک سوٹ کیس میں انہیں چار ریموٹ کنٹرول بھی نظر آ گئے..... اب تو ان کے اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے نیچے رہ گئے..... بم بالکل اصلی تھے..... اور بہت بڑے تھے..... واقعی اگر یہ پھٹ جاتے تو بہت زبردست تباہی ہوتی۔

انہوں نے اپنا کام شروع کیا... وہ تقریباً آدھ گھنٹے تک وہاں مصروف رہے... اور پھر باہر نکل آئے... انہوں نے اسی طرح تالا لگا دیا اور نیچے کا رخ کیا... انہوں نے ایک احتیاط یہ کی کہ باہر جانے کے لیے پچھلا راستا اختیار کیا... لیکن اس طرف دو مسلح پہرے دار موجود تھے... انہیں دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ چونک اٹھے۔

"اس طرف سے کیوں جانا چاہتے ہیں... کیا ہوٹل میں چوری کی ہے؟" ایک نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جی نہیں"۔

"تلاشی دو"۔

"لے لیں بھائی... آپ تلاشی لے لیں"۔

انہوں نے تلاشی لی... اور ان کی جیبوں میں پستول دیکھ کر دھک سے رہ گئے۔

"اس عمر میں پستول پاس رکھتے ہو... ان کے لائسنس بھی تمہارے پاس نہیں ہو سکتے... اس لیے کہ اس عمر میں لائسنس نہیں بنتے"۔

"لائسنس تو خیر ہم دکھا سکتے ہیں... لیکن ہم جلدی میں ہیں... آپ ہمارے یہ کارڈ دیکھ لیں"۔

"کارڈ... کیسے کارڈ"۔

انہوں نے کارڈ دکھا دیے... اور وہ چونک کر سیدھے ہو گئے۔



"جائیے صاحب اور ہمیں معاف بھی کر دیجئے گا"۔

"اس میں آپ کا کیا قصور... آپ نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے"۔

"شکریہ"۔ وہ بولے۔

اور وہ ہوٹل سے نکل آئے... مگر آئے تو ابھی انسپکٹر کامران مرزا نہیں لوٹے تھے... اور لوٹ بھی کیسے سکتے تھے... ان کے حصے میں جو کام آیا تھا... وہ تو بہت لمبا تھا... دوسرے دن ان کی واپسی ہوئی... ایسے میں فرنگین فور کا اعلان انہوں نے سنا... اعلان پورے شہر میں گونج رہا تھا... اور الفاظ یہ تھے۔

انسپکٹر کامران مرزا نے ہمیں دھوکا دیا... اس نے نقلی پیکٹ ہمارے حوالے کیا... اب یا وہ اصل پیکٹ ہمارے حوالے کرے گا... یا ہم ہوٹل تھری سٹار اڑائیں گے... آج شام ٹھیک چھے بجے... ہوٹل بھک سے اڑ جائے گا ہم بھی وہاں موجود ہوں گے... اگر انسپکٹر کامران مرزا میں ہمت ہے تو آجائے سامنے"۔

اسی شام وہ ہوٹل کے سامنے پہنچ گئے... ہوٹل کے چاروں طرف لوگوں کا ہجوم تھا... چونکہ آج کے اخبارات میں یہ ساری کہانی چھپ گئی تھی... اس لیے ہر طرف اس خبر کا چرچا تھا اور فرنگین فور کے اعلان کی دھوم تھی... ساتھ ہی لوگ خوف زدہ بھی تھے... ہوں

کے دھماکوں کی زد میں دوسرے لوگ بھی آسکتے تھے... اس کے باوجود وہ لوگ وہاں موجود تھے۔

آخر ٹھیک پونے پانچ بجے فرنگین نور کی کار وہاں آکر رکی لوگ انہیں دیکھ کر کائی کی طرح چھٹنے لگے... ہوٹل سے دور ہونے لگے... ہوٹل کے دروازے پر پہنچ کر ایک فرنگین نے سپیکر پر اعلان کیا۔

"کہاں ہیں انسپکٹر کامران مرزا... اب وہ ہوٹل کی تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں"۔

"میں یہاں ہوں... لیکن تم چاروں دھماکا نہیں کر سکو گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا ان کے سامنے آگئے۔

"کیوں... کیوں دھماکا نہیں کر سکیں گے... ہمیں کون ۔ کے گا... دھماکا کرنے سے"۔

"کوئی نہیں روکے گا... تم خود رک جاؤ گے"۔

"کیا مطلب"۔

"مطلب صاف ہے... بالکل صاف... تمہارا ایک بچہ میری قید میں ہے... ادھر ہوٹل کی عمارت بم دھماکے سے اڑے گی... ادھر تمہارے بچے کے جسم کے پرخچے اڑیں گے... اس کے جسم کے ساتھ بھی ریموٹ بم باندھ دیا گیا ہے... اور میرے ایک ماتحت کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول آلہ ہے... بس اس کے بٹن دبنے کی دیر ہے... پھر وہی ہو گا... جو میں نے کہا ہے"۔



"یہ جھوٹ ہے... تم اس قدر جلد انشارجہ میں کیسے اور ہم میں سے ایک کا بچہ بھی لے آئے... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"بس ہو گیا ہے... جیسے بھی ہوا ہے... آپ اپنے گھر فون کر کے معلوم کر لیں... بچہ غائب ہے یا نہیں... پھر اگر تم کہو گے تو ہم تمہیں بچہ بھی دکھا دیں گے... بچہ تیرے فرنگین کا ہے"۔

"نن نہیں"۔ تیسرا فرنگین کانپ گیا۔

اور پھر اس نے وہاں فون کیا... ادھر سے فوراً انسپکٹر کامران مرزا کے بیان کی تصدیق ہو گئی... اب تو ان کے رنگ اڑ گئے۔

"نن نہیں... نہیں"

"اب اڑاؤ ہوٹل"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"نن نہیں... میرے بچے کو چھوڑ دیا جائے"۔ تیسرا فرنگین چلا اٹھا۔

"تو آپ ہمارے ملک سے نکل جائیں... اس پیکٹ کا خیال دل سے نکال دیں"۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... کچھ دیر کھسر پھسر کرتے رہے' آخر کار ان میں سے ایک نے کہا۔

"ٹھیک ہے... ہم بم دھماکا نہیں کرتے... بچے کو چھوڑ دیا جائے"۔

"نہیں جناب! آپ کو اپنے ملک جانا ہو گا... ہم ہمارے حوالے

کرتا ہوں گے۔۔۔ اس کے علاوہ ہم اور کوئی بات نہیں مانیں گے"۔

"او کے۔۔۔ ہم یہ بم نہیں چلائیں گے۔۔۔ لیکن یہ ہمیں ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے"۔

"یہ بھی نہیں ہو گا"۔

ایسے میں ہوٹل کا منیجر قریب قریب دوڑتا ہوا ایک فرنگن کے نزدیک پہنچا اور اس کے کان میں کچھ کہا۔۔۔ اس نے فوراً اندر کی طرف دوڑ لگا دی۔۔۔ جلد ہی اس کی واپسی ہوئی۔

"انسپکٹر کامران مرزا پروگرام بدل گیا ہے"۔

"کیا مطلب؟"

"اب بم دھماکا ہو گا"۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"ہمیں اپنے چیف کا پیغام ملا ہے۔۔۔ پیغام یہ ہے کہ اگر انسپکٹر کامران مرزا اصل پیکٹ نہ دیں تو دھماکا ضرور کیا جائے گا۔۔۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے"۔

"نن نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاہاہا۔۔۔ بازی پلٹ گئی نا"۔

"لیکن۔۔۔ تم۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ کوئی اپنے بچے کی قربانی دینے پر آمادہ ہو جائے"۔

"نہیں ہوتا نا۔۔۔ یہی تو مزا کی بات ہے۔۔۔ ہمارے چیف کی بھی



کیا بات ہے"۔

"کون ہے تمہارا چیف۔۔۔ اور اس کی بات کیا ہے؟" انسپکٹر کامران مرزا نے جل کر کہا۔

"ہمارا چیف انشارجہ کا صدر ہے۔۔۔ اس نے کہا ہے۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزا بدلے میں تمہارے بچے کی جان ہرگز نہیں لے گا۔۔۔ یہ اس کے اصول کے خلاف ہے۔۔۔ لہٰذا پیکٹ نہیں ملتا تو دھماکا کر دو"۔

وہ دھک سے رہ گئے۔

☆○☆

# پوری بات

فرگین فور کے صدر کی یہ بات بالکل درست تھی۔ انسپکٹر کامران مرزا... بم دھماکے کے بدلے میں بھی اس کے بیٹے کی جان نہیں لے سکتے تھے... وہ تو اسے صرف اس لیے اغوا کر لائے تھے کہ اس بہانے وہ فرگین فور کو دباؤ میں لے سکیں گے، لیکن اب معاملہ بالکل الٹ ہو گیا تھا اور ان کی یہ ترکیب بالکل رائیگاں گئی تھی۔

"اب... اب ہم کیا کریں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اب کرنا کرانا کیا ہے... بس پیکٹ ان کے حوالے کر دیں"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے... پیکٹ لے لیں... آپ دھماکا نہ کریں... لیکن پیکٹ لے کر آپ کم از کم ایک بات بدلے میں ضرور بتا دیں"۔ آخرکار وہ بولے... انداز تھکا تھکا سا تھا۔

"اور وہ کیا؟" فرگین فور ایک ساتھ بولے... ہنسے بھی۔

"یہ کہ اس پیکٹ میں ایسی کیا بات ہے؟"



"یہ بتانے کے بعد پھر پیکٹ کی اہمیت اور بڑھ جائے گی... نہیں ہم یہ نہیں بتا سکتے"۔ ایک فرگین نے کہا۔

"بتا نہیں سکتے... یا جانتے نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

وہ دھک سے رہ گئے... پیشانی پر بل بھی پڑ گئے... آخر ایک نے کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے... ہمیں نہیں معلوم... اس پیکٹ میں کیا خاص بات ہے... ہم نے چیف سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ اس کے بارے میں بتا دے... لیکن اس نے ہمارا مطالبہ پورا نہیں کیا"۔

"پھر بھی تم اس کے لیے جان کی بازی لگانے پر تل گئے ہو... کمال ہے"۔

"کوئی بات نہیں... بہت سی باتیں ایسی ہیں... جو ہمیں نہیں بتائی جا سکتیں"۔

"لیکن ہمارے ساتھ معاملہ بالکل الٹ ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ ہمارے صدر ہمیں ہر بات بتا دیتے ہیں... ان کا کہنا ہے کہ کوئی ایسی بات ہو ہی نہیں سکتی... جو انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کو نہیں بتائی جا سکتی"۔

"غلط... بالکل غلط... بے شمار ایسی باتیں ہوں گی... جو آپ

کے صدر آپ سے چھپاتے ہوں گے"۔

"نہیں... بالکل نہیں... یہ ہمارا دعویٰ ہے... لہٰذا یا تو آپ یہ بات ثابت کر دیں... ایسی کوئی بات بتا دیں جو ہمارے صدر نے ہمیں نہ بتائی ہو... ورنہ آپ بھی اپنے صدر سے اس ہیک کا راز معلوم کر کے ہمیں بتا دیں"۔

"ہم دعوے نہیں کرتے... نہ ہمیں ایسی کوئی بات تلاش کرنے کی ضرورت ہے... جو آپ کے صدر نے آپ سے چھپائی ہو... ہم اپنا وقت کیوں ضائع کریں"۔

"ٹھیک ہے... آپ جا سکتے ہیں... یہ رہا آپ کا اصل پیکٹ"۔ یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا نے پیکٹ کپڑوں میں سے نکال کر ان کی طرف اچھال دیا... ان میں سے ایک نے وہ دبوچ لیا... وہ اپنی گاڑی میں بیٹھے... انہیں بھلا کون روک سکتا تھا... بلکہ ہدایات جاری کر دی گئیں کہ فرگین فور کو جانے دیا جائے۔

"یہ... یہ کیا ہوا انکل... ہم تو خالی ہاتھ رہ گئے... یہ تو جا رہے ہیں"۔ آصف نے بوکھلا کر کہا۔

"ایسا نہیں ہو گا"۔ فرحت نے شوخ آواز میں کہا۔

"کیا مطلب... فرحت... کیسا نہیں ہو گا"۔

"یہ لوگ جا نہیں سکیں گے"۔

"کک... کیوں؟"



"پروفیسر داؤد کی دی ہوئی ایک چیز میں نے ان کی گاڑی میں رکھ دی تھی... جونہی یہ چلنا شروع کریں گے... بے ہوش ہو جائیں گے"۔

"مم... مگر کیسے"۔

"اس چیز میں سے عین اس وقت گیس نکلے گی... جس وقت گاڑی چلے گی"۔

"اوہ نہیں"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"دیکھتے جائیں... اب وہ گاڑی اسٹارٹ کر رہے ہیں"۔ فرحت بولی۔

اور پھر گاڑی سٹارٹ ہوئی... ابھی اس نے چلنا شروع نہیں کیا تھا کہ سٹیرنگ پر بیٹھے فرگین فور کا سر جھکتا چلا گیا... باقی تین بھی سیٹ پر لڑھک گئے۔

"وہ مارا فرحت... زندہ باد... تم نے تو کمال کر دیا... ہاری ہوئی بازی یکدم جیت لی"۔

"لیکن یہ کمال میرا نہیں... پروفیسر داؤد کا ہے"۔

"بالکل ہے... لیکن تمہارا کمال یہ ہے کہ غیر محسوس طور پر تم نے وہ چیز گاڑی میں فٹ کر دی"۔

"ہاں! اس کے لیے انہوں نے مجھے تربیت دی تھی"۔

"واہ... مزا آ گیا... کیا اب ہم گاڑی کے دروازے کھول

دیں"۔

"ابھی پانچ منٹ ٹھہریں... یہ اس حد تک بے ہوش جائیں گے کہ چار گھنٹے تک ہوش میں نہیں آسکیں گے"۔

"بہت خوب"۔

اور پھر پانچ منٹ بعد انہیں گاڑی سے نکال لیا گیا... پیکٹ اور بموں پر قبضہ کر لیا گیا... اور انہیں خاص جیل میں پہنچا دیا گیا... پچے کو واپس جہاز کے ذریعے انشارجہ روانہ کر دیا گیا... ان کاموں سے فارغ ہو کر وہ گھر کی طرف چل پڑے۔

"اب تو اس ٹینک کا معائنہ کرانا ہو گا... اور یہ کام پروفیسر داؤد کریں گے... کیا خیال ہے"۔

"اس سے نیک کام اور ہو بھی کیا سکتا ہے... مطلب یہ کہ ٹینکی اور پوچھ پوچھ... لیکن پیکٹ ہمیں خود وہاں لے کر جانا ہو گا"۔

"بالکل ٹھیک... ان لوگوں سے ملاقات بھی ہو جائے گی"۔

"تب پھر پہلے فون کر لیں... ایسا نہ ہو... ہم ادھر پہنچیں اور وہ ادھر ادھر نکل جائیں"۔

ہاں! وہ لوگ پہلے ہی کسی کیس کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں... گھر چل کر فون کرتے ہیں"۔ وہ بولے۔

"حیرت یہ ہے کہ... انشارجہ کا صدر اس ٹینک کے لیے بے چین ہے... کمال ہے"۔



"ایک بات اور... فرینکن فور کی ناکامی کی اطلاع اسے مل گئی ہو گی... لیکن وہ کسی اور کو بھیجے گا"۔

"کوئی پروا نہیں"۔

اور پھر وہ گھر کے سامنے پہنچ گئے... ان کا ماتھا ٹھنکا... گھر کا دروازہ چوپٹ کھلا پڑا تھا۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے... یہاں تو پھر گڑبڑ ہو چکی ہے"۔ آفتاب چلا اٹھا۔

وہ ایک ساتھ دوڑتے ہوئے اندر داخل ہو گئے... اور پھر ان پر کوئی چیز گری... وہ اس میں اس بری طرح الجھے کہ ایک دوسرے کے اوپر تلے گرتے چلے گئے... گرنے کے بعد انہوں نے دیکھا... وہ ایک جال تھا... اور جال ان پر گرانے والا صحن میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

وہ ایک دبلا پتلا سا... بے ضرر سے آدمی نظر آیا انہیں... لیکن نہ جانے کیوں... انسپکٹر کامران مرزا اسے دیکھ کر بوکھلا سے گئے... فوری طور پر انہیں یوں لگا جیسے اسے کہیں دیکھا ہے۔

"آپ کون ہیں... پہلے ذرا تعارف ہو جائے... ویسے انداز پسند آیا... ہاں میری بیگم کہاں ہیں"۔

"دوسرے کمرے میں بے ہوشی کے مزے لے رہی ہیں"۔

"اوہ اچھا... خیر... کوئی بات نہیں... اب آپ بھی بتا دیں... آپ کیا چاہتے ہیں"۔

"بس وہ پیکٹ آپ کے کپڑوں میں سے نکالوں گا اور یہاں سے چلا جاؤں گا... میرے جانے کے بعد آپ خود اس جال سے نکل کر اپنی بیگم کو ہوش میں لے آئیے گا"۔

"لیکن اس سے پہلے ہم آپ پر ایک آدھ فائر کر کے کیوں نہ دیکھ لیں"۔

"اس صورت میں آپ لوگوں کے کپڑوں کو آگ لگ جائے گی"۔

"وہ کیسے"۔

"یہ جال بہت عجیب دھاگے سے بنا ہے... فوراً آگ پکڑ لے گا اور جب جال کو آگ لگے گی تو آپ کے کپڑے محفوظ نہیں رہ جائیں گے... جب آپ کے کپڑے محفوظ نہیں رہیں گے... تو پھر آپ کیسے محفوظ رہیں گے"۔

"آپ کو کہیں دیکھا ہے... آپ کون ہیں"۔

"نام نہ پوچھیں... ورنہ جال کے اندر بے ہوش ہو جائیں گے"۔

"کوئی بات نہیں... آپ نام پھر بھی بتا دیں"۔

"ارے... غلام کو..."۔

عین اس وقت سامنے والے کمرے میں کوئی چیز زور سے گری۔

"اوہ لگتا ہے... بیگم صاحب کو ہوش آ گیا ہے... کمال ہے۔



اس قدر جلد ہوش میں آ گئیں... خیر پہلے میں ذرا آپ کی بیگم کو پھر سے بے ہوش کر آؤں... نام آ کر بتاؤں گا"۔

اس نے جلدی جلدی کہا اور کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا... ساتھ ہی انہوں نے اس کی چیخ سنی... وہ مسکرا دیے۔

"لگتا ہے... بیگم نے کام دکھا دیا"۔

"اف... یہ آپ نے اچھا نہیں کیا محترمہ... ویسے مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ اس قدر جلد ہوش میں آئیں گی... اگر معلوم ہوتا تو آپ کو ڈبل خوراک دیتا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے بیگم کامران مرزا کی چیخ سنی... پھر اس شخص کو لڑکھڑاتے ہوئے باہر آتے دیکھا... اس کی آنکھیں بند تھیں اور بند آنکھوں سے پانی تیزی سے بہہ رہا تھا۔

"مرچیں... اس نے میری آنکھوں میں پسی ہوئی مرچیں جھونک دیں... اف... اب میں کیا کروں"۔

"صبر"۔ آفتاب نے فوراً کہا۔

پھر وہ جلدی سے باورچی خانہ میں گھس گیا... اور لگا آنکھوں پر چھینٹے مارنے... اس دوران وہ جال کو توڑنے کے لیے زور لگاتے رہے... لیکن ایسا نہ کر سکے... ادھر وہ شخص آ گیا... اب کسی قدر آنکھیں کھولنے کے قابل ہو گیا تھا۔

"آپ کی بیگم بہت ظالم ہیں"۔

"لیکن اب تم نے ان کے ساتھ سلوک کیا کیا ہے"۔

"بہت نیک... صرف کن پٹی پر ایک ہلکا سا ہاتھ رسید کیا ہے... اس ہاتھ کی وجہ سے اب وہ دو گھنٹے بعد ہوش میں آئیں گے۔ پہلے میں نے بہت ہلکا ہاتھ رسید کیا تھا۔

"ہوں اچھا... خیر... آپ اپنا نام بتانے جا رہے تھے"۔

"جا کہاں رہا تھا... ارے بھئی... تم کہاں ہو... یہ لوگ تو چوہوں کی طرح پھنس گئے ہیں... ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ اب آ جاؤ سامنے"۔

اس نے ہانک لگائی۔

"یہ آپ نے کسے پکارا؟"

اسی وقت اندرونی حصے سے ایک نوجوان لڑکی ان کے سامنے آ گئی... اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی... اس کا چہرہ بھی انہیں جانا پہچانا لگا... اچانک انسپکٹر کامران مرزا کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔

"ارے... یہ... یہ تو وہ ہیں"۔ وہ چلائے۔

"کک... کون وہ؟" آفتاب بولا۔

"وہ... پروفیسر ہگران اور شارا"۔

"اوہ نہیں... کک... کیا"۔ وہ گڑبڑا گئے۔

"بہت خوب پہچانا... اگرچہ اس وقت ہم بالکل الٹ میک اپ میں ہیں"۔



"آخر یہ ہو کیا ہو رہا ہے... فرگین فور سے پہلے ہی ہماری ملاقات ہو چکی ہے... اب آپ سامنے آ گئے... اس پیکٹ کے لیے آخر کتنے لوگ آئیں گے"۔

"تم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے"۔ ہگران ہنسا۔

"اب پیکٹ ان سے لے لیں اور چلیں"۔

"اندر کیا کر آئی ہو"۔

"ایک عدد ٹائم بم فٹ کر آئی ہوں... چھپا دیا ہے اس کو... یہ لوگ اگر جال سے نکل گئے تو بھی اس کو تلاش نہیں کر سکیں گے"۔ شارا نے ہنس کر کہا۔

"لیکن شارا... یہ لوگ اس صورت میں گھر سے نکل کر اپنی جانیں تو بچا لیں گے"۔

"ہاں! بالکل... آپ بھی تو یہی چاہتے ہیں کہ یہ لوگ بالکل نہ مارے جائیں... آپ انہیں پسند کرتے ہیں"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! یہ تو خیر ہے"۔

"اور انسپکٹر جمشید پارٹی بھی"۔

"ہاں! بالکل... لیکن ابھی یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اگر ان لوگوں کو ختم کرنا پڑ گیا تو ہم ایسا بھی کر گزریں گے"۔

"جیسا کہ آپ مغربی حصے میں کر آئے ہیں"۔

"ہاں بالکل"۔

"کیا مطلب... وہاں کیا کر آئے ہیں آپ لوگ"۔ انسپکٹر کامران مرزا زور سے چونکے۔

"بم دھماکا... آپ کے ساتھی گئے کام سے"۔

"سن نہیں... ہم نے ابھی تک یہ خبر کیوں نہیں سنی"۔

"دھماکا کرنے کے فوراً بعد ہم ادھر آ گئے"۔

"اف مالک... یہ ہم کیا سن رہے ہیں؟"

"آپ اپنی فکر کریں... آپ کے گھر میں بھی ٹائم بم فٹ کرا دیا گیا... تم اس بم کو تلاش بھی نہیں کر سکو گے... لہٰذا ہم جا رہے ہیں... ہاں وہ پیکٹ میرے حوالے کریں... اگر آپ لوگ یہ دھماکے میں بچ جائیں اور انسپکٹر جمشید پارٹی بھی بچ جائے تو اپنا انتظام لینے کے لیے آ جایئے گا... میں آپ لوگوں کو انشارجہ کے ہوٹل شارجی میں ملوں جاؤں گا... میں انشارجہ کے دارالحکومت کے ہوٹل شارجی میں ضرور ملوں ہوں... اور کہیں ملوں نہ ملوں"۔

"اور یہ مس شارا بھی"۔

"ہاں بالکل... یہ میرے ساتھ ہوں گی"۔

"لیکن کیا فائدہ"۔ انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب... کس فائدے کی بات کر رہے ہیں؟"

"مطلب یہ کہ اس وقت تک پیکٹ تو آپ انشارجہ کے صدر



کے حوالے کر چکے ہوں گے"۔

"یہ تو خیر مجبوری ہے... ایسا تو ہمیں کرنا ہی ہے"۔

اب وہ آگے بڑھا... اس نے جال میں سے ہاتھ اندر ڈالا... اور ان کی تلاشی لینے لگا... اچانک انسپکٹر کامران مرزا نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

"اوہ... یہ کیا"۔ وہ ہنسا۔

ساتھ ہی انہوں نے اس کے بازو کو مروڑ ڈالا۔

"اب مسٹر کامران تم کیا کہتے ہو"۔

"کچھ بھی نہیں"۔ کامران ہنسا۔

انہوں نے بازو کو کچھ اور مروڑا... لیکن اس کے چہرے پر ذرا بھی تکلیف کے آثار پیدا نہیں ہوئے"۔

"آپ آخر کس چیز کے بنے ہوئے ہیں"۔ وہ جھلا اٹھے۔

"گوشت اور پوست کا... لیکن میں نے کچھ ایسی ورزشیں کی ہیں کہ میں اپنے جسم کو کسی بھی رخ پر موڑ سکتا ہوں"۔ اس نے کہا۔

"اس پیکٹ کا چکر کیا ہے؟"

"بتا چکا ہوں... مجھے نہیں معلوم... مجھے تو بس ایک حکم ملا ہے... میں اس کی تعمیل کر رہا ہوں... حکم یہی ہے کہ پیکٹ میں جو ٹیپ ہے... وہ ہر حال میں حاصل کرنی ہے... چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے"۔

"یہ بات تو اس وقت تک سب جان چکے ہیں... آپ تو بس اتنا بتا دیں... انشارجہ کے صدر اس کے لیے اس قدر بے چین کیوں ہیں؟"

"یہ بات مجھے نہیں معلوم"۔ اس نے منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے... آپ سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے برا سا منہ بنایا۔

"اب آپ میرا ہاتھ چھوڑیں گے یا یہ کام بھی میں ہی کروں گا"۔

"ضرور کریں... چھڑا لیں اپنا ہاتھ"۔

بگران نے ایک جھٹکا مارا اور بڑی آسانی سے بازو چھڑا لیا۔

"یہ کیا انکل... اس نے تو اپنا ہاتھ چھڑا لیا"۔

"ہاں... کیونکہ... آخر یہ پروفیسر بگران ہیں"۔ وہ بولے۔

پروفیسر بگران نے ان کی تلاشی لی اور پیکٹ نکال لیا... اس نے نظر بھر کر اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

"کاش... مجھے معلوم ہوتا... اس عینک کی کیا اہمیت ہے"۔

"اگر آپ کو معلوم ہوتا تو آپ کیا کرتے"۔

"پتا نہیں... یہ تو بعد کی بات ہے"۔

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی۔

"لیجیے انسپکٹر کامران مرزا... آپ کا فون آگیا... اب مجھے انسپکٹر



کامران مرزا بننا پڑے گا"۔ اس نے ان کی آواز میں کہا اور ہنستا ہوا فون کی طرف چلا گیا... شارا وہیں کھڑی رہ گئی۔

"آپ ہی ہماری کچھ مدد کریں شارا آنٹی"۔ آفتاب بے چارگی کے عالم میں بولا۔

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"وہی... جو چاہنا چاہیے... پہلی بات یہ کہ ہمیں اس جال سے نکال دیں... اور اس عینک کے بارے میں بتا دیں"۔

"تو تم لوگوں کو پروفیسر صاحب کی بات پر یقین نہیں آیا"۔

"بس آپ یقین کی بات رہنے دیں"۔

عین اس لمحے انہوں نے بگران کی چلانے کی آواز سنی۔

"کیا!!!"

"ارے... یہ آپ کے بگران کو کیا ہوا؟"

شارا اندر کی طرف دوڑ گئی... وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے۔

"وقت ضائع نہ کرو... جال سے نکلنے کی کوشش کرو... ہمارے لیے موقع اچھا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگے... لیکن اس جال سے نکل نہ سکے... ایسے میں انہوں نے پروفیسر بگران اور شارا کو آتے دیکھا... دونوں کے چہروں پر حیرت تھی۔

"کیا بات ہے... خیر تو ہے... کس کا فون تھا؟"

"یہ فون بیگال کے صدر کا تھا"۔

"کیا مطلب... کیا آپ ان کے لیے بھی کام کرتے ہیں؟" آصف چونکا۔

"اصل میں تو میں بیگالی ہوں... اور اپنے ملک کے لیے ہی کام کرتا ہوں... لیکن کبھی انشارجہ والے بھی مجھے صدر بیگال سے مانگ لیتے ہیں... اور اس کے بدلے میں بھی فائدہ ہمارے ملک کو ہوتا ہے"۔

"وہ کیسے؟"

"بہت بھاری معاوضہ ملتا ہے... یا پھر ہم اپنی خدمات کے بدلے انشارجہ سے اسلحہ لے لیتے ہیں... جو مسلمان ممالک کے خلاف استعمال کرتے ہیں"۔ اس نے فخریہ انداز میں کہا۔

"اوہ!" ان کے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے۔

"خیر... اس وقت بیگال کے صدر نے کیا کہا ہے؟"

"اس نے کہا ہے... اگر میں وہ پیکٹ جو اس وقت انسپکٹر جمشید کے قبضے میں ہے... حاصل کرلوں... اور وہ تینک جو اس وقت انسپکٹر کامران مرزا کے قبضہ میں ہے... حاصل کر کے بیگال پہنچا دوں تو ہم..."

"تو ہم... کیا؟"



"بس... میں اس سے آگے نہیں بتا سکتا"۔

"لیکن کیوں... اب کیا فائدہ... جب کہ وہ لوگ مارے جا چکے ہیں... اور اب پیکٹ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکتا"۔ شارا نے منہ بنا کر کہا۔

"ہوں چلیں شارا... یہ لوگ خود ہی جال سے نکل آئیں گے... انسپکٹر کامران مرزا اس جال کے ایک سرے کو آگ لگا کر تم لوگ باہر نکل سکو گے... اب ہم چلتے ہیں"۔

"پوری بات بتائے بغیر؟" انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں! پوری بات بتائے بغیر... یہ کہانی یہیں ختم ہو رہی ہے... یہ باب یہیں بند ہو رہا ہے... کبھی نہ کھلنے کے لیے"۔

"کیا مطلب!!!" وہ زور سے اچھلے۔

☆○☆

# چکر در چکر

سورج کی شعاعیں کھڑکی کے شیشوں سے گویا چھن چھن کر اندر آ رہی تھیں... پروفیسر بگران اور شارا کو گئے کتنی ہی دیر بیت گئی تھی... لیکن وہ جوں کے توں جال میں الجھے بیٹھے تھے... وہ جال سے گویا نکلنا تک بھول گئے تھے... آخر انسپکٹر کامران مرزا کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔

"یہ... یہ کیا کہ گیا بھئی"۔

"کہ گیا... اب اس عینک کا بھی کوئی فائدہ نہیں"۔

"پھر... یہ سارا ہنگامہ کس لیے تھا؟" فرحت بڑبڑائی۔

"انسپکٹر جمشید کے ہاتھ لگنے والے پیکٹ اور ہمارے ہاتھ لگے والی عینک کے لیے ہی تھا... لیکن اس صورت میں جب دونوں موجود ہوتیں... ایک چیز کے ضائع ہونے پر دوسری خود بخود بیکار ہو گئی"۔

"اور... اور ہم اپنے ساتھیوں سے بھی بچھڑ گئے"۔

"لیکن ہمیں پہلے ادھر فون کر دینا چاہیے"۔

"اوہ ہاں... آؤ"۔



وہ اسی طرح جال میں چلتے ہوئے فون تک آئے... دارالحکومت میں انہوں نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ملائے... لیکن سلسلہ نہ ملا... پھر انہوں نے آئی جی شیخ نثار احمد کے نمبر ملائے... ان کی آواز سنتے ہی وہ بولے۔

"او! انسپکٹر کامران مرزا... بہت دردناک حادثہ ہوا ہے... بہت خوفناک بم تھا"۔

"تت... تو کیا..." وہ آگے کچھ نہ کہہ سکے۔

"نہیں... وہ سب بچ گئے ہیں... لیکن سب کے سب بری طرح زخمی ہیں"۔

"کیا؟" وہ چیخ اٹھے۔

"ہاں! وہ زندہ ہیں... سلامت ہیں... لیکن ڈاکٹر لوگ ان کے لیے پرامید نہیں ہیں... ان کا خیال ہے... وہ لوگ شاید ہی بچ سکیں... سب کی حالت بہت نازک ہے"۔

"اف میرے مالک... ہم آ رہے ہیں"۔

"ہاں آ جاؤ... اور ان سب کی زندگی کے لئے دعائیں کرو"۔

"آپ پورے ملک سے دعاؤں کی درخواست کریں... اول تو جو بھی ان کے زخمی ہونے کی خبر سنے گا... وہ خود بخود دعا کرے گا"۔

"بالکل ٹھیک... ہم آ رہے ہیں"۔

پھر وہ جال سے نکلے... عینک والا پیکٹ ایک بار پھر انہوں نے

اپنے کپڑوں میں چھپا لیا... اور دارالحکومت کے لیے روانہ ہو گئے۔

"جونی پروفیسر برگان کو پتا چلے گا... یہ لوگ بچ گئے ہیں تو فوراً واپس آئے گا... ہمیں اس سے پہلے پہلے انتظامات کرنا ہوں گے اور ان دونوں چیزوں پر اپنا کام مکمل کرنا ہو گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جہاز کی پرواز شروع ہونے پر کہا۔

"جہاز میں ایک شخص ہے... یہ مسلسل ہمیں گھور رہا ہے... میں اس سے خوف محسوس کر رہی ہوں ابا جان"۔

"مجھے بتاؤ... وہ کون ہے... میں ابھی اندازہ لگا لوں گا... وہ کسی خاص مقصد کے تحت ہمیں گھور رہا ہے یا ایسے ہی"۔

"جی اچھا... وہ ہمارے دائیں طرف والی سیٹ پر بیٹھا ہے... شاید شائنا کا رہنے والا لگتا ہے"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے اسے نظر بھر کر دیکھا اور پھر خفیہ انداز میں اس کی نگرانی شروع کی... جلد ہی انہوں نے جان لیا کہ وہ ان کے چکر میں ہے"۔

"تمہارا یہ اندازہ بالکل درست ہے فرحت کا' اب تم اس کی طرف نہ دیکھو... میں اس کا دھیان رکھوں گا"۔

"کیا اب کوئی نیا چکر شروع ہونے والا ہے"۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"پتا نہیں... نیا چکر ہے یا پرانا"۔



ایسے میں جہاز نے دو زوردار جھٹکے کھائے... مسافر سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے... پھر پائلٹ کی آواز ابھری۔

"مسافر حضرات کے لیے اطلاعاً" عرض ہے... کہ جہاز کے ایک انجن میں کوئی خرابی واقع ہو گئی ہے... لیکن اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں... دوسرے انجن بالکل ٹھیک ہیں... تاہم ہمیں اب کسی ایئرپورٹ پر ہنگامی طور پر اترنا پڑے گا... ہم بہت جلد شائنا کے ایئرپورٹ پر سے گزرنے والے ہیں... اگر ان کی انتظامیہ نے اجازت دی تو ہم وہاں اتریں گے"۔

اگرچہ مسافروں کو تسلی دی گئی تھی... پھر بھی سب پریشان ہو گئے... ادھر انسپکٹر کامران مرزا شائنا کا نام سن کر چونک اٹھے... کیونکہ جو شخص انہیں برابر گھور رہا تھا... وہ بھی تو شائنا کا تھا۔

"میں اب کچھ بے چینی محسوس کر رہا ہوں"۔

"اور ہم بھی انکل"۔ آصف نے کہا۔

"تب پھر ہوشیار رہو... ضرور کچھ ہونے والا ہے"۔

"وہ... وہ پیکٹ"۔ آفتاب نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ انسپکٹر کامران مرزا نے اس کا ہاتھ دبا دیا اور وہ خاموش ہو گیا۔

"لیجیے حضرات... ہم شائنا کے ایئرپورٹ پر اتر رہے ہیں... آپ حفاظتی پٹیاں کس لیں"۔

جہاز نیچے اترنے لگا... آخر رن وے پر رک گیا... ایک بار پھر

پائلٹ کی آواز ابھری۔

"ہمیں یہاں شاید تین یا چار گھنٹے رکنا پڑے گا۔ لہٰذا مسافر حضرات کو ایک بہت اچھے ہوٹل میں لے جایا جا رہا ہے۔ آپ وہاں اپنی پسند کی چیزیں نوش فرما سکیں گے۔ ہم آپ سے معذرت چاہتے ہیں۔ آپ محسوس نہ کیجئے گا"۔

مسافر بے چارے کیا کہتے۔ انہیں ہوٹل پہنچا دیا گیا۔ ہوٹل واقعی بہت خوبصورت تھا۔ چار چار آدمیوں کو ایک ایک کمرا دیا گیا تھا۔ وہ چونکہ تھے ہی چار۔ لہٰذا ان کے حصے میں بھی ایک کمرا آ گیا۔ جلد ہی کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ ان کے کان کھڑے ہو گئے۔

"اس دستک سے خطرے کی بو آ رہی ہے"۔ فرحت مسکرائی۔

"اللہ مالک ہے۔ تم ٹھہرو"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے آہستہ سے اشارہ کیا۔ پھر انہیں باتھ روم میں چلے جانے کے لیے کہا اور خود دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"کون؟" وہ پرسکون انداز میں بولے۔

"بیرا"۔ باہر سے کہا گیا۔

"اوہ اچھا۔ شکریہ"۔

انہوں نے یک دم دروازہ کھول دیا۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ"۔ ایک سرد آواز سنائی دی۔



ساتھ ہی دروازہ بند ہو گیا۔ اندر آنے والے تین تھے اور ان کے ہاتھوں میں عجیب وضع کے پستول تھے۔ تینوں شائنا کے لگتے تھے۔

"شائنا تو دوست ملک ہے۔ دوست ملک کے لوگوں کو ہم پر پستول نہیں تاننے چاہئیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے برا سا منہ بنایا۔

"خاموش۔ تم نہیں بولو گے۔ باقی تین کہاں ہیں"۔

"باتھ روم میں"۔

"ایک ساتھ کیوں چلے گئے؟"

"دیکھنے گئے ہیں۔ باتھ روم کیسا ہے۔ اس میں خطرے کے وقت چھپا جا سکتا ہے یا نہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"وہ عینک کہاں ہے"۔

"تو کیا اب شائنا کو بھی عینک کی ضرورت پیش آ گئی ہے"۔ وہ بولے۔

"ادھر ادھر کی باتیں نہیں۔ صرف پیکٹ"۔

"یہ رہا پیکٹ"۔ یہ کہہ کر انہوں نے ایک جیب کی طرف ہاتھ لے جانا چاہا۔

"خبردار۔ ہم اتنے کچے نہیں"۔

"تب پھر۔ کتنے کچے ہیں"۔

"تم لوگوں کے لیے سرے سے نہیں"۔

"شائنا اس معاملے میں کیوں دلچسپی لے رہا ہے"۔

"میں نے کہا نا... صرف عینک والا پیکٹ ہمارے حوالے کرو اور کوئی بات نہ کرو"۔

"او کے... لیکن حوالے کس طرح کروں... ہاتھ تو آپ جیب کی طرف جانے نہیں دیتے"۔

"ہاتھ سر سے بلند کر لو... دیوار کی طرف منہ کر لو... اور دونوں ہاتھ دیوار سے لگا دو... اگر تم نے منہ ادھر ادھر کیا... یا ہاتھ دیوار سے ہٹائے تو گولی جسم کے پار ہو گی... وان شن... غسل خانے کا دروازہ باہر سے بند کر دو"۔

"او کے باس"۔

"ان کا نام وان شن ہے... اور آپ کا"۔

"شانا شان شا"۔

"اوہ... بہت زبردست نام ہے... شین ہی شین بھرے پڑے ہیں"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"پیکٹ کی خبر تم لوگوں کو کیسے لگ گئی؟"

"ہم سوئے ہوئے نہیں ہیں... شانا کی قوم پہلے الیونوں کی قوم تھی... الیون کھا لیتے تھے اور سارا دن پڑے سوئے رہتے تھے... اب یہ قوم بیدار ہو گئی ہے"۔

"اس کا مطلب ہے... آپ لوگوں کو معلوم ہے... اس عینک کی کیا اہمیت ہے"۔



"اگر یہ بات معلوم نہ ہوتی... تو جہاز کے انجن میں خرابی کیوں کی جاتی... اور جہاز کو شانا کے ایئرپورٹ پر اترنے کیوں دیا جاتا... یہ ساری پلاننگ تھی اس عینک کے لیے"۔

"اوہ اچھا... لیکن اس کی اہمیت کیا ہے... یہ بتا دیں اور عینک لے لیں"۔

"وہ تو ہم کچھ بتائے بغیر بھی لے لیں گے"۔

"اچھی بات ہے... پہلے آپ عینک لے لیں... میں پھر پوچھ لوں گا"۔

اب انہوں نے ان کی اچھی طرح تلاشی لی... لیکن عینک والا پیکٹ انہیں نہ مل سکا"۔

"اس کا مطلب ہے... پیکٹ ان کے پاس ہے"۔ ان میں سے ایک نے ان تینوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ہمارے ایجنٹ نے تو یہی بتایا تھا... پیکٹ بڑے صاحب کے پاس ہے"۔

"لیکن اب اس پیکٹ کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا... پروفیسر بگران جیسے اس معاملے کو درمیان میں چھوڑ کر انشارجہ کوچ کر گئے ہیں"۔ آصف نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"پروفیسر بگران جتنا بے وقوف آدمی تو دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ شاشان شا ہنسا... اس کی ہنسی میں بھی شین سے بجتے محسوس ہوئے۔

"انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کو بم سے اڑا کر اس نے خیال قائم کر لیا کہ کیسٹ تباہ ہو گئی... جب کہ کیسٹ تو اس عمارت میں تھی ہی نہیں"۔

"کیا کہا... کیسٹ اس عمارت میں تھی ہی نہیں"۔

"ہاں! کیسٹ کے بارے میں ان لوگوں نے پوری دنیا کو الو بنا دیا ہے"۔

"نن... نہیں... یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔ آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں... کیا بات ہے؟"

"اگر پوری دنیا الو بن چکی ہے... تو آپ ہمیں انسان کیوں نظر آ رہے ہیں"۔

"ہاں... کیا بات کہی ہے... مطلب یہ تھا کہ انہوں نے پوری دنیا کو بے وقوف بنا ڈالا"۔

"اوہ اچھا... تب تو انہوں نے بہت اچھا کیا... پوری دنیا ہے ہی اس قابل کہ اسے بے وقوف بنا ڈالا جائے"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا"۔ ایک نے بوکھلا کر کہا۔

"شاید چل ہی گیا ہے... ان حالات میں یہ چپ نہیں گا نہیں بیٹھ جائے گا... بلکہ لیٹ جائے گا... یا پھر سو جائے گا"۔

"یہ تو کوئی پاگل لگتا ہے... انسپکٹر کامران مرزا تم اپنے ساتھ



پاگل کو بھی لے پھرتے ہو"۔

"غلط سمجھے... یہ خود پاگل نہیں... دوسروں کو پاگل کر دیتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

"عینک کہاں ہے؟"

"اوہ ہو کیا... نظر نہیں آتا... میری آنکھوں پر ہے عینک"۔

"ہم اس عینک کی بات کر رہے ہیں... جو پیکٹ سے نکلی تھی... جس کے چکر میں بگرام تم سے آ ٹکرایا تھا"۔

"اوہ اچھا... تم اس کی بات کر رہے ہو... پہلے کیوں نہیں بتایا تھا"۔

"خیر... اب تو بتا دیا ہے نا... بتاؤ کہاں ہے وہ؟"

"جہاز میں"۔ وہ یک دم بولے۔

"ارے! یہ کیا کیا تم نے"۔

"بھئی اب وہ ہمارے کس کام کی"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا کہا... جہاز میں... نہیں نہیں"۔ وہ چلائے۔

"اگر وہ جہاز میں ہوتی تو میں اپنا نام کٹوا لوں گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا کہا... ابا جان... نام کٹوا لیں گے... کہاں سے آپ کون سا

کسی سکول میں پڑھتے ہیں... جہاں سے اپنا نام کٹوالیں گے"۔ آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"ارے! میں ناک کٹواؤں گا بھئی... غلطی سے نام نکل گیا"۔

"اوہ ٹھیک ہے... تب تو آپ اچھا کریں گے"۔

"کیا کہا... میں اچھا کروں گا... ناک کٹوا کر"۔ انہوں نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"نن... نہیں... میں... وہ... میں"۔ آفتاب گڑبڑا گیا۔

"دوڑو... پیکٹ جہاز میں ہے اور ہم یہاں جھک مار رہے ہیں"۔ وہ واقعی باہر کی طرف دوڑ پڑے... کمرہ یک دم خالی خالی سا لگنے لگا... آفتاب نے جلدی سے ادھر ادھر دیکھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟" آصف نے برا سا منہ بنایا۔

"جھک... جو وہ مار کر گئے ہیں"۔

"حد ہو گئی... اب یہ صاحب جھک تلاش کر رہے ہیں... ہے کوئی تک"۔

"ان لوگوں کے واپس یہاں آنے میں دیر نہیں لگے گی"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے فکرمند ہو کر کہا۔

"کیا ہم یہاں کی انتظامیہ سے مدد نہیں لے سکتے"۔

"یہاں کی انتظامیہ بھی تو آخر ان کی اپنی ہے"۔

"لیکن انصاف بھی کوئی چیز ہے"۔



"ہاں ٹھیک ہے... تھوڑی میں پولیس کی مدد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ فون کی طرف بڑھ گئے... اس سلسلے میں پہلے انہوں نے ہوٹل کی انتظامیہ سے بات کی... انہوں نے فوراً پولیس کو فون کیا اور پانچ منٹ سے بھی پہلے پولیس وہاں موجود تھی۔

"ہاں صاحبان... کیا بات ہے... ہوٹل والوں نے بتایا ہے کہ آپ لوگوں کو کچھ لوگ پریشان کر رہے ہیں... اور یہ کہ آپ جہاز کے مسافر ہیں... چند گھنٹوں کے لیے یہاں مہمان ہیں... بہرحال مہمان مہمان ہوتا ہے... چاہے چند گھنٹوں کے لیے کیوں نہ ہو... وہ کون لوگ ہیں؟"

"ہم ان کے نام تو جانتے نہیں جناب... جب ہم یہاں آئے تھے... اسی وقت وہ یہاں پہنچ گئے تھے"۔

"اوہ اچھا... ٹھیک ہے... اب وہ کہاں ہیں؟"

"ہم نے انہیں چکر دیا ہے... وہ پھر آنے والے ہیں... اور انہیں چکر ہم نے دیا تھا آپ لوگوں کی مدد حاصل کرنے کے لیے"۔

"خیر ہم یہیں بیٹھتے ہیں... وہ آئے تو ہم ان سے نبٹ لیں گے"۔

"بہت بہت شکریہ... شانگا پولیس بہت اچھی ہے"۔

"آپ کا بھی شکریہ"۔

اور پھر دوبارہ دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔۔۔ وہ چاروں اندر داخل ہوئے۔۔۔ اور پولیس والوں کو دیکھ کر چونک اٹھے۔۔۔ ادھر پولیس والے انہیں دیکھ کر دھک سے رہ گئے۔۔۔ بلکہ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔۔۔ ان کے رنگ اڑ گئے۔

"تت۔۔۔ تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"سس۔۔۔ سر۔۔۔ ان لوگوں کو کوئی پریشان کر رہا تھا۔۔۔ انہوں نے ہوٹل انتظامیہ کو فون کیا۔۔۔ ہوٹل کی انتظامیہ نے ہمیں فون کیا"۔

"بھاگ جاؤ۔۔۔ ہم ہی انہیں پریشان کر رہے ہیں"۔

"اوہ۔۔۔ تب تو آپ شوق سے پریشان کریں۔۔۔ ہمیں نہیں معلوم تھا"۔

اور انہوں نے دروازہ کی طرف دوڑ لگا دی۔

"یہ کیا انصاف ہوا جناب"۔ انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔۔۔ لیکن انہوں نے تو مڑ کر بھی نہ دیکھا

"یہ ہے۔۔۔ آپ کی شاندار پولیس؟"

"ہاں یہی ہے۔۔۔ اس بے چاری کا بھی کیا قصور۔۔۔ جب کہ میں پولیس چیف ہوں"۔ وہ مسکرایا۔

"اوہ نہیں"۔ ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"اور میرا نام جوگولائی ہے"۔

"نام تو بہت گولائی لیے ہوئے ہے"۔ آفتاب نے خوش ہو کر



کہا۔

"جو تم نے جھوٹ بولا تھا"۔

"آپ کس جھوٹ کی بات کر رہے ہیں"۔ وہ بولے۔

"یہ کہ پیکٹ جہاز میں موجود ہے"۔

"یہ بات تو جھوٹ نہیں تھی"۔

"لیکن ہم نے جہاز کو چھان مارا۔۔۔ لیکن پیکٹ اس میں نہیں ملا"۔

"حیرت ہے۔۔۔ ہم نے جہاز کو چھان مارا۔۔۔ جہاز بھی کوئی چھان مارنے کی چیز ہے"۔

"اے مسٹر۔۔۔ تم نہ بولو"۔ وہ آفتاب کی طرف مڑا۔

"جو حکم"۔ اس نے کندھے اچکا دیے۔

"فکر نہ کرو آفتاب۔۔۔ تمہاری جگہ ہم بول لیں گے۔ فرحت مسکرائی۔

"جیسیں بتائیں۔۔۔ یا جہاز پر چل کر بتائیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"پیکٹ چونکہ جہاز میں ہے۔۔۔ اس لیے ہم وہیں چل کر بتا سکتے ہیں"۔

"نہیں۔۔۔ یہی بتاؤ۔۔۔ پیکٹ جہاز میں کس جگہ ہے"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ ہماری سیٹوں کے نیچے چپکا ہوا ہے"۔

"کک... کیا واقعی"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"جا کر دیکھ لیں"۔

انہوں نے ایک بار پھر دوڑ لگا دی... لیکن اس بار جوگولائی نے ایک آدمی وہیں چھوڑ دیا۔

"آپ یہاں کس لیے رکے... یا روکے گئے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"تاکہ آپ پھر پولیس کو نہ بلا لیں"۔

"اب وہ کیوں آنے لگی"۔

"چیف کا حکم"۔ اس نے کہا۔

"آپ کا چیف ہے عجیب... مجھے تو سرے سے چیف نہیں لگتی"۔ فرحت نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"ہم اپنے چیف کے خلاف بات سننا پسند نہیں کرتے... آپ لوگ مہمان ہیں... اس لیے صرف بتا دیا ہے... کوئی مقامی آدمی یہ بات کرتا تو جیل میں بھیج دیتا میں اسے"۔

"کیا آپ بھی پولیس چیف ہیں"۔

"نہیں... پورے ملک میں پولیس چیف ایک ہی ہیں... اور وہ ہیں مسٹر جوگولائی"۔

"جو چوڑائی تب لگے ہوئے ہیں"۔ آفتاب پھر بول اٹھا۔

انسپکٹر کامران کو ہنسی آ گئی۔



"کیا... سمجھ میں نہیں آیا"۔

"بڑی چوڑی بات تھی... آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی"۔

"اچھا... میرا دماغ نہ چاٹو"۔

"کیا آپ کانسٹیبل ہیں؟"

"کیا کہا... ارے میں نائب چیف ہوں... چھوٹا چیف"۔

"اوہ... اچھا... تو آپ ہیں چھوٹے چیف... ویسے میں حیران تھا"۔ آفتاب کہتے کہتے رک گیا۔

"کس بات پر حیران تھے... آپ؟" اس نے چونک کر کہا۔

"پتا نہیں کس بات پر حیران تھا... حیران ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ آدمی کے پاس کوئی بات بھی ہو... میں تو بغیر بات کے بھی حیران ہو جاتا ہوں"۔

"کیا یہ صاحب پاگل ہیں... یا ان کی اوپر والی منزل بالکل خالی ہے"۔ نائب چیف نے حیران ہو کر کہا۔

"دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں ہے۔

"پتا نہیں... تم لوگ کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو... ویسے تو آپ لوگ مجھے یوں بھی اوٹ پٹانگ لگ رہے ہیں"۔

"اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا... ویسے اس پیکٹ میں آخر کیا چیز ہے"۔

"سنا ہے... ایک عینک ہے... اس سے زیادہ ہمیں کچھ معلوم

نہیں... یہاں تک کہ پولیس چیف کو بھی کچھ معلوم نہیں"۔

"تب پھر کیوں پیکٹ کے پیچھے پاگل ہو رہے ہو"۔

"ہمارے صدر صاحب کا حکم ہے... پیکٹ ہر حال میں حاصل کرنا ہے"۔

"اوہ... نن نہیں"۔ وہ بولے۔

"ہاں یہی حکم ہے... میں خود حیران ہوں... لیکن حیران ہونے سے زیادہ ہمیں پیکٹ حاصل کرنے کی فکر ہے... اگر ہم حاصل نہ کر سکے... تو صدر صاحب ہمیں فوراً معطل کر دیں گے"۔

"اوہ... تو چیف اسی لیے بھاگے پھر رہے ہیں؟"

"مجبوری ہے... اپنی ملازمت بچانے کی کون کوشش نہیں کرتا"۔

"ہوں... بات معقول ہے... اب آپ کو ملازمت بچانے کی کوشش کرنی ہی چاہیے... مجھے افسوس ہے... ہم نے بلاوجہ آپ کے چیف کو ایک چکر اور لگوا دیا... پیکٹ سیٹ کے نیچے نہیں چپکایا گیا... بلکہ"۔ وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"بلکہ کیا؟"

"چھوڑیں... آپ کو کیا فائدہ... آپ کو تو یہاں ٹھہرنا پڑے گا"۔

"اوہ... نہیں... اگر پیکٹ کہیں اور ہے تو بتا دیں... میں یہاں



سے جا سکتا ہوں... آپ لوگوں کا کیا ہے... آپ کہاں بھاگے جا رہے ہیں"۔

"اچھا تو پھر جا کر اپنے چیف کو بتا دیں... پیکٹ جہاز کی سیٹ کے نیچے نہیں ہے"۔

"تو پھر کہاں ہے... یہ بھی تو بتائیں نہیں"۔

"جہاز کی سیٹ کے اوپر ہے"۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔

"آپ سمجھے نہیں... ایک عام چیک کی حالت میں ہم اس کو سیٹ پر چھوڑ کر آئے تھے... اب ظاہر ہے... آپ کے چیف بہت زیادہ عقل مند انسان... وہ اس طرف کیوں توجہ دینے لگے... اس قدر قیمتی چیز کو کوئی اس طرح چھوڑتا ہے... لہٰذا وہ اس کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں"۔

"جب... بات ٹھیک ہے"۔ نائب نے کہا اور بے تحاشا دوڑ لگا دی۔

اتنے میں ان کا وقت پورا ہو گیا... جہاز کی گاڑی انہیں لینے کے لیے آ گئی... جب وہ جہاز پر پہنچے... پولیس چیف اور ان کے ماتحت کھڑے انہیں خونی نظروں سے گھور رہے تھے۔

"آپ لوگوں نے ہمیں چکمہ دیا... ہم آپ سے نبٹ لیں گے"۔ پولیس چیف جوگولائی نے جل بھن کر سرگوشی کی۔

"کیوں جناب؟" انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"پیکٹ جہاز میں نہیں ہے"۔

"اور اگر وہ جہاز میں ہی ہو؟"

"دکھائیں چل کر"۔

"اب ہم کیوں دکھائیں... اگر آپ قانوناً" دیکھ سکتے ہیں تو دکھا دیتے ہیں... لیکن جناب جوگولائی صاحب... یہ ہمارے ملک کا جہاز ہے... جا بھی ہمارے ملک میں رہا ہے... جہاز کے ایک انجن میں خرابی کی بنا پر اس کو یہاں اتارنا پڑا... آپ کی حکومت سے اجازت لے کر... لہٰذا آپ اس جہاز کے کسی مسافر سے کوئی چیز چھین نہیں سکتے"۔

"میں مانتا ہوں"۔ جوگولائی نے منہ بنایا۔

"تو پھر ہمارا راستا چھوڑ دیں اور اگر پیکٹ حاصل کرنے کا اتنا ہی شوق ہے... تو ہم دارالحکومت جا رہے ہیں... آپ بھی وہیں آ جائیں"۔

"ہم آ رہے ہیں... اب آپ کی سرزمین پر آپ سے باتیں ہوں گی"۔ اس نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"او کے... شکریہ"۔

"لیکن اتنا تو بتا دیں... پیکٹ کہاں تھا؟"

"جہاز میں ہی... اور جہاں میں نے بتایا' وہیں تھا... لیکن ایک



عام چشمے کی حیثیت سے"۔

"غلط... بالکل غلط... میرے نائب نے آ کر بتایا تھا... لیکن وہاں عام چشمہ کی حیثیت سے بھی کوئی چشمہ نہیں تھا... آپ کو نظر نہیں آیا... بچوں کے کھلونوں میں رکھ دیا تھا میں نے"۔

"کیا!!!" وہ چلایا... اور پھر اس نے جہاز کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی... لیکن آفتاب اس سے پہلے ہی اندر جا چکا تھا اور عینک اٹھا چکا تھا۔

"قانون آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ عارضی مہمان جہاز کے کسی مسافر سے کوئی چیز آپ لیں... جو کہ غیر قانونی بھی نہ ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"میں آپ کو دیکھ لوں گا... اور ہاں... پہلی بار آپ نے یہ کیوں بتایا تھا کہ سیٹ کے نیچے پیکٹ ہے"۔

"گڑیا کی سیٹ کے نیچے مراد تھی... ان کھلونوں میں ایک گڑیا بھی کرسی پر بیٹھی ہے... اور عینک اس کے نیچے ہے... کھلونے ہمارے سینٹس سے اوپر ہیں... لہٰذا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عینک سیٹ کے اوپر ہے"۔

"میں آپ کو سمجھ لوں گا... ابھی آپ مجھے نہیں جانتے"۔

"ضرور سمجھے گا... جب تک آپ سمجھیں گے نہیں... اچھے مراغ رساں کیسے بنیں گے"۔ وہ مسکرا دیئے۔

اسی وقت مسافروں سے کہا گیا کہ جلدی سے سوار ہوں۔ یہاں سے روانگی کا وقت ہو چکا ہے اور جو وقت انہیں دیا گیا تھا۔ اس سے ایک منٹ بھی زیادہ نہیں ٹھہرا جا سکتا۔

لوگ جلدی جلدی سوار ہونے لگے۔ وہ بھی سوار ہو گئے۔ پولیس چیف جو گولائی نیچے رہ گیا۔ وہ بری طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اور پھر جہاز فضا میں بلند ہو گیا۔ جلد ہی وہ اپنے ملک کے دارالحکومت میں اتر رہے تھے۔ عین اب پھر پیکٹ کی صورت میں انسپکٹر کامران مرزا کے پاس تھی۔ وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ انہیں تلاشی کے مرحلے سے گزرنا تھا کہ چند ملٹری آفیسران کی طرف بڑھے۔

"آپ نہیں جا سکتے"۔

"کہاں نہیں جا سکتے۔ کیوں نہیں جا سکتے"۔ انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"ہمیں اطلاع مل چکی ہے"۔ ملٹری آفیسر نے مسکرا کر کہا۔

"کیسی اطلاع مل چکی ہے"۔ یہ کہ آپ نقلی انسپکٹر کامران مرزا ہیں۔

"ہائیں۔ کیا کہا۔ ہم نقلی ہیں"۔

"جی ہاں! اصلی انسپکٹر کامران مرزا تو ابھی ابھی ایئرپورٹ پر پہنچے ہیں۔ انہیں ملک کے مشرقی حصے میں واپس جانا ہے۔ وہاں انسپکٹر



جمشید اور ان کے ساتھیوں کی مزاج پرسی کے لیے آئے تھے"۔

"آپ کا مطلب ہے۔ ہم نقلی ہیں"۔ انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں بالکل"۔

"آپ مذاق تو نہیں کر رہے"۔

"لیجئے۔ وہ جا رہے ہیں اصلی انسپکٹر کامران مرزا۔ ان کے جہاز کا وقت ہو گیا ہے"۔

"ارے ارے۔ روکیں انہیں۔ وہ نقلی ہیں"۔

"جی نہیں۔ وہ نقلی نہیں ہیں۔ آپ نقلی ہیں۔ ہم آپ کی تلاشی لیں گے"۔

"پہلے آپ ہمارے کاغذات دیکھیں"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دھک سے رہ گئے۔ جیب میں پیکٹ نہیں تھا۔ جہاز سے اترتے وقت وہ ان کی جیب میں تھا۔ اس کا مطلب ہے۔ سیڑھیاں اترتے وقت کسی نے وہ ان کی جیب سے نکال لیا تھا۔

☆○☆

www.urdukorner.com